جرأتِ انکار

601-700

فکرِ سلطان

سیریز ہشتم: طنز و مزاح

ڈاکٹر سلطان محمود

سیریل	عنوان	کیٹاگری	صفحہ نمبر
601	آج کے ڈگری ہولڈر		
602	علمی ذخیرہ اندوزی		
603	علمی چور		
604	جرأت للکار		
605	غیر مشروط معافی نامہ		
606	عجب منطق		
607	کالم میٹھا سچ		
608	لکی نمبر		
609	خدمت خلق		
610	قربانی		
611	شاید کہیں چالیس سال بعد		
612	شاباش سوشل میڈیا۔۔۔ بکروں کا بلاول زرداری		
613	Mass Illiteracy		
614	شکر ہے شہر صاف ہوا		
615	کھا کھسماں نوں		
616	ایلو پیتھی کیسے چھا گئی		
617	چینی بوزنا		
618	ایک روپے میں چائے کا کپ		
619	انشاء جی اٹھو		
620	چول		
621	دو چار ہاتھ جبکہ		

622	عمران اپنے حصے کا کام کر گیا ہے		
623	پنجابی زبان کی یتیم		
624	بلی تھیلے سے نکل آئی		
625	پاکستان پھر سرد جنگ کا میدان		
626	ای کیپ کے چند متحرک ایام		
627	اپنے ہتھ بٹیرا		
628	پوشیدہ نقصانات یا برق خرمن		
629	خوش قسمتی بہادر کا مقدر بنتی ہے		
630	جوابی مکا		
631	سائنسدان ولی ہیں		
632	بیٹی تیرے بھی حقوق ہیں		
633	بیٹھنے میں جہاں زمانے لگے		
634	چوتھی محبت		
635	عوام چور کیسے بنی		
636	نئی نسل		
637	ہمیں کتنا زندہ رہنا چاہئے		
638	خوش قسمت اور بد قسمت		
639	سیاسی پاگل		
640	سچے لطیفے		
641	سید منور حسن		
642	کیا ہے حقیقی آزادی		
643	بوالعجبی		

644	فبی ای الار بکما تکذبان		
645	توں کی جانیں پولئی مجے		
646	پر وقار مزاح نگار شاعر		
647	وطن چھوڑنے کا دکھ		
648	نفسیاتی شکست		
649	مشرکانہ دعوے		
650	آج کے دانشور		
651	شوق آوارگی		
652	سروس چارجز		
653	کرونیز بھی ماضی بن گئے		
654	جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے		
655	نوے روپے کی کلی		
656	پڑھتا کوئی کیوں میرے کالم پھس پھسے		
657	بیکار عبادت		
658	خون آشام ترقی		
659	دین ومذہب		
660	چینی طرز کی سزائیں		
661	ایرانی تیل		
662	آج کی عورت		
663	دو چلے گئے، تین رہ گئے		
664	ہمارے نوجوان		
665	اوورسیز پاکستانی		

666	ایک اصلی ڈاکٹر کا نوحہ		
667	یاران تیز گام		
668	عزت کی تعریف		
669	درست قیافے		
670	ہمیں بھی خمینی کی ضرورت ہے		
671	دن کے چودہ گھنٹے		
672	اقبال بطور فلاسفر		
673	جنگجو لکھاری		
674	نگاہ بیچ، سخن دلخراش، جاں کینہ توز		
675	ہارپ ٹیکنولوجی کا استعمال		
676	عجیب نام		
677	طبعی معاشرتی خزانے یا		
678	Why Dubai		
679	فیصلہ کن تیسری عالمی جنگ		
680	رجیم چینج کیوں ہوا		
681	چھ ضیائی علتیں		
682	ہم امریکی کالونی		
683	اسلام کی ہمہ گیری		
684	ٹھرکی لوگ		
685	ہم تیس فیصد		
686	نوکری پر بحالی مبارک		
687	منہ ٹیڑھا کر کے انگریزی بولنے والوں کا المیہ		

688	عمران کا سیاسی مستقبل		
689	نظام کی اوقات		
690	پروقار ادھوری خود کلامی		
691	مرد کی آنکھ میں شرم		
692	دشمن سوشل میڈیا پر بھی		
693	ناکام عشق کا انعام		
694	فارٹی الیون 40/11		
695	نیٹ زیرو کاربن بجٹ		
696	جھوٹ کی نرسریاں		
697	جنگوں کے مدارج		
698	کوئی اصلی بچا ہی نہیں		
699	ساہیوال کول پاور پلانٹ اور سموگ		
700	میرا کا سوہنا		

آج کے ڈگری ہولڈر

کالم میٹھا سچ 601 از ڈاکٹر سلطان محمود

14 جون 2023ء

فیس بک پر ہماری ایک دوست نے لکھا ہے کہ "کیا کرنا ہے اس ڈگری کا جو آپ کو ٹہنی سے پھول توڑنے سے بھی نہیں روک سکتی"۔ اسے پڑھ کر ہم سر پکڑے بیٹھے ہیں کہ موصوفہ کو شاید تعلیم اور تربیت کے فرق کا علم نہیں ہمارے خیال میں ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ اس سے قاری کا احساس تعلیم کے خلاف ابھرتا ہے یا پھر اس غیر منطقی پوسٹ کی وجہ سے کہنے والا احساس محرومی کا شکار لگتا ہے۔

موصوفہ شاید کہنا یہ چاہتی تھیں کہ کوئی غلط حرکت پڑھا لکھا شخص بھی کر گزرے تو اس کی تعلیم کا کیا فائدہ؟ اگر ایسا ہے تو بھی ان کی یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ انسانی رویوں کا تعلق تعلیم سے نہیں تربیت سے ہوتا ہے۔

شاید انہوں نے کبھی سقراط یا افلاطون کو نہیں پڑھا۔ ان میں سے ہی کسی نے یا پھر جرمن فلاسفر ہیگل نے یہ کہا تھا کہ "اگر سوسائٹی میں ننانوے لوگ برے ہیں تو آخری ایک اچھے کو بھی برا بننا پڑتا ہے نیز اگر ننانوے لوگ اچھے ہیں تو آخری ایک بھی برا نہیں رہ سکتا"

ہمارے ہاں لوگوں کی اکثریت کے پاس علم کے بغیر ڈگریاں ہیں۔ اگر معاشرے میں لوگ ڈگری کے پیچھے بھاگیں گے تو پھر شاید تھوڑا بہت پڑھ کے جعلی ڈگری بھی خرید لیں گے اور ایسے بھی ممکن ہے ان کا کام چل نکلے۔ ہم نے مغرب میں ہی نہیں چین اور امارات میں دیکھا ہے کہ پاکستان کی کوئی نوے فیصد ڈگریاں کسی بھی معیار پر پورا نہیں اترتیں لیکن پھر بھی ہم ڈگری کے بل پر ڈاکٹر کہلوانا چاہتے ہیں۔ ہمارا تجربہ ہے کہ اگر ہم ڈگری کی بجائے علم کے پیچھے بھاگیں تو محسوس کریں گے کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام ڈگریاں بھی ہیچ ٹھہریں گی بلکہ یہاں تک کہ کسی ڈگری کی خواہش ہی نہیں رہتی۔ لیکن جو چیز ہمارے معاشرے میں ہے ہی نہیں وہ تعلیم نہیں بلکہ تربیت ہے اور یہ ناپید صفت کسی کے پاس ہے۔ ہمارے ہاں دنیاداری میں لتھڑے والدین یا اساتذہ کی استطاعت سے یہ قطعاً باہر ہے کہ وہ بچوں یا شاگردوں کو تربیت دے سکیں۔

ساٹھ کی دھائی میں پاکستان میں تعلیم کا معیار خاصہ بلند تھا پھر بھی ہمیں یاد ہے کہ ہمارے ایک ماسٹر جلیل صاحب ہر ماہ رونی صورت بنا کر کمرہ جماعت میں آ جاتے تھے اور مختلف حیلے بہانوں سے ساری جماعت سے چار چار آنے اکٹھے کر لیتے تھے۔ تب اکا دکا اساتذہ یہ حرکت کرتے تھے لیکن اب تعلیمی اداروں کے اندر ہی چکمہ دینے کے اتنے جدید طریقے رائج ہو چکے ہیں کہ ہمیں ماسٹر جلیل صاحب بھی معصوم لگنے لگ گئے ہیں۔

رہے بیچارے موجودہ دور کے والدین جو ہمیشہ کوشش کر کے بچوں کو اپنے سے زیادہ بہتر تعلیم دلانے کا شوق تو رکھتے ہیں لیکن بیچارے خود بھی ایسے سسٹم سے پڑھ کر نکلے ہوتے ہیں جہاں ان کی اپنی تربیت ماسٹر جلیل جیسی نظر آتی ہے۔ یہ ان کی ایسی مجبوری ہے کہ جسے وہ خود سے ٹھیک نہیں

کر سکتے۔ ٹاٹ سے کرسی، شلوار سے نیکر اور بستے سے بیگ تک کے سفر میں وہ خود ہلکان نظر آتے ہیں۔ پرانے دور کے والدین تو خود ان پڑھ تھے ان کا تو ذکر ہی کیا۔ یہ ساری تبدیلی اس سیاسی ہلچل کے باعث ہم پر لاگو کر دی گئی تھی جب ملک بننے کے محض ستائیس برس بعد 1974ء میں بھٹو نے تعلیم کو سرکاری تحویل میں لینے کا بیرونی دشمن کا ایجنڈا ہم پر لاگو کیا۔

عین ممکن ہے کہ قارئین ہماری منطق سے اختلاف کریں۔ خیر اگر ایسا ہی ہے تو پھر شہرت حاصل کرنے کی خواہش میں مذکورہ محترمہ اگر مندرجہ ذیل قسم کی پوسٹیں بھی بنا کر سوشل میڈیا پر ڈال دیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں:

- اس ڈگری کا اچار ڈالنا ہے جو آپ کو جگہ جگہ تھوکنے سے نہیں روک سکتی حالانکہ وہیں لکھا ہوتا ہے کہ یہاں تھوکنا منع ہے۔

- اس ڈگری کا کیا کرنا ہے جو آپ کو سرعام پیشاب کرنے سے نہیں روک سکتی حالانکہ وہیں لکھا ہوتا ہے کہ "وہ دیکھو گدھا پیشاب کر رہا ہے

- اس ڈگری کو چاٹنا ہے جو آپ کو غلط پارکنگ سے نہیں روک سکتی حالانکہ وہیں لکھا ہوتا ہے کہ یہاں پارکنگ نہ کریں۔

وعلیٰ ھذا القیاس

"علمی ذخیرہ اندوزی"

کالم میٹھا سچ 602 از ڈاکٹر سلطان محمود

15 جون 2023ء

ہمارے ایک لنگوٹی دوست نے اپنے گھر میں موجود چار سو سے زائد کتب والی اس لائبریری کا ذکر کیا ہے جس میں ان کی زوجہ محترمہ سمیت کبھی ان کے بچے بھی نہیں گھسے۔ ہمیں حیرت ہوئی کہ اس دانا دوست کو اتنا بھی احساس نہیں ہوا کہ کتابیں جمع کرتے جانا اور لوگ میں نہ بانٹنا علمی بد دیانتی کے زمرے میں آتا ہے۔

بنک اور لاکر میں پڑے زیورات ہوں یا پلاٹ پہ پلاٹ خرید کر جائیداد بڑھاتے چلے جانا یا پھر رقم کے لالچ میں انسانی ضرورت کی کسی شے کو ذخیرہ کر لینا ایک ہی جیسے قبیح فعل ہیں۔ لیکن ذاتی شیلفوں میں گھسی بوسیدہ ہوتی ہوئی کتب کو کسی دوسرے کے کام نہ آنے دینا بھی ویسی ہی ذخیرہ اندوزی ہے جسے علمی ذخیرہ اندوزی کہنا چاہیئے۔ ہمارے گنوائے گئے سابقہ قبیح افعال کی فہرست میں تو چلو بعد ازاں اپنے نہ سہی اولاد ہی کے ہاتھ میں چند سکے آسکتے ہیں مگر گوگل اور مصنوعی ذہانت کے دور نے گھریلو لائبریری میں گلتی سڑتی کتب کی اہمیت ہی ختم کر کے رکھ دی ہے۔ اب تو کوئی اٹھ کر لائبریری تک جانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا کیونکہ ہتھیلی پر موجود سیل فون یہ سارے کام کر دیتا ہے۔

سن رکھا ہے کہ دولت صدقہ کرنے سے بڑھتی ہے اور پاک رہتی ہے اور نیکی پھیلانے سے خیر کے پہلو فروغ پاتے ہیں، بالکل ایسے ہی جمع شدہ کتب کی بجائے انہیں بانٹ دینے سے علم ایک ہاتھ سے نکل کر بہت سے دوسرے ہاتھوں تک پہنچتا ہے تو ضرب کھانے والے انداز میں بڑھتا ہے۔ اکاؤنٹ میں پڑی رقوم سادہ پرچی پر چھپے ہندسوں کی شکل میں ہمارے پاس لیکن اصل نوٹوں والے کاغذی بنڈل سرمایہ کاروں کے کام آرہے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہم بنک سٹیٹمنٹ کے سحر سے باہر نکل کر انہی نوٹوں کو کاروبار میں گھماتے چلے جائیں تو یقین کریں ہمارا اپنا وطن خوشحال ہوتا چلا جائے گا۔

ہم اپنی ناقص معلومات کے مطابق آج تک ساڑھے چھ ہزار کتب مختلف لائبریریوں کو تحفتاً دے کر اپنی عاقبت کا ایک پہلو سنوار چکے ہیں۔ جہاں یہ کتب ہمارے زیر قبضہ الماریوں سے نکل کر اب مختلف یونیورسٹیوں اور کالجز کی لائبریریوں میں سج کر آنے والی نسلوں کے افادے میں کام آرہی ہیں۔

قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ جنہوں نے مال جمع کیا اور پھر اسے گن گن کر رکھا انہوں نے دردناک عذاب جھیلنے کے لئے قبریں جا دیکھیں۔ ہم انسان اس قدر لالچی واقع ہوئے ہیں کہ اس اعلیٰ ترین فلاحی فارمولے کے قریب بھی نہیں پھٹکتے اور گنتی میں لگے رہتے ہیں۔ کتاب بھی مال و متاع ہے۔ اسے بانٹ دینے ہی میں خیر اور فضل ہے۔ ان کتابوں سے فیض یاب ہونے کے لئے آنے والی نسلوں کو بھی حصہ دار بنالینا چاہئے حالانکہ یہ بات ہم اتنی دیر کے بعد لکھ رہے ہیں کہ اب ان کتب کو یا تو کیڑے چاٹیں گے اور یا پھر ردی والا اسے کسی کارخانے میں دے کر چند سکے کما لے گا۔

لہٰذا دست بستہ عرض ہے کہ اگر دنیا اور آخرت میں آسانیاں چاہئیں تو دل بڑا کیجئے اور اپنی کم سے کم ضرورت سے زائد ہر چیز بانٹ دیجئے۔ ضرورت سے زائد کمرے تعمیر کر لینے، زائد گھر یا پلاٹ خرید لینے نیز زائد از ضرورت روپے، کپڑے، جوتے، برتن اور فرنیچر وغیرہ صرف عارضی سکون پہنچاتے ہیں لیکن اگر انہیں تحفتاً بانٹ دیا جائے تو اس سے ہمیں حقیقی و دائمی سکون مل سکتا ہی نہیں بلکہ مل جاتا ہے۔

"علمی چور"

کالم میٹھا سچ 603 از ڈاکٹر سلطان محمود

16 جون 2023ء

شکریہ کہ آپ نے ایک اور سرقہ شدہ پوسٹ پر میرا موقف جاننے کا خطرہ مول لیا ہے۔ خطرہ اسلئے کہ سوشل میڈیا پر لائیکس کے شوقین کم و بیش 99 فیصد جنگجوؤں کا پردہ فاش ہو جائے گا۔

Plagiarism کی بات کر رہا ہوں جس میں ایک جعلی تعلیم یافتہ شخص ایک نئی قسم کا طریقہ اختیار کر کے سوشل میڈیا پر چول مار دیتا ہے۔

یہ ان شہرت کے بھوکے جعلی لوگوں کا گروہ ہے جو اپنے آپ کو عالم فاضل منوانا چاہتے ہیں اور انہیں مصنوعی ذہانت کی ایپس یعنی جی پی ٹی یا شاکو وغیرہ چلانی آ گئی ہیں وہ ان ایپ پر سوال ڈالتے ہیں اور چند لمحات میں یہ ایپس نیٹ پر انگریزی میں موجود لاکھوں مضامین میں سے ایک سو سے لے کر 25 ہزار الفاظ پر مشتمل سمری تیار کر کے دے دیتی ہے۔ بھلے وقتوں میں یہ کام میرے جیسے لوگ لائبریری میں بیٹھ کر کرتے تھے۔

پھر یہاں سے دو طرح کے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں یعنی پہلا گروہ میرے جیسے محققوں کا ہے جو اپنی الجھن دور کرنے کی خاطر مصنوعی ذہانت کا استعمال کرتے ہیں اور نتیجتاً علم میں

اضافہ کر لیتے ہیں۔

اسے سائنسی زبان میں review of literature کہتے ہیں۔

دوسرا گروہ کم تعلیم یافتہ اور کم علموں پر مشتمل عام پاکستانیوں جیسا نقلچی اور چور ذہن ہوتا ہے۔ وہ انگریزی سے نابلد ہونے کے باعث اس انگریزی سمری کو گوگل سے اردو ترجمہ کر کر اپنے نام سے سوشل میڈیا پر ڈال دیتے ہیں بالکل ویسے ہی جیسے ہمارے ہاں شہرت اور تعریف کے بھوکے کم علم کتابیں لکھ لیتے ہیں اور اپنی لکھی کتاب کو بھی پڑھ نہیں سکتے۔ حالانکہ ان کو اگر کسی حقیقی علماء پر مشتمل محفل میں بیٹھنا پڑ جائے تو ان کی بولتی بند ہو جاتی ہے۔

میں آخر میں آپ کے سوال پر مشتمل دوسرے گروہ والی کسی خنسہ سعید کی پوسٹ پر جی پی ٹی کا انگریزی جواب ارسال کر رہا ہوں جسے اس نے گوگل سے ترجمہ کرا کے اپنے نام سے پوسٹ کیا ہے۔

اب پہلے 99 فیصد والے سوشل میڈیا کے جعلی علماء کے بھی دو حصے ہو گئے ہیں پہلا حصہ تو وہی کام کرتا ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں لیکن دوسرا غیر محقق گروہ اس پوسٹ کی بنیاد پر پھر اپنے ٹانکے لگاتا ہے۔ جیسے اگر خنساء سعید کی ساری پوسٹ دیکھیں تو میرے خیال میں سائنسی حد تک معلومات اس نے نیٹ کی مصنوعی ذہانت سے اٹھائی ہیں باقی تبصرے کی شکل میں کسی قرآن و حدیث سے لاعلم مولوی کی ہے یا اس کی خود کی بھی ہو سکتی ہے جسے اس نے بی بی بشریٰ کی طرح اسلامی ٹچ دے دیا ہے۔

اب دیکھیں خنساء کی پوسٹ پر جی پی ٹی ایپ کیا کہہ رہی ہے جسے اگر آپ گوگل ٹرانسلیشن میں ڈالیں تو ہو بہو خنساء والا ترجمہ ہی نکلے گا:

A pearl is formed inside the shell of a mollusk, such as an oyster or mussel, as a defense mechanism against an irritant, such as a grain of sand or a parasite. When an irritant enters the shell, it becomes lodged between the mantle and the shell. The mantle tissue then secretes a substance called nacre, also known as mother of pearl, which is composed of calcium carbonate and conchiolin. Over time, layer upon layer of nacre is deposited onto the irritant, creating a smooth, iridescent surface known as the pearl. The process can take many years and the quality and size of the pearl depends on the type of mollusk, the size and shape of the irritant, and the conditions in which the mollusk lives.

ایسے تمام سرقے یا چوریوں کو پکڑنے والی ایپ بھی موجود ہے جیسا میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اس سے چور بہت تنگ تھے تو پھر ان ہی کے کسی ساتھی نے پلیجیرازم کو عالمی سطح 8 فیصد کی اجازت کی سطح پر لانے کے لئے بھی ایپ بنادی ہے جسے دنیا کی بہترین جامعات طبعزاد مواد تسلیم کر لیتی ہیں۔ یہ ایپ پلک جھپکتے ہی 90 فیصد کی ٹیکسٹ چوری کو 10 فیصد طبعزاد کی سطح پر لا دیتی ہے۔ میری

معلومات کے مطابق ماضی کے ہمارے ہاں کے ڈرامہ نگار جمیل بسمل، فلمی سٹوڈیو والے شباب کیرانوی اور بد قسمتی سے بابا اشفاق اور بانو قدسیہ پر بھی ماضی میں ایسے الزامات لگتے رہے ہیں۔

میرے پاس وقت نہیں ہوتا ورنہ آج تک کی اور ممکنہ حد تک آنے والے اوقات کی بھی 90 فیصد کتب کو انہی ایپس کے ذریعے چوری شدہ ثابت کر دوں۔ یاد رکھیں دنیا بھر میں صرف دس فیصد حقیقی عالم ہیں ہاں باقی کے نوے فیصدی چور بھی حقیقی عالم بن سکتے ہیں اگر وہ دوسروں کے کام کو اپنے نام سے چھاپنے کو بد اخلاقی سمجھتے ہوئے باز آ کر ہمارے والے گروہ میں شامل ہونا پسند کریں تو۔

کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں۔۔۔۔

"جرأت للکار"

کالم میٹھا سچ 604 از ڈاکٹر سلطان محمود

18 جون 2023ء

صدیوں سے انسان کے دماغ میں کچھ ایسے سوالات جنم لیتے رہے ہیں جس کا حتمی جواب کہیں سے مل نہیں سکا۔ ایسے سوالات پر سہل پسند لوگ یہی کہہ کر دماغ کو استعمال نہیں کرتے کہ "اللہ جانے" لیکن سائنسدان اسے چیلنج سمجھ کر کھوج میں لگ جاتے ہیں۔

مندرجہ ذیل سوالات پر سائنسدان ابھی تک سر پٹخ رہے ہیں مگر قابل تحقیق جواب نہیں مل رہا۔ مثلاً

1. ۔مرغی پہلے آئی کہ انڈا؟
2. ۔شعور کی نیچر کیا ہے؟
3. ۔زمین پر زندگی کیسے وجود میں آئی؟
4. یعنی ایک سادہ مالیکیول سے اتنے الجھاؤ والے جانور اور انسان کیسے بنے؟
5. ۔کائنات کی اکثریت پر مشتمل سیاہ مادہ اور سیاہ توانائی کیا چیزیں ہیں؟

6. ۔کیا کائنات میں ہم اکیلے انسان ہیں؟

7. ۔طبعی دماغ میں غیر طبعی خیال اور جذبہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟

8. ۔وقت کی درست نیچر کیا ہے؟

9. ۔آخر یہ کائنات کب تک چلے گی؟

10. ۔جب قیامت آجائے گی تو ساری کائنات میں آئے گی یا محض انسان پر ہی آئے گی؟

11. ۔جب وقت کی گنتی ختم ہو گی تو اس سے آگے وقت کیسے کٹے گا یا کیسے گنا جائے گا؟

12. ۔اگر ہم اللہ کی حاکمیت مطلق پر یقین رکھتے ہیں تو اللہ خود کیسے بنا؟

13. ۔کیا واقعی خواہشات دل میں پیدا ہوتی ہیں یا دل بھی معدے و جگر جیسا ایک پرزہ ہی ہے اور یہ اس کا کام نہیں۔

آپ بھی سوچنے اور جواب ڈھونڈنے کی کوشش کریں تا کہ اندازہ ہو کہ آپ اگر سائنسدان نہیں بھی ہیں تو پھر بھی دماغ استعمال کرنا پسند کرتے ہیں کہ نہیں۔

ہمارے پاس ان سب سوالوں کے منطقی یعنی سائنسی جوابات موجود ہیں کیونکہ منطق ہی نے سائنس کو جنم دیا ہے۔ ہماری دعوت یا للکار ایسے دوستوں کے لئے ہے جو دماغ کو محض سات آٹھ

فیصد ہی استعمال کر پاتے ہیں۔ اگر ان سوالات کے جواب تلاش کر کے نیوٹن کی طرح گیارہ فیصدی دماغ کے استعمال پر اتر آئے تو دنیا میں علمی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

غیر مشروط معافی نامہ

کالم میٹھا سچ 605 از ڈاکٹر سلطان محمود

19 جون 2023ء

ECAP is the Environment Consultants Association Pakistan.

ہم چند دوستوں نے سات برس قبل 2016ء سے 2017ء تک مسلسل چند ماحولیاتی پریکٹشنرز کو مسلسل ہلاشیری دے کر اور اپنی جیب سے خرچ کر کے اس پیشہ ورانہ تنظیم کی نا صرف بنیاد رکھوائی بلکہ یہ نام بھی تجویز کیا۔ اس وقت ہم ماحولیاتی پریکٹشنرز صرف سات تھے اور آج کارپوریٹ سیکٹر کی 57 کمپنیز کو ملا کر کل 192 ارکان ہیں جس میں اگلی دو سالہ مدت کے لئے ہمیں تیسرا صدر نامزد کیا جا رہا ہے۔ چناؤ اگست 2023ء میں ہو گا۔ ہمیں یاد ہے کہ اسی وقت یہ تفنن بھی ہم نے گھڑا کہ کہیں یہ نہ ہو کہ ای کیپ الیکٹرونک کیپ یعنی سلیمانی ٹوپی بن کر سبھی کو غائب کر دے۔

اسی طرح 44 برس قبل 1979ء میں بھی مجھے اور میرے سینئر ساتھی عبدلشکور کو اینیمل ہسبنڈری فیکلٹی زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں طلباء میں اپنی شخصی قبولیت کے باعث اساتذہ نے حوصلہ دے کر فیکلٹی کے لگ بھگ دو سو طلباء کی نمائندہ سٹوڈنٹس یونین کی ہم سے بنیاد رکھوائی۔ اور مجھے نسبتاً زیادہ سیاسی سوجھ بوجھ کے باعث مرکزی طلباء یونین میں بطور ایف آر (نمائندہ فیکلٹی) بنا کر ایک سال کے لئے بھیجا گیا۔ ازاں بعد عبدالشکور کے 1980ء میں پاس آوٹ کر جانے کے باعث مجھے فیکلٹی کا دوسرا صدر بھی چن لیا گیا 1980ء تا 1981ء۔

اس وقت جب اس طلباء گروپ کا نام تجویز کرنے کا موقع آیا تو اساتذہ نے ہم طلباء سے تجویز طلب کی اور عبدلشکور کار کھا نام اینیمل سائنسز سوسائٹی ASS یعنی گدھا۔ فائنل ہونے ہی لگا کہ میں نے تجویز کر دیا کہ سوسائٹی کا لفظ پہلے لگایا جائے تا کہ جب مخفف بولا جانے لگے گا تو پہلے تجویز کردہ نام کا بنے گا۔ مجھے یاد ہے کہ پروفیسر بخت بیدار خان صاحب نے کہا کہ تمہارے تجویز کردہ نام سے بھی تو SAS یعنی اردو میں ساس بن رہا ہے۔ تو میں نے کہیں فی البدیہ کہہ دیا سر گدھے سے ساس اچھی۔ اس پر ہال میں گونجتے قہقہوں کی بازگشت ابھی بھی کانوں میں سنائی دیتی ہے۔

"عجب منطق"

کالم میٹھا سچ 606 از ڈاکٹر سلطان محمود

19 جون 2023ء

ہمارے ایک سرد و گرم چشیدہ اور سیاسی محاذ پر ہماری عمر سے بھی زیادہ عرصہ تک سرگرم رہنے والے دوست نے آج صبح صبح کینیڈا کی رومانی فضاؤں کی نجانے کس ادا سے متاثر ہو کر ایک عجیب سی منطق سوشل میڈیا پر جا پھینکی ہے۔ فرماتے ہیں "اقبال، نسیم حجازی، مودودی، مجید نظامی اور اب عمران خان، جیسے محترمان نے، قوم کو جذباتی نعروں کے پیچھے لگا کر، فائدہ کی بجائے نقصان ہی پہنچایا ہے۔ آج جنگوں سے نہیں، بلکہ معاشی، سائنسی، صنعتی، سماجی ترقی سے ہی دنیا میں مقام بن سکتا ہے۔"

ہم نے ادب سے درخواست کی کہ استاد قبال اور مولانا مودودی کے نام اس فہرست سے نکال دئے جائیں کیونکہ ان دونوں قابل صد احترام ہستیوں نے کروڑوں انسانوں کی انقلاب اور دین و مذہب کی جانب رہنمائی فرمائی۔

آپکی فہرست میں مجید نظامی مرحوم کے بارے آپ کا شاید زیادہ ان سے قریبی تعلق رہا ہو اور آپ ذاتی سطح پر انہیں انقلابی رہنماؤں میں شامل رکھنا چاہیں تو آپ کی مرضی لیکن ہمارے دور کے لوگ انہیں صرف دو حوالوں سے ہی جانتے ہیں۔ اول ایڈیٹر نوائے وقت کے توسط سے ان کی شدید

پروپاکستانی ذہنی سوچ اور دوسری نواز شریف سے دوستی۔ مرحوم کے پہلے کردار کی تو جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے لیکن دوسرا پہلو کوئی ہرگز تعریفی نہیں۔

اب نسیم حجازی تو دس فیصد سچ کی بنیاد پر قابل فروخت مواد کی خاطر نوے فیصد جھوٹ کی عمارت کھڑی کیا کرتے تھے انہیں اس فہرست میں برابر کرنا کم از کم علامہ اقبال اور سید مودودی کی توہین ہے۔

رہی بات عمران کی تو انہیں نوجوان نسل کے کرشماتی ہیرو کے طور پر اسٹیبلشمنٹ نے صرف اس لئے چنا کہ اس کے بل پر مزید بیس تیس سال نکال لئے جائیں گے۔ گو کہ اپنی ضدی طبیعت کے باعث اسے اب سیاست سے خارج کرنے کے لئے ملک کی چولیں تک ہلا دی گئی ہیں لیکن کرکٹ، چیریٹی اور برطانوی یونیورسٹی اور گولڈ سمتھ کے علاوہ نہ تو خان کا کوئی سیاسی کیریئر ہے اور نہ اقبال و مودودی کی طرح کی کوئی انقلابی، دینی، ادبی قسم کی انٹلیکچول ان پٹ۔

لہٰذا آپ سے نہایت ادب سے معذرت خواہانہ التماس ہے کہ آپکے ایک ہی سانس میں لئے گئے سبھی نام انتہائی غیر منطقی ہیں۔

افضل

کوئی شک نہیں مختلف حوالوں سے بڑے لوگ ہیں۔ لیکن ایک قدر مشترک ہے کہ انہوں نے بغیر تیاری کے مسلمانوں کو جزباتی نعرے بازی کے پیچھے لگایا جس کی کی شاید ضرورت نہ تھی۔ مثلاً اقبال کا مولے کو شہباز سے لڑانا۔ بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانا۔ مجید نظامی تو خود کہتا تھا کہ اسکی

خواھش ہے کہ وہ ایٹم بم پر بیٹھ کر ھندوستان پر حملہ کرے جبکہ عمران آج کے دور کا بڑا آدمی ھونے کے باوجود مسلم اُمہ کو مغرب کے سامنے کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ کیا اسکی ضرورت تھی۔ دوسرے اقبال مودودی وغیرہ کی خدمات کا مسمانوں کیلئے خدمات کا آؤٹ کم۔ بتادیں۔ تومان لوں۔ جماعت اسلامی کا پورا سیاسی اور دینی علمی کردار اور ڈیبلیورینس بتائیں۔۔ کیا مسلم امہ نام کی کوئی چیز ہے جس پر یہ لوگ غیر ضروری زور دیتے رہے۔ جبکہ اصل عربی مسلمان انکو نزدیک بھی بٹھانا نہیں چاہتے۔۔ کیا ہم جزباتی ھوکر ویسٹ یا مغرب کو فتح کرسکتے ہیں۔۔ سوائے معاشی، سائنسی اور صنعتی ترقی کے وہ بھی چین ایران اور مالیزیا کی طرح۔

ڈاکٹر سلطان

ہر دور کے معروضی تقاضے ہوتے ہیں سر۔ اقبال و مودودی بیسویں صدی کے بڑے نام تھے۔ لیکن اسی صدی کے اواخر میں دنیا کی تیزی سے مذہب کے الٹ کروٹ نے ان کے پیغامات کو بے اثر کر دیالہذا آوٹ کم زیرو۔

ہم کبھی بھی مغرب کو ضرب و حرب سے زیر نہیں کرسکتے تھے اور نہ کبھی آئندہ کرسکیں گے لیکن ان کی نقل تو کرسکتے تھے کرسکتے ہیں یا ابھی بھی وقت ہے اگر مستقبل میں کرسکے تو۔ جیسے روس اور چین نے کی یا ملائیشیا اور ترکی نے۔

عمران کوئی تبدیلی کی علامت نہ تھا کیونکہ اس کی ذاتی سوچ میں انقلاب نہیں تھا اور نہ اس کے ارد گرد پھیلے بحر کی موجوں میں اضطراب تھا۔ اسے صرف اسٹیبلشمنٹ نے اپنے اگلے دس بیس

برس کے اقتدار کے لئے بطور ہیرو چنا تھا جس میں دونوں کا ناکام ہو جانا نوشتہ تقدیر تھا کیونکہ دونوں نے مارکیٹ میں نہ بکنے والے اسلامی چورن کو استعمال کرنا چاہا۔

اور شاید آپ مانتے ہوں گے کہ ہماری اسٹیبلشمنٹ صرف اپنے اقتدار کی خاطر ملک میں ترقی کی بجائے مذہبی کارڈ استعمال کرتی ہے۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ مذہبی بنیادوں پر کبھی کسی قوم نے ترقی نہیں کی لہٰذا ہم یہ نصف صدی بھی بھوکے ننگے رہیں گے۔

"Qazi Faez Isa – So-called Brave Person"

Column MeethaSach 607 by DSM

21 June 2023

He is the younger brother of my ex-boss Qazi Azmat Isa and son of notriously Hazara Qazi family especially forced to migrate to Pashin from Afghanistan in 18th century by the push of British Gora.

This family always worked for the interest of British masters, and the most notorious action of Qazi Isa was to bribe Baloch Sardars against the proposed new republic Pakistan on 9Aug1947 which was sabotaged by Khan of Qalat secretly. In fact, Britishers wanted to stay in divided India to control both newly established countries. In such success could happen, his father would have been the first prime minister of independent Balochistan.

Quaid had to adopt his father in Muslim League in 1937 as the only representative of Balochistan and made him president ML.

He was made first Ambassador to Brazil but he caught red handed while smuggled first ship load with sugar and also precious Baloch Sapphires (نیلم) were recovered from his pocket at Karachi airport where he died at the spot naturally with heart failure.

Then comes his elder brother Qazi Azmat, my ex-boss in BRSP Quetta, who was sacked by Paris consortium in my presence there on the charges of breaching the contract between Pakistan and GTZ and receiving PKR 4 million kickback from the estate agent and by that money he purchased a beautiful built home in Quetta cantt where I had 3 lunches with BRSP staff. I'll share the pics after this post. Azmat was employee of WB at Islamabad so his aunt Jennifer Isa, wife of Qazi Musa and two times Minister at Balochistan. I'll also show her letter written to BRSP's BOD against her own nephew Azmat. At least she was honest up to that extent that couldn't bear the loss of Baloch public. Thus Azmat was ultimately sacked in 1997.

Now comes Qazi Faez to whom arrival Arshad intends to celebrate. He was an ordinary chief of NGO "Shehri" at Karachi which was apparently operated by his wife Serena. Serena received two flats in bribery from PMLN just to look after NS interests so as a deal Faez was directly inducted to Balochistan High Court by waiving off actual preconditions to become a judge. There was heavy agitation against him in bar and bench but another notorious president of Pakistan Rafiq Tarar bribed the Baloch Bar to cool down agitation against Faez illegal entry. Later on as per plan, Qazi Faez was promoted to supreme court to become chief justice by the time Bundial is retired. Some years back there was a genuine petition against Qazi Faez to explain from which resources he bought 2 flats in London. Then this "brave person" and the "honest judge" could get the most notorious verdict of the history from supreme court that "No one can ask about the assets of the Judges and their families".

Anyhow, culprits in Pakistan are very happily waiting for this "noble Satan", in fact a new stooge of the Nawaz Sharif.

All the facts quoted above are a mix of the book of Qayum Nizami and the press clippings of the contemporary times.

I prepared a "White Paper" in 1996 against this emerging Qazi mafia, a copy which is still a part of my record.

My deliberations are not intended on political grounds but historical facts, verifiable from BalochistanGazzett as well as national papers. I've shared similar facts on social media many times only due to the witness of the "Notorious Fame" of this traitor family.

I believe in the following old Persian proverbial poetic lines:

کبوتر با کبوتر، باز با باز۔۔۔

کند ہم جنس را ہم جنس پرواز۔۔۔!!

(Birds of feather flock together).

Those who love Pakistan can't be the follower of traitors.

"قاضی فائز عیسیٰ-نام نہاد بہادر شخص"

کالم میٹھا سچ 607

21جون2023

یہ میرے سابق باس قاضی عظمت عیسیٰ کے چھوٹے بھائی اور بدنامِ زمانہ ہزارہ قاضی خاندان سے ہیں جو18ویں صدی میں انگریز گوروں کے دباؤ پر افغانستان سے پشین ہجرت کرنے پر مجبور ہوا۔

یہ خاندان ہمیشہ برطانوی آقاؤں کے مفادات کے لئے کام کرتا رہا، اور قاضی عیسیٰ کا سب سے بدنامِ زمانہ عمل یہ تھا کہ 9اگست 1947 کو بلوچستان کے سرداروں کو پاکستان کے قیام کے خلاف رشوت دینے کی کوشش کی گئی تھی، جسے خفیہ طور پر خان آف قلات نے ناکام بنادیا۔ درحقیقت، برطانوی چاہتے تھے کہ ہندوستان تقسیم ہونے کے بعد بھی یہاں رہیں تاکہ دونوں نئے ملکوں کو کنٹرول کر سکیں۔ اگر یہ کامیابی حاصل ہو جاتی تو قاضی عیسیٰ کے والد آزاد بلوچستان کے پہلے وزیر اعظم ہوتے۔

قائد اعظم نے ان کے والد کو 1937 میں مسلم لیگ میں بلوچستان کے واحد نمائندے کے طور پر شامل کیا اور انہیں مسلم لیگ کا صدر بنایا۔ بعد ازاں انہیں برازیل میں پہلا سفیر مقرر کیا گیا لیکن وہ پکڑے گئے جب وہ پہلی بار چینی کے جہاز کے ساتھ اسمگلنگ کر رہے تھے اور کراچی ایئرپورٹ پر ان کے جیب سے قیمتی نیلم بھی برآمد ہوئے، جہاں وہ دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔

پھر ان کے بڑے بھائی قاضی عظمت کا ذکر آتا ہے، جو میرے سابق باس تھے۔ ان پر معاہدہ توڑنے اور ایک ایجنٹ سے چار ملین روپے رشوت لینے کا الزام تھا جس سے انہوں نے کوئٹہ کینٹ میں ایک خوبصورت گھر خریدا۔ میں نے وہاں بی آر ایس پی کے عملے کے ساتھ تین مرتبہ کھانا کھایا۔ عظمت اسلام آباد میں ورلڈ بینک کے ملازم تھے۔ ان کی خالہ جینیفر عیسیٰ، جو قاضی موسیٰ کی بیوی تھیں اور دو مرتبہ بلوچستان میں وزیر رہی تھیں، نے بھی ان کے خلاف بی آر ایس پی کے بورڈ کو خط لکھا۔ ان کو 1997 میں برطرف کر دیا گیا۔

اب قاضی فائز کا ذکر آتا ہے، جن کی آمد کا جشن ارشد منانا چاہتا ہے۔ وہ کراچی میں ایک این جی او "شہری" کے سربراہ تھے، جسے بظاہر ان کی اہلیہ سرینا چلاتی تھیں۔ سرینا نے دو فلیٹس رشوت میں مسلم لیگ ن سے لیے تاکہ نواز شریف کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے اور ایک معاہدے کے تحت فائز کو بلوچستان ہائی کورٹ میں براہِ راست جج مقرر کیا گیا۔ بار اور بنچ میں ان کے خلاف زبردست احتجاج ہوا، لیکن صدر رفیق تارڑ نے بلوچ بار کو رشوت دے کر احتجاج کو ٹھنڈا کر دیا۔ بعد میں قاضی فائز کو سپریم کورٹ میں ترقی دی گئی تاکہ بندیل کی ریٹائرمنٹ تک وہ چیف جسٹس بن سکیں۔ کچھ سال پہلے ان کے خلاف لندن میں دو فلیٹس خریدنے کے ذرائع پوچھنے کی ایک درخواست تھی۔ تب اس "بہادر شخص" اور "ایماندار جج" نے سپریم کورٹ سے تاریخ کا بدنام ترین فیصلہ حاصل کیا کہ "کوئی بھی ججوں اور ان کے خاندان کے اثاثوں کے بارے میں سوال نہیں کر سکتا"۔

بہر حال، پاکستان میں مجرم اس "نیک شیطان" کا خوش دلی سے انتظار کر رہے ہیں، جو دراصل نواز شریف کا نیا مہرہ ہے۔

اوپر بیان کردہ حقائق قیوم نظامی کی کتاب اور معاصر اخبار کی رپورٹوں کا مجموعہ ہیں۔ میں نے 1996 میں اس ابھرتے ہوئے قاضی مافیا کے خلاف ایک "وائٹ پیپر" تیار کیا تھا جس کی ایک نقل اب بھی میرے ریکارڈ میں موجود ہے۔ میرے خیالات سیاسی بنیادوں پر نہیں بلکہ تاریخی حقائق پر مبنی ہیں، جو بلوچستان گزٹ اور قومی اخبارات سے تصدیق شدہ ہیں۔ میں نے اس غدار خاندان کی "بدنامی" کا گواہ ہونے کی وجہ سے کئی بار سوشل میڈیا پر بھی اسی طرح کے حقائق شیئر کیے ہیں۔

"لکی نمبر"

کالم میٹھا سچ 608 از ڈاکٹر سلطان محمود

24 جون 2023ء

فیس بک پر ایک صاحب نے علم الاعداد کی روشنی میں پاکستان کے مواصلاتی کنٹری کوڈ 92 کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی محمد کے بھی نمبر 92 سے جوڑ کر وطن سے محبت کا اظہار کیا ہے۔ ان کے جذبے کی تو خیر تعریف ہی بنتی ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے علم الاعداد کی اس عجیب سی منطق کو بانوے پر ہی روک لیا ہے کہیں مفرد نمبر نکالتے نکالتے نمبر دو نہیں نکال لیا میرے خیال سے ایسی جذباتی منطق پیش کرنے سے قبل اگر وہ صاحب علم الاعداد کی روشنی میں 92 پورا کرنے والے دیگر بیشمار ایسے نام، مقام اور کردار بھی کھنگال لیتے تو شاید ان صاحب کو بھی حیرت ہوتی اور وہ اپنی خوبصورت شخصیت کو سوشل میڈیا پر دکھانے کے لئے کسی اور موضوع کو تلاش کرتے۔

علم الاعداد کے ماننے والے درحقیقت کسی بھی زبان کے حروف تہجی کی ترتیب سے گنتی کے نمبر دے کر ایک مفرد عدد پر پہنچتے ہیں اور اسے اس شخص یا علاقے وغیرہ کا لکی نمبر قرار دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اردو میں اب ج د کو ایک دو تین اور چار کے ہندسے سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر وض کو پانچ چھ سات، ح ت ی، وغیرہ وغیرہ۔ ایسے میرے نام سلطان کا لکی نمبر سات قرار دیا جا چکا ہے۔

علم الاعداد پر یقین رکھنے والے تھوڑا سا آگے بھی چلتے ہیں یعنی وہ ایک مفرد نمبر نکال کر کسی شخصیت وغیرہ کی تشریح کرتے ہیں جس سے ہمیں آج تک اتفاق نہیں ہوا۔ مثلاً میرے لکی نمبر سات کو تو علم الاعداد کے ماہرین اسے میرا لکی نمبر گردانتے ہیں جبکہ میں نے امریکہ میں کئی ایسی لاٹریاں ہاریں جن کا مفرد نمبر بھی سات تھا۔ مجھے والد صاحب نے ایک بار 1976ء میں کوئٹہ سے جاپان اسمبلڈ یاماہا بھیجا جس کا نمبر تھا QAA 4786 مجھے یاد ہے جب میں ریلوے سٹیشن فیصل آباد سے بلٹی چھڑا کر گھر داخل ہوا جہاں علم الاعداد پر یقین رکھنے والے نانا جان مرحوم نے دیکھتے ہی اسے میرے لکی نمبر سے جوڑا اور مبارکباد دی کہ یہ تمہارے لئے خوش قسمت ثابت ہو گا۔ مگر ڈیڑھ ماہ بعد ہی یہ زبردست بائیک زرعی یونیورسٹی سے چوری ہو گئی۔

میں نے بھی ایک بار مختصر سے وقت کے لئے اس علم الاعداد سے اپنے لئے لکی نمبرز شمار کرنے شروع کر دئے۔ مثلاً سکول اور بورڈ کے رول نمبر، فوٹو کھنچوا کر نیگیٹو نمبر، گھر کا نمبر، بہن بھائیوں کے لکی نمبرز وغیرہ وغیرہ۔ میں آج تک حیران ہوں کہ ایک بار بھی سات کے ہندسے والا کوئی امتحانی رول نمبر، گھر یا بھائی بہن میرے موافق نہ نکلے یعنی ہمارے لکی نمبر ایک جیسے نہ نکلے۔ بلکہ دنیا کے سب سے پیارے ماں باپ کے رشتے بھی موافق نہ نکلے حالانکہ میری کامیابی میں انہی کا سب سے زیادہ دخل تھا۔

میٹرک میں سرگودھا بورڈ سے نمایاں پوزیشن جس رول نمبر کے تحت حاصل کی اس ناموافق مفرد عدد نے تو نتیجہ آنے تک میری گھگھی بندھائے رکھی لیکن لکی نمبر سات والے جس بڈی کو میں نے

واپس کر دینے کے یقین کے ساتھ بھلے وقتوں میں آٹھ ہزار روپیہ دیا تھا وہ ڈکارتے ڈکارتے اب دنیا سے بھی رخصت ہو چکا ہے۔

"خدمت خلق"

کالم میٹھا سچ 609 از ڈاکٹر سلطان محمود

25 جون 2023ء

چغتائی گروپ نا صرف اپنی لیبارٹریز کے حوالے سے صحت عامہ کی خدمات میں مشغول ہے بلکہ گلبرگ میں لائبریری سروسز میں عام ڈگریوں سے لے کر سول سروس کے طلباء کی خدمت میں بھی مصروف ہے۔ یہاں پر کتب، ماحول اور چائے کی تواضع جیسی مثبت نشانیاں دیکھ کر میرا پاکستانی سوسائٹی بارے منفی گمان کافی حد تک زائل ہو گیا ہے اور وہ مایوسی بھی چھٹ گئی ہے کہ طلباء کتب خانوں میں نہیں جاتے۔

میاں وقار صاحب کی وساطت سے یہاں شام کے اوقات میں لائبریرین جناب اشرف صاحب نے مجھے خوش آمدید کہا اور لائبریری کی سیر کرانے کے علاوہ آرکائیوز کا وہ شعبہ بھی دکھایا جہاں میلسی کے نزدیک عظیم جھنڈیر لائبریری کی پرانی کتب کو ڈیجٹلائز کیا جا رہا ہے۔

میں نے بیرون ملک منتقل ہونے کا جب سے فیصلہ کیا ہے تب سے اصل پریشانی اپنی بائیس عدد تصنیفات اور درجنوں دیگر قیمتی کتب کی حفاظت تھی۔ اور یہی غم کھائے جا رہا تھا کہ کہیں یہ سب کتب کسی ردی والے کی نذر نہ ہو جائیں۔ میں شکر گزار ہوں اشرف صاحب اور میاں وقار صاحب کا کہ چٹکی بجاتے اس مسئلے کا بہت خوبصورت حل نکال لائے اور چغتائی لائبریری میں میری سبھی کتب کے لئے عام طلباء کے افادے کی خاطر چار مئی کو ایک شیلف مخصوص کر دی گئی ہے جہاں یہ

کتب صدقہ ءجاریہ کے طور پر دلچسپی رکھنے والی نوجوان نسل کے کام آئیں گی انشاءاللہ نیز ہمیں اپنی تصنیفات کی سافٹ کاپی بھی مل جائے گی۔

"قربانی"

کالم میٹھا سچ 610 از ڈاکٹر سلطان محمود

25 جون 2023ء

ہر عید قربان کی طرح اس بار بھی ایک دوست کا سوال اٹھا کہ کیا قرض دار پر قربانی واجب ہے؟ کیونکہ ہر پاکستانی آئی ایم ایف کا مقروض ہے۔ ہماری سمجھ میں جو بات تھی وہ کہہ دی کہ جناب اگر مملکت حقیقی اسلامی ہو تو وہ ریاستی سطح پر فیصلہ کر لے کہ ہم جب تک قرضوں سے نجات حاصل نہیں کر لیتے قربانی نہیں ہو گی۔ لیکن ہمارے ہاں اسلام کا لفظ صرف تحریر کی حد تک آئین میں درج ہے لیکن عوام اجتماعی طور پر تو خیر کبھی اکٹھی ہوئی نہیں ہاں عوامی سطح پر اپنے اپنے اسلام لئے ضرور بیٹھی ہے لہٰذا قربانی تقریباً 95 فیصد نمائش اور دکھاوا بن کر رہ گئی ہے۔

ویسے ایک سوال مذاہب و ادیان سے ہٹ کر منطقی سطح پر بھی ہے کہ یہ تو سنا تھا کہ قدیم مذاہب کے دیوتا انسانی یا حیوانی خون کی قربانی مانگتے تھے تو کیا اللہ کی بے نیازی کو بھی ہم دیوتاؤں کی سطح پر لے آئے ہیں کہ معصوم جانوروں کا خون بہاتے چلے جائیں اور خود گناہوں کی ڈگر پر ڈٹے رہیں؟ یہ سوال عام ذہن کی پہنچ سے بہت اوپر کا ہے اس لئے کم علم جواب دینے کی کوشش نہ کریں۔

"شاید کہیں چالیس سال بعد"

کالم میٹھا سچ 611 از ڈاکٹر سلطان محمود

25 جون 2023ء کی ایک ٹھنڈی شام

طوفان بادو باراں کے بعد حسین شام کو انجوائے کرتے ہوئے چھ چھ سات سات سال کے پڑوسی بچے اپنی اپنی بالکنی میں کھڑے آپس میں بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہیں۔ اور ہم حیران ہو رہے ہیں کہ ان میں ہمارے وقتوں والی کوئی بھی بات نہیں۔ نہ جھجک اور نہ لحاظ۔ خوب خوب اپنی اپنی ہانک رہے ہیں اور ان کی باتیں نیچے کھڑے بکروں سے پھسلتی پھسلتی، فارچونرز، آوڈی اور ٹیسلا گاڑیوں، لیپ ٹاپ، موبایل فونز، سپر کمپیوٹر، ایپل ایپس، سولر سسٹم، وائی فائی کے علاوہ پیسے دھیلے اور چکاچوند سے متعلق ہی ہیں۔ ان کے ہیروز میں عمران اور مغرب ہے اور ان کی گفتگو سے جو موضوع بالکل غائب ہے وہ مذہب ہے۔

ہم آنے والے چالیس برس کا میں ایک بالکل واضح نقشہ دیکھ رہے ہیں۔

-------جاری

"شاباش سوشل میڈیا"

کالم میٹھا سچ 612 از ڈاکٹر سلطان محمود

26 جون 2023ء

ہم پچاس برس پہلے جنیٹکس کے مضمون میں ایسے جانداروں بارے پڑھ چکے تھے جن میں نر اور مادہ اعضاء بیک وقت پائے جاتے تھے۔ لیکن ایسی خصوصیات والا بکرا حال ہی میں ایک وڈیو میں دیکھا ہے۔ اس پوسٹ پر ہمارے سرگودھا کے ایک دوست نے بتایا ہی کہ ان کے ساتھ والے گاؤں میں ایک ایسا ہی بکرا اب بھی موجود ہے۔ ہم نے انہیں لکھا ہے کہ اگر بکرے کا مالک سمجھدار ہو اتو جینیاتی سائنس دانوں سے اس بکرے کی کروڑوں روپے قیمت وصول کر سکتا ہے۔

ہمیں انٹر کی بیالوجی میں ہر میفروڈائٹ یعنی ایک ہی جاندار میں نر اور مادہ کی خصوصیات بارے بتایا جا چکا تھا لیکن عملی زندگی میں ہم گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں بیالوجی کی پریکٹیکل کے پیریڈز میں صرف کیچوا ہی دیکھ سکے تھے اور مائیکروسکوپ کے نیچے ہمارے عظیم پروفیسر ڈاکٹر شبیر صاحب ہمیں تب اس کے نر اور مادہ اعضاء دکھایا کرتے تھے۔

اس وقت کالج کی لیب میں سادہ مائیکروسکوپ ہونے کے باعث ہمیں کیچوے کے یہ اعضاء اچھی طرح نظر نہیں آتے تھے لیکن کوئٹہ کے بولان میڈیکل کالج میں ایک برس ایم بی بی ایس کرنے کے بعد جب ہمارا داخلہ پنجابی ہونے کے باعث منسوخ کر دیا گیا تو ہمارے مرحوم دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد کی مدد سے ہمارا گریجوئیشن میں داخلہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ہو گیا جہاں پہنچتے

ہی ہمیں معلوم ہوا کہ ہماری فزیالوجی کی لیب میں کمپلیکس مائیکروسکوپ یعنی پیچیدہ خوردبین بھی موجود ہے۔ اللہ بھلا کرے اناٹومی کے پروفیسرز نسیم اور حر صاحبان کا کہ ہمارے ترلے کام آئے اور انہوں نے ہمیں فزیالوجی لیب میں پروفیسر صدیقی صاحب کے پاس بھجوا کر سفارش بھی کر دی۔

وہاں پھر ہم نے نا صرف کیچوے کے اعضاء تناسل دیکھے بلکہ مینڈک، چھپکلی، کاکروچ اور خرگوش کے الگ الگ نر اور مادہ اعضاء بھی دیکھے۔ وہاں تب تک ہمارے انٹر کے کلاس فیلو پروفیسر تنویر بھی استاد مقرر ہو چکے تھے اس لئے ہم نے اس وقت کی پاکستان میں موجود جدید ترین پیچیدہ خوردبین کو بھی دبیز غلافوں سے باہر دیکھا اور بڑی احتیاط سے استعمال بھی کیا جنہیں شاید پنجاب میڈیکل کالج کے اولین ڈاکٹروں نے بھی قسمت سے ہی دیکھا یا استعمال کیا ہو گا۔ کیونکہ 1974ء میں جب بھٹو صاحب نے پنجاب میڈیکل کالج قائم کیا تو اس کے غالباً ابتدائی دو سال کی اناٹومی اور فزیالوجی کی کلاسز ہماری فیکلٹی ہی میں ہوا کرتی تھیں۔

اب جو نہی یہ وڈیو ہاتھ لگی ہے تو پہلے تو ہم نے مصنوعی ذہانت کے اس دور میں اس پر اعتبار نہیں کیا اور نہایت باریک بینی سے اسے بار بار دیکھنے کے بعد اپنی پکی سہیلی چیٹ جی پی ٹی سے ان الفاظ میں رائے مانگی:

User (Dr Sultan Mahmood)

Today I have seen a buck with both male and female characters. Is it possible?

حسب معمول آدھے منٹ ہی میں اس مصنوعی ذہانت والی سہیلی نے 2021ء تک چھپنے والے ہزاروں مستند آرٹیکلز میں سے ڈھونڈ کر ہمیں یہ جواب ارسال کیا۔

Intersex Buck: Natural Variations

ChatGPT

Yes, it is possible for a buck (male deer) to exhibit both male and female characteristics. This phenomenon is known as intersexuality or hermaphroditism. Intersex individuals possess biological variations that do not fit typical male or female classifications. In the case of deer, intersex traits can occur due to a variety of factors, including genetic anomalies, hormone imbalances, or environmental influences.

Intersex conditions in deer can result in the development of both male and female sexual characteristics. For example, a buck may have antlers, which are typically associated with male deer, but also possess female reproductive organs or other female secondary sexual characteristics. These variations can occur

naturally in the wild, and although they may be relatively rare, they do happen from time to time.

It's important to note that intersexuality is not unique to deer; it can be observed in various animal species, including humans. In humans, intersex conditions manifest as a range of physical differences in reproductive or sexual anatomy, hormone levels, or chromosomal patterns.

اس کا اردو ترجمہ کچھ یوں کیا جا سکتا ہے۔

بیک وقت دونوں جنس کا حامل ہرن: قدرتی تنوعات

جی ہاں، یہ ممکن ہے کہ ایک نر ہرن (بک) میں مرد اور عورت دونوں کی خصوصیات ظاہر ہوں۔ اس مظہر کو انٹر سیکسیئلیٹی یا ہرمفرڈائٹزم کہا جاتا ہے۔ انٹر سیکس افراد میں ایسے حیاتیاتی تنوعات پائے جاتے ہیں جو روایتی مرد یا عورت کے زمرے میں نہیں آتے۔ ہرن کے معاملے میں، انٹر سیکس خصوصیات مختلف عوامل، جیسے جینیاتی بے قاعدگیاں، ہارمون کی عدم توازن، یا ماحولیاتی اثرات کے باعث ظاہر ہو سکتی ہیں۔

ہرن میں انٹر سیکس کی حالت سے مرد اور عورت دونوں کی جنسی خصوصیات کی نشوونما ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، ایک نر ہرن میں سینگ (جو عموماً نر ہرن سے منسوب ہوتے ہیں) ہو سکتے ہیں، مگر

اس کے ساتھ ہی مادہ تولیدی اعضا یا دیگر ثانوی مادہ خصوصیات بھی موجود ہو سکتی ہیں۔ یہ تنوعات جنگلی حیات میں قدرتی طور پر ظاہر ہو سکتے ہیں، اور اگرچہ یہ نسبتاً نایاب ہیں، مگر وقتاً فوقتاً پیش آتے ہیں۔

یہ نوٹ کرنا اہم ہے کہ انٹر سیکسیئلیٹی ہرن تک محدود نہیں؛ یہ مختلف جانوروں کی اقسام، بشمول انسانوں میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ انسانوں میں انٹر سیکس حالات تولیدی یا جنسی جسمانی ساخت، ہارمون کی سطح، یا کروموسومل نمونوں میں مختلف جسمانی اختلافات کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے سوشل میڈیا کے 14 سالہ استعمال کا زندگی میں جو چند دفعہ حقیقی فائدہ پہنچا ان میں یہ وڈیو بھی شامل ہے جس کی وجہ سے ہمیں تفصیل سے لکھنے کا موقع مل گیا ہے۔ ہم اس اتفاق پر میاں وقار صاحب کے بے حد مشکور ہیں۔

"Mass Illiteracy" Column Meetha Sach 613, By Dr Sultan Mahmood, 29 June 2023

All ruling dynasties of Pakistan were originated from three common sources. First was who served invaders, sacrificed local youth for master's defense, especially at WW2, and in return got perks & privileges in terms of land, title, ministries, etc. Examples are Bhutto, Tiwana, Ghafar Khan, Abida Hussain families, etc.

Second is the clergy or cleric folk who received lot of cash by the illiterate public at their shrines and made a lot of property at par with the first category. Their glaring examples are Shah Mahmood Qureshi, Tahirul Qadri, Fazalulrehman families, etc.

Third dynasty was composed of the goon's lot who gathered wealth through street crimes, intrigues, etc. They were raised from streets and the jails and gathered a lot of power, money and political influence in merely a few decades, thus became rulers. Best instances of third category are Altaf Hussain, Wayeen, Rana Sana, Aleem Khan, etc.

Then unfortunately due to the absence of patriotic leadership, all those three dynasties joined hands to grow further. They sent their descendants to western universities, joined armed forced, civil bureaucracy, trade industry, etc. and in disguise of ESTABLISHMENT, fully backed by American cause, took over the governance of the country even immediately after Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah.

Naturally this establishment occupied all financial resources, power corridors, industry, lands and even the smaller businesses like petrol pumps, thus further inflated. They are merely 10-12% but are brutally ruling rest of resource-less majority.

This game is on and on, for the last 75 years. Once ZA Bhutto hypocritically tried to trickle down power up to the labor class and landless farmers but failed being fake because he himself was a landlord belonging to aforementioned first category.

Second try is made recently by IK, who is truly from another category, the fourth one, so-called middle class but actually has

the heroic personality. If he could succeed, all first three dynasties would have been melted, thus he was made a failure based on some of his personal weaknesses.

Bhutto was willfully made a failure example, then the nation suffered for half a century, and if now Imran Khan is made another failed example, I don't know how many further decades will crush the common man.

Salute to social media that Imran Khan could get that much fame which turned out of the control of establishment but real dilemma of the public miseries is not the establishment's clutches but public's MASS ILLETERACY.

"اجتماعی جہالت "یاماس ال لٹریسی

کالم میٹھا سچ 613، از ڈاکٹر سلطان محمود، 29 جون 2023

پاکستان کی تمام حکمران خاندانوں کی اصل تین عام ذرائع سے ہے۔ پہلا وہ ہے جو حملہ آوروں کی خدمت کرتے رہے، اپنی مقامی نوجوان نسل کو جنگِ عظیم دوم میں آقاؤں کی حفاظت کے لیے قربان کیا اور اس کے بدلے زمینیں، عہدے، وزارتیں وغیرہ حاصل کیں۔ اس کی مثالیں بھٹو، ٹوانہ، غفار خان، عابدہ حسین کے خاندان وغیرہ ہیں۔

دوسری قسم علماء یا مذہبی شخصیات پر مشتمل ہے جنہیں عوام سے ان کی درگاہوں پر بڑی رقوم ملتی رہیں اور انہوں نے پہلی قسم کے برابر جائیدادیں بنائیں۔ ان کی نمایاں مثالیں شاہ محمود قریشی، طاہر القادری، فضل الرحمن کے خاندان وغیرہ ہیں۔

تیسری قسم میں جرائم پیشہ افراد شامل ہیں جنہوں نے گلی محلے کے جرائم، چالبازیوں وغیرہ کے ذریعے دولت اکٹھی کی۔ یہ لوگ سڑکوں اور جیلوں سے اٹھ کر چند دہائیوں میں بے پناہ طاقت، دولت اور سیاسی اثر و رسوخ کے مالک بنے اور حکمران بن گئے۔ اس کی بہترین مثالیں الطاف حسین، وائیں، راناثنا، علیم خان وغیرہ ہیں۔

بدقسمتی سے محب وطن قیادت کی عدم موجودگی میں ان تینوں خاندانوں نے باہمی اتحاد کر لیا اور مزید ترقی کی راہ اختیار کی۔ انہوں نے اپنی اولاد کو مغربی یونیورسٹیوں میں بھیجا، افواج، سول

بیوروکریسی، صنعت و تجارت میں شامل کرایا، اور اسٹیبلشمنٹ کے پردے میں امریکی مفادات کے تحت پاکستان کی حکومت پر قبضہ کر لیا، حتیٰ کہ قائداعظم محمد علی جناح کے فوراً بعد سے ہی۔

فطری طور پر اسٹیبلشمنٹ نے تمام مالی وسائل، طاقت کے راستے، صنعت، زمینیں اور چھوٹے کاروبار جیسے پٹرول پمپ تک پر قبضہ کر لیا، جس سے ان کی طاقت اور بڑھ گئی۔ یہ محض 10-12٪ ہیں مگر بے رحم طریقے سے باقی بے وسیلہ عوام پر حکومت کر رہے ہیں۔

یہ کھیل گزشتہ 75 سالوں سے جاری ہے۔ ایک بار ذوالفقار علی بھٹو نے منافقت سے مزدور طبقے اور بے زمین کسانوں تک طاقت پہنچانے کی کوشش کی، لیکن وہ ناکام رہے کیونکہ وہ خود جاگیر دار تھے اور اسی پہلی قسم سے تعلق رکھتے تھے۔

حالیہ کوشش عمران خان نے کی، جو کہ چوتھی قسم، نام نہاد متوسط طبقے سے ہیں، لیکن ان میں بہادری کا جذبہ ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتے، تو پہلی تینوں اقسام کے خاندانوں کا خاتمہ ہو جاتا، اس لیے ان کی کچھ ذاتی کمزوریوں کی بنا پر انہیں ناکام بنا دیا گیا۔

بھٹو کو جان بوجھ کر ناکامی کی مثال بنایا گیا اور قوم نے نصف صدی تک اس کا خمیازہ بھگتا، اور اگر اب عمران خان کو بھی ناکام بنا دیا گیا تو مجھے نہیں معلوم کہ عام آدمی کو کچلنے میں کتنی مزید دہائیاں لگیں گی۔

سلام ہے سوشل میڈیا کو جس کی بدولت عمران خان کو اتنی شہرت ملی جو اسٹیبلشمنٹ کے قابو سے باہر ہو گئی، مگر عوام کی مصیبتوں کا اصل مسئلہ اسٹیبلشمنٹ کے شکنجے میں نہیں، بلکہ عوام کی "اجتماعی جہالت" میں ہے۔

"شکر ہے شہر صاف ہوا"

کالم میٹھا سچ 614 از ڈاکٹر سلطان محمود

2 جولائی 2023ء

ہم بڑے خوش ہیں کہ آلائشیں ٹھکانے لگ گئیں

اگر ہمیں یہ پتہ چل جائے کہ آج ہم نے کتنے بلین ڈالر کا زرمبادلہ ضائع کیا تو واقعی ہمارا تراہ نکل جائے۔

اس گندگی یا جسے ہم آلائش کا نام دیتے ہیں اگر اسے باقاعدہ پراسس کیا جاتا۔

تو اس سے بننے والی حلال پراڈکٹس کی ویلیو کتنے بلین ڈالرز تھیں؟

بخدا ہماری سوچ سے بھی زیادہ لیکن ہمیں یا تو قربانی کا گوشت فریج میں ٹھکانے لگانا، کھانا، تقسیم کرنا اور گوشت مانگنا سکھایا گیا ہے۔

یاد رکھیں۔

ایک جانور سے نکلنے والے گوشت کا کل جانور سے نکلنے والے ان اجزاء جن سے دیگر پراڈکٹس تیار ہو سکتی ہیں وہ ساٹھ فیصد ہے۔

بات درست ہے لیکن ہمارے ہاں اس نقطے پر غور کرنا بہت ضروری ہے اور کم سرمائے سے یہ کام کرنا ممکن بھی ہے اور بیشمار خام مال انتہائی سستا لے کر اچھا خاصہ منافع کمایا جاسکتا ہے کیونکہ اگر ریڈ میٹ میں گوشت: چھچھڑے کا تناسب 40:60 ہے تو مرغ میں 35:65 ہے یعنی مزید خام مال برائلر انڈسٹری سے مل سکتا ہے۔ سے آج تک سب سے زیادہ ضروری چیز یعنی توانائی نہیں بنی، بائی پراڈکٹ غذائیں کون بنائے گا؟

اگر ایسی انڈسٹری لگ جائے تو دیگر بیشمار فوائد کے علاوہ آنتوں سے کشید شدہ ناقص تیل سے ہوٹلوں کے کھانے اور شوارمہ برگر وغیرہ بھی صحت بخش بن سکتے ہیں۔

Environmentalist Nouman Ashraf: Continuous supply chain management is vital for production facilities. In business as usual, all the waste produced by the meat industry is already utilized in different productions (I have seen many production facilities depending upon meat waste). Each component of waste has production lines associated with it (legal or illegal, that's another debate).

Sources of supply are widely distributed across Pakistan, so maintaining the supplies is always critical, sometimes

economically unviable especially in case of extreme events like Eid.

Investors always invest in risk managed and continuous supply chains ..

Dr Sultan Mahmood: Regular supply chains are already available like Waste Management Companies, but investors are not interested.

This practice is not carrying out in a professional way keeping in view the health and hygiene because it doesn't come under any regulatory body. Waste to energy and other products solution is not taken at national level concern.

Govt. is still at level.

"how to dispose off"

Ma'am, you are right about health and hygiene.

There are good production facilities as well;

And Punjab Food Authority has registration procedures for these facilities;

Env Nouman Ashraf: Meat Waste Suppliers are already connected with the collection centers of these facilities; these facilities pay to the shops / centers for these collections.

Waste Management Companies are no wherein regular/ day to day meat waste collection; only responsible for Eid Operations.

Production facilities don't collect on Eid as they didn't have the capacity to tackle it. (Once in a year)

Dr Sultan Mahmood: But operating individually, including WM companies, they must be under one umbrella like Dubai Municipality.

ماحول دوست نعمان اشرف: پیداوار کی سہولیات کے لیے مسلسل سپلائی چین کا انتظام بہت ضروری ہے۔ عمومی کاروبار میں، گوشت کی صنعت سے پیدا ہونے والا تمام فضلہ پہلے ہی مختلف پیداواری کاموں میں استعمال ہوتا ہے (میں نے ایسی کئی پیداواری سہولیات دیکھی ہیں جو گوشت

کے فضلے پر منحصر ہیں)۔ فضلے کے ہر حصے سے متعلق پیداواری لائنیں موجود ہیں (قانونی یا غیر قانونی، یہ الگ بحث ہے)۔

سپلائی کے ذرائع پورے پاکستان میں وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے ہیں، لہٰذا سپلائی کو برقرار رکھنا ہمیشہ اہم ہوتا ہے، بعض اوقات یہ معاشی لحاظ سے ممکن نہیں ہوتا، خاص طور پر عید جیسے انتہائی مواقع پر۔

سرمایہ کار ہمیشہ ایسے سپلائی چینز میں سرمایہ کاری کرتے ہیں جو خطرے کے تحت منظم ہوں اور مسلسل فراہم کیے جاتے ہوں۔

ڈاکٹر سلطان محمود: باقاعدہ سپلائی چینز پہلے سے دستیاب ہیں جیسے کہ ویسٹ مینجمنٹ کمپنیاں، مگر سرمایہ کار دلچسپی نہیں رکھتے۔ یہ عمل صحت اور صفائی کو مدنظر رکھتے ہوئے پیشہ ورانہ طریقے سے نہیں کیا جا رہا، کیونکہ یہ کسی بھی ریگولیٹری باڈی کے تحت نہیں آتا۔ فضلے سے توانائی اور دیگر مصنوعات کی تیاری کے حل کو قومی سطح پر نہیں لیا گیا۔

حکومت ابھی تک "کس طرح ٹھکانے لگائیں" کے مرحلے پر ہے۔

میڈم، آپ صحت اور صفائی کے بارے میں بالکل صحیح کہہ رہی ہیں۔ کچھ اچھی پیداواری سہولیات بھی موجود ہیں؛ اور پنجاب فوڈ اتھارٹی کے پاس ان سہولیات کے لیے رجسٹریشن کے طریقہ کار ہیں۔

ماحولیاتی دوست نعمان اشرف: گوشت کے فضلے کے سپلائرز پہلے سے ان سہولیات کے کلیکشن سینٹرز سے جڑے ہوئے ہیں؛ یہ سہولیات دکانوں / سینٹرز کو ان کلیکشنز کے لیے ادائیگی کرتی ہیں۔ ویسٹ مینجمنٹ کمپنیاں معمول کے روزمرہ کے گوشت کے فضلے کے کلیکشن میں کہیں شامل نہیں؛ صرف عید کے آپریشنز کے لیے ذمہ دار ہیں۔

پیداواری سہولیات عید پر کلیکشن نہیں کرتیں کیونکہ ان کے پاس اسے سنبھالنے کی صلاحیت نہیں ہوتی (سال میں ایک بار)۔

ڈاکٹر سلطان محمود: مگر یہ سب الگ الگ کام کر رہے ہیں، بشمول ویسٹ مینجمنٹ کمپنیز، انہیں ایک چھتری کے نیچے ہونا چاہیے جیسے کہ دبئی میونسپلٹی۔

"کھا کھسماں نوں"

کالم میٹھا سچ 615 از ڈاکٹر سلطان محمود

8 جولائی 2023ء

ہمارے ایک قلمی دوست نے آج سوال کیا ہے کہ روائتی قسم کے معاشقے اور جنسی تعلق کے بغیر بھی مرد عورت کی دوستی ہو سکتی ہے؟ میں نے جواباً تحریر کیا کہ پروفیشنل لائف بشمول ادوار طالب علمی میں میری بیشمار خواتین دوست رہیں اور بعض تو اب تک ہیں جہاں ہم مدتوں اکٹھے رہے، گھومے پھرے اور اکثر اوقات دنوں اور گھنٹوں کے حساب سے اکیلے بھی ملتے رہے لیکن خواتین کے احترام کے لئے کبھی بھی میں سفلی جذبات کے قعر مذلت میں نہیں گرا۔ اس میں زیادہ مزے کی بات یہ ہے کہ اکثر خواتین سے تو اچھی خاصی intimacy تک رہی خصوصاً مغرب کے تعلیمی اداروں اور ملازمتوں میں بھی، پسندیدگی اتنی کہ لوگ افواہیں بھی اڑاتے تھے اور اوپر سے زیادہ دلچسپی کی بات یہ کہ عین عنفوان شباب میں بھی لیکن کم از کم میں تو کبھی جنسی تعلق تو دور کی بات عشق و محبت کے بکھیڑے میں بھی نہیں الجھا۔ اپنی تمام زندگی میں صرف ایک مختصر عرصہ چھوڑ کر میں کبھی مذہبی نہیں رہا۔ علاوہ ازیں نہ کسی بیماری و معذوری کا شکار رہا اور نہ ہی کسی نفسیاتی کمزوری میں مبتلا رہا۔

ایسی قریبی دوستیوں میں بھی جسمانی تعلق سے لاتعلقی کی بنیادی دو وجوہات تھیں۔ اول گھریلو تربیت اور دوم یہ تصور کہ ایسا کرنے سے میری بیوی کے حقوق پر ڈاکہ پڑے گا۔ میری اس سوچ

اور کردار کا منفی پہلو یہ نکلا کہ میں سفلی معاملات میں خاصہ لاپرواہ بن گیا تھا بلکہ یہاں تک کہ میں اپنی فرینڈز، کزنز، دفتری ساتھیوں نیز ماتحت لڑکیوں کے ساتھ آزادانہ سفر کرتے ہوئے ان کی اس وقت اپنی بیوی سے بھی ملاقات کرا دیتا تھا جب انہیں بٹھائے گاڑی مجھے پک کرنے گھر آتی تھی۔ نیز اسی پاک صاف سوچ کے ساتھ چند برس قبل تک ان کے ساتھ بنی سینکڑوں تصاویر بھی فیس بک وغیرہ پر لگا دیتا تھا جہاں دور پار کے دوستوں کے علاوہ میری بیوی، بیٹیاں، سالے، بھائی بہنیں و دیگر رشتے دار بھی فرینڈ لسٹ میں تھے۔

لیکن ہمارے معاشرے کی پنچ سوچ والے بہت سوں نے مجھے بھی اپنے جیسا پنچ سمجھ کر ایک جانب مجھے پلے بوائے کہنا شروع کر دیا اور دوسری جانب میری وہمی بیوی کے کان بھی خوب خوب بھرے۔ پھر مجھے ایک دن یہ سوچ کر محتاط ہونا پڑا کہ بد سے بدنام برا والی بات میں کافی حقیقت ہے۔ مجھے پھر شدت سے احساس ہونے لگا گیا کہ میں ایک بیمار معاشرے میں رہتا ہوں کوئی کسی مغربی ملک میں نہیں۔ لہٰذا میں اب ہر کسی سے نالاں رہنے لگ گیا ہوں۔

مجھے الحمدللہ والدین پرفیکٹ ملے، بزرگ اچھے ملے لیکن اس پر بھی معرکہ یہ ہوا کہ میرے گوروں کے ساتھ گزارے ہوئے کافی سالوں نے مجھے کردار سازی کا حوصلہ دیئے رکھا۔ لیکن اب میں ہار گیا ہوں اس گندے خیالات والے پاکستانی معاشرے سے جو وضاحت تسلیم نہیں کرتا اور اپنے جیسا گندہ ہی دوسروں کو بھی سمجھتا ہے۔ میری جاسوسی کے لئے میرے بہت قریبی رشتے دار بھی میری فرینڈز لڑکیوں اور عورتوں تک جا پہنچے لیکن گھاس چر کے اور راکھ کھا کر ہی واپس پلٹے۔ بعض معافی کے طلبگار بھی ہوئے لیکن میں نے ان کی حرکتوں سے تھک کر ان کو معاف نہ کرنے کی قسم کھا

رکھی ہے اور کسی ایسے معاشرے میں جا بسنے کا ارادہ کر لیا ہوا ہے جہاں لوگ اپنے کام سے کام رکھتے ہوں اور لعنتی قسم کی سوچ کے مالک نہ ہوں۔

محاورہ ہے کہ جیسا دیس ویسا بھیس لیکن اس محاورے کے گھڑنے والے کی منافقانہ سوچ سے مجھے ہمیشہ ہی اختلاف رہا اور میں نے اپنی تربیتی سوچ پر کبھی بھی کمپرومائز نہیں کیا۔ ساری سختیاں اپنی جان پر سہیں لیکن منافق نہیں بن سکا۔ میں خود ہی اپنے چالیس سالہ پرانے شعر کی مثال ہوں۔

وہی کرو جو دل میں آئے۔۔۔۔

چاہے اپنے بنیں پرائے۔۔۔۔

"ایلوپیتھی کیسے چھا گئی"

کالم میٹھا سچ 616 از ڈاکٹر سلطان محمود

9 جولائی 2023ء

برائے محمود فیاض

ایک قلمی دوست ہومیوپیتھی کے درجن بھر ذاتی تجربات کے بعد معاصر دوستوں سے رائے طلب کر رہے ہیں کہ تبصرہ کریں۔ عرض کیا کہ سرجی جدید میڈیکل سائنس ذاتی شہادتیں نہیں مانتی جب تک اس کی سائنسی وجوہ خود نہ دریافت کر لے۔

آپ نے تو محض آٹھ دس ذاتی تجربات بیان کئے ہیں ایسی ہی سینکڑوں ذاتی شہادتیں مجھے حجامہ، الیکٹروہومیوپیتھی، آکوپنکچر، آکوپریشر، طب یونانی، رنگوں سے علاج، پانی اور گرم پانی سے علاج، غذاؤں سے علاج، ہربل طریق علاج، نفسیاتی تحلیل، جادوٹونہ، دم درود، قرآن کریم کی آیات سے علاج، جھاڑ پھونک، شعاؤں سے علاج، مسمیرزم، ہپناسس، دست شفقت سے علاج، وغیرہ وغیرہ کے علاوہ ایلوپیتھی کے غیر مستند ڈاکٹروں سے پچھلے تیس برس میں مل چکی ہیں۔ لیکن یہ کیا کہ دنیا کے طول و عرض میں صرف ایلوپیتھی ہی مستند قرار پائی ہے اور باقی سبھی کچھ کو عطائی گیری تصور کیا جاتا ہے؟

ہر ایک طریقہ علاج اپنی خوبیوں اور خامیوں کا مرقع ہوتا ہے اور اس کی کامیابی یا ناکامی کا تعلق مخصوص تاریخی اور سماجی سوچ عوامل سے مل کر بنتا ہے یہ بھی مریض کی مرضی ہوتی ہے کہ اس نے کون سا طریقہ علاج منتخب کرنا ہے لیکن باعلم سنجیدہ مشاہیر کے بقول ایلوپیتھی یا روائتی طریقے علاج کی کامیابی کی مندرجہ ذیل پانچ بنیادی وجوہات ہیں جو اسے دوسرے تمام طریقوں سے ممتاز رکھتی ہیں۔:

اول، سائنسی تحقیقات، یعنی مریض کی حفاظت، علاج کی تاثیر اور سچائی کے ثبوت سائنسی لیبارٹری اور کلینیکل مشقوں کے علاوہ عم عصر محققین کی رائے سے مشروط کر کے ثابت کرنا نہ کہ مریضوں کی پسند ناپسند کی بنیاد پر ثبوت اکٹھے کرنا۔

دوم، وسیع البنیاد علاج کی آپشنز، یعنی دوا، سالٹ کی مقدار، مریض کی نفسیات و فزیالوجی اور جراحی کو سامنے رکھ کر مختلف بیماریوں کا علاج تجویز کرنا نہ کہ ہر ایک کو میٹھی گولیاں یا اپنی بنائی گئی پڑیا کھلاتے چلے جانا۔

سوم، تشخیص میں جدید ٹیکنالوجی کا استعمال، یعنی علاج کا فیصلہ محض تجربے سے کرنے کی بجائے جدید لیبارٹری کے مستند طریقہ کار، باریک بین امیجنگ اور مصنوعی ذہانت سے مدد لے کر ایک مجموعی انداز اپنانا تاکہ غلطی کا امکان کم سے کم رہے۔

چہارم، متفقہ قوانین کی بنیاد پر کوالٹی کنٹرول، یعنی ایلوپیتھی کی ادویات سازی، مستحکم پروسیجرز بلکہ کلینک یا ہسپتال بنانے کے ہر پہلو پر قانون سازی کرنا اور اس پر عمل بھی کرنا۔ مقصد صرف عالمی معیار کو برقرار رکھنا ہے۔

اور پنجم، کسی بھی ملک کے مروجہ نظام صحت میں تسلیم شدہ پریکٹس۔ یعنی ایلوپیتھی کی پوری عمارت کسی بھی ملک کے نظام صحت سے پوری طرح مربوط نظر آئے یعنی اس کے ہسپتال، تحقیقی مراکز اور میڈیکل تعلیم وغیرہ ایک جیسی ہو اور پریکٹشنرز سے لے کر فارمیسی، ادویہ ساز کمپنیاں وغیرہ اس ملک کے اوپر سے لے کر نیچے تک سارے ڈھانچے سے منظم نظر آئے۔

ایلوپیتھی کی تحقیق و ترویج میں سرمایہ دار ممالک نے کھربوں ڈالر خرچ کر ڈالے ہیں جبکہ اس کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے متبادل سسٹم نے سائنسی تحقیق پر خرچ نہیں کیا لہٰذا اس روایتی طریقہ علاج کو رد کرنا ویسے ہی دانشمندی نہیں۔

"چینی بوزنا"

کالم میٹھا سچ 617 از ڈاکٹر سلطان محمود

9 جولائی 2023ء

یہ صاحب کہہ رہے کہ گوادر کو چین ستر سالوں سے سمجھ چکا ہے اور امریکہ وروس بھی اسے خوب سمجھتے ہیں، نہیں سمجھا تو پاکستان نہیں سمجھا لیکن ہماری "عقلمند" عوام کے ایک گروہ کو یقین ہے کہ گوادر کو سب سے پہلے زرداری سمجھا اور اس نے "کام" شروع کرادیا، دوسرے "زیرک" گروہ کو یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ گوادر کے ذریعے ترقی کرنے کا چین کو فارمولا ہی نواز شریف نے سمجھایا تھا۔ اب الحمدللہ تیسرا "دور بین" گروہ بھی وجود میں آچکا ہے جو سمجھتا ہے کہ گوادر عمران ہی مکمل کرے گا۔ اب بتائیں اتنے عقلمندوں میں ان صاحب جیسے واحد "بے وقوف" بھلا کہاں آن پھنسے ہیں؟

ہمیں تو دو دفعہ گوادر میں رہ کر یہی نظر آیا ہے کہ گوادر ایک تربوز کی مانند ہے۔ باہر سے جتنا چاہے سبز ہو اندر سے پورا پورا لال ہے۔ گوادر میں دنیا کے سبھی بندر ابھی تک صرف سبز چھلکے کے گرد گھوم رہے ہیں لیکن چینی ٹٹینا سرخ گودے تک پہنچ چکا ہے۔

"ایک روپے میں چائے کا کپ"

کالم میٹھا سچ 618 از ڈاکٹر سلطان محمود

10 جولائی 2023ء

آج فیس بک پر 1985ء کا ایک نرخ نامہ میری نظر سے گزرا تو میں قیمتیں دیکھ کر ٹھٹک گیا اور 37 سال قبل کے نرخ میری آنکھوں میں گھومنے لگے۔ کچھ چیزیں اس نرخ نامے میں دوکان کے دائرے سے باہر ہونے کے باعث درج نہیں تھیں۔ مثلاً مجھے یاد ہے کہ تب ہم مین مارکیٹ سمن آباد لاہور میں دو روپے کا پان اور دو روپے کی سیون پینے جایا کرتے تھے۔ ایک روپے کی قلفی کھوئے والی، دو روپے کی فروٹ چاٹ، ایک روپے کا سموسہ اور دو یا تین روپے کی دہی اور کھوئے والی لسی کا بڑا سا گلاس مل جایا کرتا تھا۔ نئی شرٹ دو سو کی، پتلون چار سو کی، جوتے چار سے سات سو کے۔ مجھے یاد ہے ڈلہوزی شوز انارکلی کے مالک کو جب اس کی بیوی نے قتل کر دیا تو میں نے اسی دکان سے جوتے خریدنے شروع کر دیئے تھے نجانے کیوں۔ ڈیڑھ سو کی بیلٹ اور چالیس کی جرابیں خرید کر پھولے نہ سماتا تھا۔ تب جاوید بکس ریگل سے دو ڈھائی سو کی امریکہ کی چھپی کتابیں مل جاتی تھیں بلکہ فٹ پاتھ سے تو کتابیں بیس تیس کی مل جاتی تھیں لیکن پرانی۔

میرے پاس تب ویسپا ہوتا تھا جس کا آٹھ یا دس روپے لٹر پٹرول مجھے مہنگا لگنا شروع ہوا تو میں نے اسے چھبا ور کشاپ پہ محض اٹھائیس سو میں بیچ کر چھ ہزار کی سوزوکی ففٹی خرید لی۔ ایک روز انارکلی گھومتے میرے دو سالہ بیٹے کو ایک کھلونا گاڑی پسند آ گئی اور وہ ضد پر اتر آیا۔ دوکاندار میری مجبوری

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو سو روپے کی قیمت پر اڑ گیا جس پر طیش میں آ کر میں نے اپنے بچے ہی کی پٹائی کر دی۔ بالآخر اسے جب لے دی تو گھر آ کر دوسروں کے سامنے چلا کر اس کی اکڑ مجھے اب بھی یاد ہے۔ شاید اسے بھی یہ بات یاد رہ گئی ہو گی جو اس نے پھر بڑے ہو کر مجھے کئی گاڑیاں دے کر قرض اتارا۔ ویسے یہ الگ بات کہ تب اس کی ماں نے اس گاڑی کو سنبھالا زیادہ اور چلانے کم کم ہی دیا۔ وہ پرانی گاڑی اتنی پائیدار تھی کہ تنگ آ کر ہم نے اس سے ابھی چند سال پہلے کہیں پھینکا ہے۔

خیر یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ تب میری دو نوکریوں سے ماہانہ آمدن بھی محض پانچ چھ ہزار روپیہ تھی۔ ڈھائی ہزار ماہانہ گریڈ سترہ کی سرکاری نوکری کی اور لگ بھگ چار ہزار روپے نیشنل فاؤنڈیشن سکول میں شام کی کلاسز لینے کے۔ واہ رے وہ زمانے۔ امن، شائستگی، ارزانی، دوستی، سادگی اور مروت تب زندہ تھی اللہ بخشے۔

پھر تنخواہیں بڑھتی گئیں مگر مہنگائی اس سے زیادہ تیزی سے بھاگتی رہی۔ آج کا دن آپ سب کے سامنے ہے۔ ان 37 برسوں میں دودھ، روٹی، دال، سبزی، گوشت، گھی، چائے، انڈے کی قیمتیں لگ بھگ چالیس سے پچاس گنا بڑھ گئی ہیں۔ شرٹ، ٹائی، پتلون، کوٹ وغیرہ کی بھی اتنی ہی مگر پراپرٹی کی قیمت ڈیڑھ سو گنا بڑھی ہے۔ گاڑی، گھر اور زیور کی قیمتیں بھی سو گنا ہو گئی ہیں لیکن ایک عام آدمی کی آمدن بھلا کتنی بڑھی ہے، محض چالیس گنا۔ مہنگائی اور آمدن کی شرح کا مقابلہ کریں تو آج کا گریڈ سترہ کا ملازم صرف کھانا ہی پورا کر سکتا ہے ماہانہ تنخواہ میں اور جائز آمدن کے اندر رہ کر بھول جائے کہ گاڑی، گھر یا زیور بھی خرید پائے گا یا بچوں کو تعلیم دلوا پائے گا۔

یہ دولت کی نامنصفانہ تقسیم کس المیے کے شاخسانے ہیں بھلا؟ اگر فتویٰ لگ بھی جائے تو کیا ڈر ہے سچ سچ ہی رہے گا۔ یہ نتیجہ ہے کاکے پر کاکے کا اور ناکے پر ناکے کا۔ اور انہی کے دم سے پھر کرپشن اب جائز جائز سی لگنے لگ گئی ہے۔ رہے نام اللہ کا

"انشاء جی اٹھو"

کالم میٹھا سچ 619 از ڈاکٹر سلطان محمود

10 جولائی 2023ء

اسلام آباد میں کل کی "غذائی تحفظ" والی کانفرنس کے بارے سننے کے بعد بہت حیرانگی ہوئی کہ ایک ایک ڈالر کے لئے مرنے والی حکومت اگلے تین سے پانچ سال میں تیس سے پچاس ارب ڈالر کہاں سے لائے گی؟

پھر کافی دیر سوچنے اور اس پوسٹ کو پڑھ کر کسی خاص نکتے پر غور کرنے لگ گیا اور پھر بآسانی اس حیرانگی سے باہر نکل آیا کہ پاکستان کے ٹاپ فائیو "فوڈ سکیورٹی ایکسپرٹ" ہونے کے باوجود بالآخر مجھے کیوں اس کانفرنس میں مدعو نہیں کیا گیا؟ یہ سوچ کر اپنی کم مائیگی پر خاصہ افسوس ہوا کہ کاش میں بھی ماضی میں فوج میں بھرتی ہو گیا ہوتا تو آج شاید "کی نوٹ ایڈریس" میں ہی دے رہا ہوتا۔ آج سے سمجھیں زرعی شعبہ بھی میرے جیسے بلڈی سویلین کے ہاتھ سے گیا۔

انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو' اس شہر میں جی کا لگانا کیا۔۔۔

"چول"

کالم میٹھا سچ 620 از ڈاکٹر سلطان محمود

12 جولائی 2023ء

ناول پڑھنے والی خواتین خیالوں کی دنیا میں بس کر حسن، خوبصورتی و روزمرہ کے معاملات کا معیار مصنوعی طور پر اونچا کر بیٹھتی ہیں اور عملی زندگی میں آئیڈیلزم کا شکار ہو کر ارد گرد والوں کو مصیبت میں ڈالے رکھتی ہیں۔ اللہ بخشے میری والدہ نا صرف ناول پڑھتی تھیں بلکہ سگریٹ بھی نوش فرماتی تھیں۔ مجھے پہلے بیٹے کے پیار کے باعث چھوڑ کر باقی سب کے لئے مصیبت بنی رہتی تھیں۔ ایسا ہی ماحول میری دو خالاؤں اور دو دیگر قریبی خواتین کے گھر کا بھی تھا۔ یہ سبھی بزرگ خواتین خاندان اور اڑوس پڑوس میں لوگوں سے میل جول بھی بہت رکھتی تھیں لہٰذا سب کا مشترکہ مسئلہ یہ تھا کہ گھر کے کام کاج میں ان کا دل نہیں لگتا تھا۔ ذرا اندازہ کریں کہ اگر ایک ہاتھ میں ناول اور دوسرے میں سگریٹ ہو تو بچوں کا شور کہاں برداشت ہوتا ہو گا۔ اور پھر دوپہر کھانے کے بعد اگر ایک ڈیڑھ گھنٹے کا قیلولہ بھی لازمی فرمانا ہو تو پھر "پے گئیاں پوریاں". ابھی ہفتہ وار سینماء جا کر فلم دیکھنا ایک الگ سے مہم جوئی تھی جس کا انتظام یعنی تانگہ لانا، خواتین کو بھرنا، ٹکٹ خریدنا، انٹرول میں مونگ پھلی نیز سموسے لانا میری ذمہ داری ہوتا تھا۔ غمگین سین پر میں خواتین کو دیکھ کر حسب توفیق تھوڑا سا رو بھی لیتا تھا جس پر میری والدہ محبت سے نہال ہو جاتی تھیں۔ مثلاً فلم "بابل دا ویہڑہ" کا ہیروئین کی غمگین آواز میں اس گیت "میں داروں وچھڑی، اک کونج نمانی" پر سبھی منہ چھپا چھپا کے اس قدر روتی تھیں کی مجھے بھی ہیروئن پر سے نظریں گاڑنی پڑ جاتی تھیں۔ دن بھر ریڈیو سے

نغمے بکھرتے رہتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے گھر میں ٹی وی رات نو سوا نو بجے قومی ترانے کے بعد ہی بند ہوتا تھا اور مجھے سکون سے پڑھائی کرنے کا موقع ملتا تھا۔ رضیہ بٹ، اے آر خاتون اور حسینہ معین کے ناول نیز خواتین ڈائجسٹ بڑے سنبھال کر رکھے جاتے تھے اور مجال ہے کسی کی کہ انہیں کوئی ہاتھ بھی لگالے۔ ہم اکثر امی کو چڑاتے تھے کہ اگر آپ کے بستر پر ایمبیسی کی ڈبیہ، ناول اور آئینہ اٹھا لیا جائے تو آپ ساری رات جاگتے گزار دیں گی۔ اس طنز پر خصوصاً مجھے 'چول' کا خطاب ملتا تھا۔

"دو چار ہاتھ جب کہ"

کالم میٹھا سچ 621 از ڈاکٹر سلطان محمود

13 جولائی 2023ء

جس طرح کوئی زر خرید غلام سے دھمکیاں سن کر برداشت نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی عمران نے اپنی نااندیشی کے سبب جس طرح اپنے آقاؤں کو آنکھیں دکھائیں اسی پر ہمارے یہاں امریکی ایجنٹوں کو رجیم چینج کا ٹاسک ملا۔ پاکستان ایسا ملک ہے کہ عمران کو قتل کر کے الزام سر لینے سے زیادہ آسان یہ کام تھا کہ ایک جانب ہم پر فیٹف چڑھا دی جائے، دوسری جانب آئی ایم ایف کو قرضہ دینے سے منع کر دیا جائے اور تیسری جانب حکومت پر اپوزیشن کو بھلے سے غیر جمہوری ہی سہی غالب کر دیا جائے چاہے اس کے لئے عدلیہ کو استعمال کرنا پڑے یا فوجی اسٹبلشمنٹ کو۔

بہر حال جب اس وقت کی اپوزیشن کی بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا تو امریکہ نے ان کی ہر شرط مانی جس میں منی لانڈرنگ کے کھربوں کی کرپشن کی معافی بھی شامل تھی۔ اس لحاظ سے پی ڈی ایم کامیاب رہی کہ این آر او بھی لے لیا، حکومت بھی ایک تیرہ کے تناسب سے اچک لی۔ پی ٹی آئی بھی اسٹیبلشمنٹ سے تڑوا کر ایسی جنگلی صورتحال پیدا کر دی کہ جہاں لگڑ بگڑوں کا جھنڈ شیر کی ہڈیاں تک چبا جانے کو امڈا آرہا ہے۔

فیٹف سے جان چھوٹنی، تین ارب کی بھیک مل جانے کی تو سمجھ آ گئی کہ یہ امریکی ڈیل کا حصہ تھا مگر یہ بات تو کسی بھی صورت مانی نہیں جا سکتی کہ امریکہ سی پیک میں مدد کرے گا۔ اس کی باوزن دلیل آپ کو غیر جانبداری سے ڈھونڈنی پڑے گی۔

اس سارے ٹوپی ڈرامے میں عوام کا جو کریہ کرم ہونا تھا وہ تو ہو گیا لیکن زرداری فائدہ اٹھا کر بیٹے کو وزیر اعظم بنوالے گا اور میاں صاحب منہ دیکھتے رہ جائیں گے ایسا شاید نون لیگ نے سوچا بھی نہ ہو گا اور شاید نیلسن منڈیلا صاحب کا چوتھی دفعہ اپنی آل اولاد کے دن پھیرنے کا خواب شاید اب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے کیوں کہ بڑے میاں صاحب خواب میں بھی زرداری کی قلابازیوں اور مکاریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ افسوس کہ نون لیگ بیچاری نہاتی دھوتی اور بنی سنوری ہی رہ جائے گی اور بالآخر کون سوچ سکتا تھا کہ نون لیگ پی ڈی ایم سے نکل کر سڑکوں پر آ جائے گی جس کا وقت ہو چاہتا ہے۔

"عمران اپنے حصے کا کام کر گیا ہے"

622 کالم

ابھی یقیناً اس قوم کی قسمت میں بہت اندھیرے لکھے ہیں جو یوں عمران خان کو ہٹا دیا گیا ہے۔ اس قوم میں جناح کے بعد صدیوں میں دیدہ ور پیدا ہوا تھا لیکن طبقہ بد معاشیہ کے شکار مفاد پرست اور کند ذہن گروہ نے دوبارہ اس ملک کو مغربی غلامی میں دے دیا صرف اپنے چند ٹکوں کے لالچ میں۔

میں نے اپنے ایک 2014ء کے ایک کالم میں لکھا تھا کہ اسٹیبلشمینٹ کو عمران وارا نہیں کھائے گا کیونکہ وہ ایماندار اور ضدی ہے لہٰذا اسے ایک صوبے کی حکومت دے کر آزمایا گیا ہے کہ یہ وزیر اعظم بن کر ان سے پنگے تو نہیں لے گا۔ عمران اسٹیبلشمنٹ کی مجبوری ہے کیونکہ نواز زرداری لوٹ مار کے مقابل صرف یہی ہیرو بچتا ہے۔ ورنہ آر ٹی ایس سسٹم کو تو 2013ء میں بھی کنٹرول کر کے خان کو ہرایا گیا تھا اور پھر اسی آر ٹی ایس کو دوبارہ کنٹرول کر کے عمران کی سو فیصد جیت میں 35 چور داخل کئے گئے۔ ایسے ہی میں نے 2021ء کے ایک کالم میں لکھا تھا کہ اگر چناؤ غیر جانبدار رہا تو عمران ہی اگلا وزیر اعظم ہو گا 2028ء تک۔

اور یہی حقیقت آج بھی قائم ہے۔ اگر پاکستان امریکی چنگل سے نکل گیا تو پھر ایشیا سے امریکی اثر ختم ہو جائے گا گویا کہ دنیا کے آٹھ میں سے پانچ ارب انسان جونہی ہاتھ سے نکلے امریکہ بگٹٹ بھاگتے اپنی سرحدوں کے اندر سمٹ جائے گا۔

ڈاکٹر سلطان محمود

پنجابی زبان کی یتیمی

623

انور جوکھیو

کہیں پڑھا تھا کہ پارٹیشن کے بعد زبانیں بھی مذہبی ہو گئیں تھیں. ہندی ہندوؤں کی زبان، پنجابی سکھوں کی زبان، اردو مسلمانوں کی۔ شاید اسی وجہ سے پاکستانی پنجابیوں کی اکثریت پنجابی زبان ترک کر کے اردو اختیار کر گئی ہے....ا

ڈاکٹر سلطان

معذرت سے بھائی یہ وجہ ہر گز نہیں۔ پنجابی فطرتاً ہمیشہ باہر سے آنے والے کا سہولت کار بنتا ہے۔ جب رنجیت سنگھ پر انگریز چڑھے تو انہیں رستہ ہم ہی نے دیا ورنہ اسوقت دلی سمیت متحدہ پنجاب سکھ پنجابیوں کے لئے گورمکھی میں پنجابی کے رسم الخط کے مقابل مسلم پنجابیوں کے لئے فارسی رسم الخط میں کام مکمل کرنے ہی والا تھا۔ جو ادھورا رہ جانے کے باعث مسلمانوں کے لئے پنجابی بولنا تو آسان رہا لیکن لکھنا اور پڑھنا ناممکن ہو گیا۔

دوم، لیاقت علی خان نے اپنا ووٹ بنک بڑھانے کے لئے لاکھوں اردو بولنے والے انڈیا سے پاکستان بلا لئے طاقت کے مرکز کراچی میں بسانے کے لئے۔ سندھ کا وزیر اعلیٰ ایوب کھوڑو رکاوٹ بن گیا جس سے وزیر اعظم اور وزیر اعلی میں ٹھن گئی۔ بالآخر لیاقت نے مختلف حیلے بہانوں سے قائد اعظم

کو راضی کر لیا اور ایوب کھوڑو کو ہٹا کر غلام حسین ہدایت اللہ کو وزیر اعلی بنا دیا گیا۔ اسی کشمکش میں اردو بولنے والوں کو کچھ عرصہ لاہور شہر رکنا پڑا جہاں ان کا نام پناہگیر پڑ گیا لیکن پنجابی نے حسب عادت پناہگیر طبقے کو نا صرف خوش آمدید کہہ کر مہمان نوازی کی بلکہ ان کی تبلیغ سے متاثر ہو بدیسی زبان اردو کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور اپنا رسم الخط نہ ہونے کے احساس کمتری کے بدلے میں گھروں میں درباری زبان کو شائستہ سمجھ کر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ اردو سپیکنگ طبقہ پنجاب کے رستے سے سرحد پار کر کے سیدھا کراچی جا بسا تھا اس لئے اردو باقی تین صوبوں میں پذیرائی حاصل نہ کر سکی۔ لہٰذا آج بھی اگر چاروں صوبوں کی زبانوں کے لوگ اکٹھے بیٹھے ہوں تو صرف پنجابی اردو بولتا نظر آئے گا اور کوئی نہیں۔

یہ الگ بات کہ جس انگریز کو ہم نے سب سے پہلے خوش آمدید کہا اسی کے ماہر تعلیم لارڈ میکالے نے ایک ہی رات میں انگریزی نافذ کر کے پورے ہندوستان کی ستر فیصد سے زائد پڑھی لکھی اکثریت کو ان پڑھ قرار دے دیا لہٰذا پنجابی زبان انگریزی سے ویسے ہی شکست کھا گئی جیسے بعد ازاں اردو سے ہار گئی۔ لہٰذا دوبارہ عرض ہے کہ ان زبانوں کی ترویج قطعاً مذہب کی بنیاد پر نہیں ہوئی ماسوائے مغلوں کے وقت کی طرح جب فارسی، عربی اور ترکی کو ملا کر دنیا کی پہلی مصنوعی زبان اردو وجود میں لائی گئی تھی۔

براہ کرم میری تحقیق کو بلا تعصب محض تاریخ کی کہانی کی نظر سے دیکھا جائے وگرنہ میں خود پنجابی ہوں مگر میرا سارا کام اردو اور انگریزی میں ہے نیز میں دونوں وطنوں کی پنجابی زبانوں کو لکھ پڑھ بھی نہیں سکتا۔ نیز سارے ملک کے چھ صوبوں (بشمول کشمیر اور بلتستان کے) میں کام کرنے کے

بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پنجابی نے خود اپنی زبان پر ظلم کیا ہے جبکہ باقی کے پانچ صوبوں نے اپنی علاقائی زبانوں کو نہ تب چھوڑا تھا اور نہ آج۔

بلی تھیلے سے نکل آئی

624 کالم

میرے پیارے اپل جی۔ آپ کی موجودہ پوسٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ملک اور قوم کے فائدے کی بجائے اپنی پسند کی حکومت کی حمایت میں اتنا آگے بڑھ چکے ہیں کہ پچھلی حکومت میں آنے والی اسی مہنگائی میں آپ کے دلائل کا رخ عوام کی تکلیفوں کی جانب تھا جبکہ اب حکومتی عیاشیوں کی پردہ پوشیوں کی جانب ہے۔ یہ کسی سمجھدار مدبر کے لئے جائز نہیں کہ پارٹی بدلتے ہی اس کے خیالات میں اتنا گہرا تضاد آجائے۔

مجھے تو آپ پر یقین تھا کہ آپ کے قول و فعل ایک جیسے ہیں اور آپ خائن اور طالع آزماؤں کے لئے ویسا ہی بغض رکھیں گے جیسا کہ پچھلی حکومت کے لئے رکھتے تھے۔ لیکن یہ کیا؟ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اگر آپ کو طاقت دے دی گئی تو آپ بھی نون لیگ کی طرح وصول شدہ ٹیکس میں سے کثیر حصہ طبقہ بدمعاشیہ کی طرح اپنی ذات پر صرف کریں گے اور بیرونی و اندرونی قرضوں کو گھما پھرا کر بیرون ملک لے جائیں گے اپنے خاندان کے لئے۔

ہر حکومت کے پاس آمدن کے تین ہی بڑے ذرائع ہوتے ہیں۔ عوام سے خراج کے طور پر وصول کیا گیا ٹیکس لیکن اس کو اپنی ذاتی عیاشی کی بجائے اسی عوام کو ویسی ہی سہولیات دینا ہے۔

دوسرا ذریعہ آمدن بیرون ملک سے ترسیلات زر ہوتی ہیں جنہیں ایک اچھا حکمران کوشش کرتا ہے کہ ملک میں رہ جانے والے ان کے خاندانوں کو بہترین اور ترجیحی بنیاد پر بھرپور سہولتیں دے۔

تیسرا ذریعہ آمدن قرضے کی رقوم ہوتی ہیں جو کہ آمدن کا بدترین حصہ ہونے کے باوجود ترقی پذیر ممالک لینے کے لئے مجبوری ہوتے ہیں، اسے صرف ان ترقیاتی پراجیکٹس پر سو فیصد خرچ کیا جاتا ہے تاکہ ان سے لگنے والی انڈسٹری یا انفراسٹرکچر سے معیشت کا پہیہ اس زور سے چلے کہ نا صرف وہ قرضہ بمع سود واپس ہو جائے بلکہ اس سے لگنے والے پراجیکٹس سے ملک ترقی کی سیڑھیاں طے کرے۔

اب آپ کی موجودہ حکومت کے لئے غیر منصفانہ حمایت نے آپ کی اندرونی خواہشات کو طشت ازبام کر دیا ہے لہٰذا آپ ملک و قوم کے ایک درد مند خیر خواہ کے درجے سے نیچے جا گرے ہیں جس کا مجھے بے حد افسوس ہوا ہے۔

"پاکستان پھر سرد جنگ کا میدان"

کالم میٹھا سچ 625 از ڈاکٹر سلطان محمود

19 جولائی 2023ء

پاکستان کے سینئر سیاستدان جناب قیوم نظامی صاحب نے آج سوشل میڈیا پر سوال ڈالا کہ "پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوتا جا رہا ہے آپ کے خیال میں وجوہات کیا ہیں اور حل کیا ہے؟" ہم نے صاف دلی سے عرض کر دیا ہے کہ ہمارے خیال میں چونکہ چین امریکہ سرد جنگ کا میدان پاکستان بھی ہے اور شومئ قسمت سے ہمارے ہاں کوئی وژنری سیاستدان بھی نہیں اس لئے ایک صورت تو یہ ہے کہ امریکہ کو پاکستان سے مکمل دیس نکالا دے دیا جائے اور ہم پوری طرح چینی کیمپ میں جا بیٹھیں تو پاکستان کے مغربی سرحدی علاقے شاید زیادہ پر امن ہو جائیں۔ لیکن ہماری تاریخ بتاتی ہے کہ ایسی کسی بھی کوشش میں پھر ہماری مشرقی سرحدیں خطرے سے دوچار ہو جاتی ہیں جہاں سے بھارتی فوج ہانک کر ہمیں پھر امریکی جھولی میں ڈال آتی ہے۔

ہم نے مزید یہ بھی عرض کر دیا ہے کہ ہم عوام کو "بھارتی خطرے" سے ڈرا کر سب سے اہم کھیل کھیلا جاتا ہے جو درست نہیں کیونکہ بھارت جس انداز میں ترقی کر رہا ہے وہ کسی بھی حالت میں سرحد پر ایک بکری بھی نہیں مروانا چاہتا اور بغیر جنگ کئے ترقی کرنا چاہتا ہے اور یہی وہ نکتہ ہے کہ

جس کی گارنٹی امریکہ پاکستان کو دیتا ہے کہ جب تک اس کی پالیسی پر ہم چلیں گے مشرقی سرحد محفوظ رہے گی۔

لہٰذا ہمیں آپ کے سوال سے یہی سمجھ آتی ہے کہ جب تک ہماری فوج امریکی مفادات پوری کرتی رہے گی یہ سکون سے ملک کے اندر کاروبار بھی کرتی رہے گی اور جنگ بھی نہیں لڑنی پڑے گی۔ اور اس کا فارمولا یہ ہے کہ دونوں متحارب ممالک کی افواج جنگ جنگ کا شور جی بھر کر مچائیں تا کہ دنیا سے فنڈز بھی اکٹھے کر سکیں۔ بس یہی سب سے بہتر رہے گا کہ ایک ملک میں سیاستدان ترقی کرتے رہیں مگر دوسری جانب صرف فوج۔ تبھی تو پاکستان کو امریکہ نے وار زون ہی کی حیثیت سے علیحدہ ملک کا درجہ دلوایا تھا1947ء میں۔

رہی حل کی بات۔ تو جب تک جناح، بھٹو اور عمران جیسے مشترکہ شعور والا کوئی ایک سیاسی رہنما ہمارے ہاں طاقت نہیں پکڑے گا یہ مسئلہ لاحل ہی رہے گا۔

تبصرے

ریحانہ شبیر

سب کچھ درست لکھا مگر اخری لائنوں نے سارا مزا کرکرا کر دیا۔۔۔ یہ سیاسی شعور والا بندہ ابھی بھی عاصم منیر کو آوازیں دیتا ہے ۔۔۔ اگر آج عاصم منیر اس کے سر پہ ہما بٹھا دے تو بوٹ چاٹنے لگے گا۔

ڈاکٹر

یہ تو خیر آپ تعصب کی عینک لگا کر صرف عمران کے نام پر ٹھٹھک گئیں ورنہ میں نے اور نام بھی لئے تھے۔ ہماری قوم اسی لئے ترقی نہیں کرتی اور نہ کبھی کرے گی کہ ہم گہرائی میں تو اتر نہیں سکتے بس تفرقے باز قوم کی طرح کنارے پر بیٹھ کر وٹے مارتے رہتے ہیں۔

"ای کیپ کے چند متحرک ایام"

کالم میٹھا سچ 626 از ڈاکٹر سلطان محمود

19 جولائی 2023ء

انوائرمنٹ کنسلٹنٹس ایسوسی ایشن پاکستان (ECAP) کے لئے 14 تا 16 جولائی کے دن اس لحاظ سے طمانیت بخش ثابت ہوئے کہ ان تین دنوں میں مدتوں سے اس تنظیم پر گزرتے status quo نے تاثر کو بھرپور انداز میں توڑا اور تینوں دن کئی ایونٹس اور اجلاس کر ڈالے۔

اس بیداری کی بنیادی وجہ تو میاں وقار الاسلام صاحب کا دورہ لاہور بنا۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ دو اداروں کی جانب سے جو دعوتیں التواء میں پڑی ہیں ان کے ہاں بھی حاضر ہو کر کو نا صرف وسیع سرکل میں متعارف کرا دیا جائے بلکہ ای کیپ پروفیشنلز کی جنرل کونسل سے چند زیر التواوہ فیصلے بھی لے لئے جائیں جو مستقبل میں اس تنظیم کے مقاصد کو کامیاب بنانے میں مدد دے سکتے ہوں۔

ہمیں جن دو اداروں نے دعوت فکر و تعارف دے رکھی تھی ان میں ہمارے یونیک سکولز کی چین کے پراجیکٹ ڈائریکٹر جناب افتخار احمد صاحب اور چغتائی پبلک لائبریری کی گلبرگ میں چھٹی شاخ کے لائبریری کو آرڈینیٹر جناب محمد اشرف شامل تھے۔

ہم نے ان دونوں دعوتوں سے فائدہ یوں اٹھایا کہ پہلے روز چغتائی لائبریری پہنچ گئے تین بجے جہاں جناب اشرف صاحب نے چغتائی لیبارٹری سے چغتائی لائبریری کے نقاسفر پر روشنی ڈالی پہلے اپنی لائبریری کی تینوں منزلوں کا دورہ کروایا اور سبھی ارکان یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ کہیں بھی کوئی نشست خالی نہ تھی اور سی ایس ایس سمیت بیچلر اور ماسٹرز کے طلباء و طالبات نہایت انہماک اور خاموشی سے مطالعے میں مصروف تھے۔ اس کے بعد ڈاکٹر سلطان محمود کی ماحولیات، غذائی تحفظ، پرورش حیوانات اور طنزیہ کالمز جیسے موضوعات پر لکھی گئی بائیس کتب، میاں وقارالاسلام کی پندرہ کتب اور محترمہ ڈاکٹر شہناز مزمل کی پچیس کتب کی کیٹلاگ بھی دکھائی گئی اور یہ خوشخبری دی گئی کہ جلد ہی ان کتب کی ڈیجیٹل نقول فراہم کر دی جائیں گی۔ ازاں بعد پروفیسر فرخندہ منظور صاحبہ کی بچوں کے تحفظ پر لکھی کتاب "کملائے ہوئے پھول" کی مختصر سی تقریب پذیرائی منعقد ہوئی جس میں محترمہ فرخندہ نے اس کتاب کا تعارف بھی پیش کیا۔ میاں وقارالاسلام نے مصنوعی ذہانت کے ادب اور سائنس میں استعمال پر مختصر سی گفتگو کی اور آخر میں ڈاکٹر سلطان محمود نے تنظیم کی پچھلے چھ برس کی کاوشوں کے علاوہ اس کے اغراض و مقاصد اور ست سفر پر روشنی ڈالی۔ یوں یہ محفل پر تکلف چائے کے ساتھ کامیاب انداز میں احترام پذیر ہو گئی۔

اس کے علاوہ چونکہ چند ساتھی لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی تشریف لائے ہوئے تھے جیسے میلسی سے میاں وقار اور راؤ اسماعیل، ملتان سے ذوالقرنین مغل صاحب، گوجرانوالہ سے زاہدہ رانا صاحبہ، لیہ سے ڈاکٹر سعید احمد باروی صاحب اور میانوالی سے کرنل جہانزیب نیازی وغیرہ تو دوسرے دن بروز ہفتہ ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گروپ کی جنرل کونسل کا اہم اجلاس بھی ہمارے یونیک سکول کے ہیڈ آفس واقع مون مارکیٹ گلشن راوی میں منعقد ہوا۔ ایجنڈے میں

پچھلے دو سال کی ای کیپ پروفیشنل گروپ کی کارکردگی کی رپورٹ ڈاکٹر سلطان محمود نے پیش کی۔ علاوہ ازیں میاں وقار صاحب نے ای کیپ کی ویب سائٹ پر روشنی ڈالی اور حاضرین میں موجود دس ممتاز کنسلٹنگ کمپنیوں سے پروفائل بھی وصول کی تاکہ ویب سائٹ کو جلد مکمل کیا جاسکے۔

اسی اجلاس میں سیمینار منعقدہ 12 جون کے شرکاء کو سند شرکت بھی پیش کرنی تھی جو کسی مجبوری کے تحت آئندہ کے لئے اٹھا رکھی گئی۔ اس میٹنگ میں تنظیم کی آئندہ کی حکمت عملی بھی طے کر دی گئی جس کے چیدہ چیدہ فیصلوں میں اولین شجر کاری پر زور دیا گیا۔ (ESG)

علاوہ ازیں ماحولیات، سماجیات اور طرز حکومت کے موضوعات پر نوجوان نسل کو بیدار رکھنے کے لئے طے کیا گیا کہ ان کو مختلف ماحولیاتی کمپنیوں کے ساتھ نوکری، پیشہ ورانہ تربیت، انٹرن شپ وغیرہ کے مواقع سے پاکستان انجینئرنگ کونسل کی طرز پر جوڑا جائے گا۔ کونسل نے ویب سائٹ میں دیئے گئے ECAP کے تعارف، وژن، مشن اور روڈمیپ پر بھی اطمینان کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ ECAP کے آئین پر جلد از جلد نظر ثانی کر کے رجسٹریشن کے عمل کو دو ہفتے کے اندر مکمل کر لیا جائے۔ جس کے لئے پانچ رکنی کمیٹی کا بھی اعلان کر دیا گیا۔ اس اجلاس میں تنظیم کو متحرک رکھ کر اپنے اغراض و مقاصد کے حصول میں مدد دینے کے لئے یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ مشاورتی کونسل کے کم از کم آٹھ ارکان ہر ماہ کے پہلے ہفتے کو شام چار بجے اراکین کے مختلف دفاتر میں میٹنگ کیا کریں گے۔ اس اجلاس کا اختتامیہ شکریے کے کلمات اور مزیدار بریانی سے کیا گیا۔

یونیک انٹرنیشنل ایجوکیشن سسٹم (UIES) پرائیویٹ لمیٹڈ کے پراجیکٹ ڈائریکٹر افتخار احمد صاحب نے اپنے سسٹم کے حوالے سے طالبات کو ایک تربیتی ورکشاپ میں مدعو کر رکھا تھا جہاں کورس کے اختتام پر کامیاب طالبات کو ڈاکٹر سلطان محمود اور میاں وقار صاحب نے اسناد تقسیم کیں اور ساتھ ہی ECAP کے اغراض و مقاصد پر بھی مختصراً روشنی ڈالی گئی۔ اور حاضرین میں سے پانچ خواتین و حضرات کو ڈاکٹر سلطان محمود کی غذا و غذائیت پر لکھی گئی کتاب نیز ڈائیٹ کیئر کے بیس میگزینز کا سیٹ بھی پیش کیا گیا۔ ازاں بعد بیرون لاہور سے تشریف لائے ساتھیوں کی گلبرگ کی کافی اینڈ بینز شاپ پر آئسڈ چائے سے بھی تواضع کی گئی۔

اسی ہفتے والے روز ہمارے رکن تنظیم جناب عابد صابری صاحب نے تمام اراکین ECAP کو مولانا ظفر علی خان فاؤنڈیشن میں بھی مدعو کر لیا جہاں وہ بحیثیت ریٹائرڈ ایگزیکٹو ڈائریکٹر پاکستان انسٹیٹیوٹ آف مینجمنٹ (PIM) ایک منظم زندگی گزارنے کے فنون پر لیکچر دے رہے تھے۔ وہاں سبھی دوست تو شرکت نہ کر سکے لیکن میرے سمیت ڈاکٹر سعید باروی اور افتخار احمد صاحب نے شرکت کی۔ اس میں ہم نے ای کیپ کی نمائندگی تو ضرور کر دی اور وہاں حاضرین کو اپنی تنظیم ای کیپ کے اغراض و مقاصد سے بھی آگاہ کر دیا لیکن اسے ہم نے کی کارکردگی میں شمار نہیں کیا۔ وہاں پنجاب یونیورسٹی کے ریٹائرڈ پروفیسر شفیق جالندھری کے علاوہ کرکٹ بورڈ کے خالد محمود اور NLP کے ممتاز پریکٹشنر جناب جاوید صائم نیز دیگر مشاہیر بھی موجود تھے۔

چونکہ آج ہی کے دن ECAP CEC کی بھی ایک ورچوئل میٹنگ شیڈول کی گئی تھی جو اگلے ہفتے منعقد ہونے کا امکان ہے۔ جس میں 2019ء تا 2021 کی ECAP ایک اور سوشل میڈیا گروپ

کابینہ کے اراکین نے ڈائرکٹر جنرل ماحولیات پنجاب سے ملاقات کے لئے ایک دعوتی خط کی منظوری دی اس میٹنگ میں کنسلٹنٹس کو محکمہ ماحولیات میں روزمرہ پیش آنے والی رکاوٹوں کے سدباب کے سلسلہ میں ڈی جی صاحب ایک پلان پیش کریں گے جس پر گروپECAP CEC سے بھی تجاویز مانگی جائیں گی۔ اس گروپ میں ای کیپ کے 21 پریکٹشنرز شامل ہیں۔اور ای کیپ کے ان سطحی اور ایمرجنسی معاملات کو دیکھتا ہے جو ماحولیات کے پریکٹشنرز کو حکومتی محکمے کے ساتھ بار بار پیش آتے رہتے ہیں۔

اس ورچوئل میٹنگ میں ڈاکٹر سلطان محمود بحیثیت سیکرٹری مالیات یونیک ہیڈ آفس سے ہی شریک اجلاس ہو گئے۔ اس کے علاوہ ای کیپ کے سوشل میڈیا پر چار اور گروپس بھی ہیں یعنی کیبنٹ، فاونڈر، جنرل اور پروفیشنل جن کے بالترتیب 12، 26، 43 اور 178 اراکین ہیں۔

ہماری ایک پچھلی میٹنگ کے اس فیصلے پر جلد ہی عملدرآمد کر لیا جائے گا کہ بنیادی چار سوشل میڈیا گروپس کے گھوم پھر کر کل 43 اراکین ہی بنتے ہیں جنہیں جلد ہی وسیع تناظر والے پروفیشنلز میں مدغم کر دیا جائے گا تاکہ ای کیپ جیسی بالغ تنظیم مختلف گروہوں میں بٹ کر الجھنوں سے محفوظ رہے۔

تیسرا اتوار کا دن اس لحاظ سے ای کیپ کے لئے اہم ٹھہرا کہ سبھی اراکین تنظیم ایکسپو سنٹر جوہر ٹاؤن میں بھی اکٹھے ہو گئے اور نا صرف رکن تنظیم میلسی سے آئے ماہر تعلیم راؤ اسماعیل کو خوش آمدید کہا بلکہ برکی انسٹیٹیوٹ آف پبلک پالیسی کے ڈائریکٹر آپریشنز ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب اور ٹیکسٹائل سیکٹر کے نامور روح رواں شاہد رسال صاحب کو بھی شریک محفل کر کے ہم نے اپنی تنظیم

کا بھرپور تعارف کروادیا اور شریک ارکان کی بریانی اور کافی سے تواضع بھی کر دی گئی۔ اگلے دن پھر کرنل جہانزیب، ڈاکٹر اعجاز سندھو اور شاہد رسال صاحبان کو ای کیپ میں عملاً کام کرتے رہنے کی وجہ سے ای سی جی (ماحولیات، سماجیات اور طرز حکومت) کی اعزازی رکنیت دے دی گئی۔

"اپنے ہتھ بٹیرا"

627

20جولائی2023ء

ایک اندھے کے ہاتھ کہیں سے بٹیرہ لگ گیا۔ اسے چونکہ معلوم نہ تھا کہ کیا ہے لہٰذا وہ اسے ٹٹول ٹٹول کے سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کی سمجھ تو کچھ نہ آیا لیکن بٹیرہ مر گیا۔

اقوام متحدہ کی پڑھے لکھے کی تعریف کے مطابق پاکستان میں شرح خواندگی 2019ء میں اٹھاون فیصد تھا جو ایک فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھ رہا ہے۔ خواندگی کی تعریف یہ مقرر ہے کہ جو کسی بھی زبان میں اپنا نام لکھ لے اور پڑھ بھی لے یا محض دستخط ہی کر لے یا روزمرہ کا ایک فقرہ لکھ پڑھ لے وہ پڑھا لکھا شمار ہو گا۔ اگر یہ جاننا چاہیں کہ اصل تعلیم و تربیت یافتہ کتنے بھائی بہن ہیں یعنی میٹرک کتنے ہی تو شاید پانچ فیصد بھی نہ نکلیں۔ انٹر دو فیصد، گریجویٹ ایک فیصد، ماسٹرز آدھا فیصد، ڈاکٹریٹ 0.01 فیصد یعنی پچیس کروڑ میں بمشکل پچیس ہزار، پوسٹ ڈاکٹریٹ محض دس ہزار۔ اگر ان میں جعلی ڈگری والے بھی شامل کر لیں تو دگنے سمجھ لیں۔ اب ذرا زبان دانی کی چھلنی سے گزاریں تو پورے ملک میں بمشکل ایک دو لاکھ لوگ انگریزی سمجھنے والے ہوں گے مگر انگریزی لکھنے کی صلاحیت رکھنے والے شاید دو چار ہزار بھی نہ ہوں۔ اور یہ بیچارے دو چار ہزار فیس بک پر کم کم ہی ہوتے ہیں لہٰذا ہمارے دس گیارہ ہزار فالوورز میں بمشکل دس انگریزی لکھ سکتے ہوں گے بشمول ایک سوپی ایچ ڈی کے بھی۔ چونکہ دنیا کی 82 فیصد معلومات انگریزی میں ہیں لہٰذا حقیقت یہ

ہے کہ ہماری فرینڈ اور فالوورز لسٹ ملا کر 11000 میں سے 10990 درست معلومات کے حصول میں ناکام ہیں۔

اب اوپر درج کردہ دس ہزار اصلی علماء پر فیس بک پر آنے والوں کو کوئی مزید دس ہزار جعلی عالموں نے بھی جوائن کر لیا ہوا ہے جو کہ علمی ہیضے کا شکار ہو چکے ہیں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ سوشل میڈیا پر ایسا کوڑ تولیں کہ چوبیس کروڑ اسی لاکھ لوگ دانتوں میں انگلیاں دبا لیں۔ لیکن ان کی سرزنش کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ خالی برتن کی آواز زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ محاورہ بھی ہے کہ تھوتھا چنا باجے گھنا۔ اب ان بزرجمہروں کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ کسی بھی مضمون کے ماہر نہیں ہوتے مگر جب ہوائیاں چھوڑنے پہ آتے ہیں تو کافی اوپر کی چھوڑتے ہیں چاہے نیچے سے سارا علم لیک کر جائے۔ ان کی مثال کچھ ایسی ہے کہ پرانی طرز کے ایک شہر میں عورتوں کی عادت ہوتی تھی کہ جب مرد کام کاج پہ نکل جاتے تھے تو گھر کے داخلہ دروازے کو ڈھو کر کپڑے دھونے بیٹھ جاتی تھیں حتیٰ کہ لنگی کے علاوہ اپنے کپڑے بھی اتار کر دھو ڈالتی تھیں۔ ایک بار ایسے میں کسی نے بیرونی دروازہ کھٹکھٹایا اور ہلکا سا دبا کر جونہی اندر آیا تو نیم برہنہ خاتون نے گھبرا کر رویتً سر ڈھانپنے کی کوشش میں اپنی ہی لنگی اٹھا کر سر پر رکھ لی۔ اب سر تو ڈھانپا گیا مگر باقی سب کچھ آشکار ہو گیا۔ ہمارے بھی جعلی فلاسفر آگے نکلنے کی تگ و دو میں بعض اوقات ایسا دعویٰ کر چھوڑتے ہیں کہ ان کا ذاتی علم آشکار ہو جاتا ہے۔

ابھی کل ہی ہمیں ایک ایسے پروفیسر سے واسطہ پڑا کہ جن کا دعویٰ تھا کہ انہوں نے ایک ایسا کام کیا ہے جو ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی نے نہیں کیا۔ ہمارے پوچھنے پر گویا ہوئے کہ میں نے

اپنے ہزاروں اقوال زریں لکھ کر کتاب چھپوالی ہے۔ ہم نے غلطی سے کہیں پوچھ لیا کہ اقوال زریں تو وہ ہوتے ہیں جو دوسرے آپ کی گفتگو یا تحریروں سے منتخب کرتے ہیں تبھی آج تک کسی نے اپنے اقوال زریں خود نہیں لکھے۔ اس اچانک حملے سے وہ جانبر نہ ہو پائے اور مصروفیت کا بہانہ کر کے اٹھ گئے۔

پھر ہماری ملاقات ایک اور سطحی فلاسفر سے ہو گئی فرمانے لگے کہ انسان کی چھ سینسز ہوتی ہیں جبکہ کمپیوٹر کی گیارہ۔ ہم بھی پنگاہ لئے بغیر نہ رہ پائے اور وضاحت کر بیٹھے کہ کمپیوٹر کی تو اپنی سینسز ہوتی ہی نہیں مگر سینسرز کافی سارے ہوتے ہیں۔ کیونکہ فرق یہ ہے کہ سینس حیاتیاتی فنکشن ہے جبکہ سینسر طبعی۔ کمپیوٹر کا انسان سے ایسا تقابل منطقی طور پر صرف اس حد تک درست ہے کیونکہ انسان نے اپنے جیسی ایک مشین کمپیوٹر کی شکل میں بنالی تھی جس میں اپنے جیسے ہی حیاتیاتی سینسز کو برقی توانائی دے کر فزیکل یا طبعی شکل میں ڈھال دیا ہے اور اس کوشش میں بھی مسلسل مصروف ہے کہ جو کمی اسے اپنے اندر نظر آتی ہے اسی کا اضافہ وہ کمپیوٹر میں کرتا چلا جاتا ہے۔

ہم نے ان کی مزید سمع خراشی یوں کر دی کہ اسی تگ و دو میں آج انسان نے اپنی سینس کو اصلی کہہ کر کمپیوٹر کے ویسے ہی فنکشن کو مصنوعی کہہ دیا ہے جبکہ مصنوعی ذہانت کو اس نے کروڑوں انسانوں کی مجموعی عقل سے زیادہ فعال کر کے آج جو اپنے لئے سہولت پیدا کی ہے یہی کل اس پر حکومت کرنے لگ جائے گی اور انسان مکمل شکست کھا جائے گا۔

ہماری وضاحت انہیں ذرا اچھی نہیں لگی اور نہ ہی لگ سکتی تھی اس لئے انہوں نے جل بھن کر ہمیں ہی چھوڑ دیا ہے۔

استاد غالب نے اسی مصنوعی ترقی کو دو سو برس پہلے یوں کہہ دیا تھا:

میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی۔۔۔

ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا۔۔۔

تشریح: میرے جسم کے اندر خود بہ خود ایک ایسا مادہ موجود ہے جو مجھے فنا کر رہا ہے۔ گویا میرے خرمنِ جسم پر گرنے والی بجلی میری ہی سرگرمی ہے۔

کسان نے چونکہ کھیتی پر مشقت کی ہوتی ہے اس لئے جو بجلی اس کی کھیتی پر گرتی ہے اس کی شبیہ کسان کے گرم خون ہی سے تیار ہوتی ہے۔

اب ہمارے ہاتھ بھی مصنوعی ذہانت کا بٹیرا آن لگا ہے دیکھیں ہم اس کا کیا حشر کرتے ہیں؟

پوشیدہ نقصانات یا برق خرمن

628

21جولائی2023ء

عمران حکومت نے لاکھوں گھر تعمیر کر کے غریب عوام کو مفت دینے کا اعلان اپنے انتخابی وعدے میں کیا تھا۔ اس وعدے کی تکمیل میں ہزاروں گھر شروع بھی کر دیئے گئے تھے۔ یہ ابھی تکمیل کے مراحل ہی میں تھے کہ اس کی حکومت ختم کر دی گئی اور صرف ایک شہر اسلام آباد میں ان نامکمل گھروں پر سی ڈی اے نے قبضہ کر کے کام بند کر دیا ہے۔ اب ان گھروں کا مستقبل بالکل غیر واضح ہے۔ ایسا ہی دیگر درجنوں شہروں میں ہوا ہے۔

اگر فیصلہ سازوں میں امریکہ کے آگے جھکنے سے انکار کی طاقت نہیں ہوتی تو کم از کم اتنی حب الوطنی تو ہو کہ وہ اربوں روپوں کے منصوبے تو بچا لیں جو کہ وہ بچا سکتے ہیں جن میں بھلا آخر کار عوام کا ہی نظر آ رہا ہوتا ہے۔ اسی ایک نکتے سے سمجھ آ جانی چاہئے کہ ملک میں مکمل آمریت قائم ہے اور امریکی حکم کتنی سختی اور تیزی نافذ کئے جاتے ہیں۔

ہم بد قسمتی سے سیاسی شور شرابے میں ایسے کھربوں کے نقصانات کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے کیونکہ لفافہ میڈیا ہر نئی حکومت سے بھاری رشوت کے کر فوری طور پر عوام سے اس بد قسمتی کو چھپا لیتا ہے۔

یہاں سوال صرف عمران حکومت کا ہی نہیں ہر اس حکومت کا ہے جس کے ترقیاتی منصوبے حکومت گراتے ہی بند کر دیئے جاتے ہیں اور ملک نا صرف وہیں کا وہیں کھڑا رہ جاتا ہے بلکہ بیشمار قدم پیچھے چلا جاتا ہے اور کھربوں کے نقصانات کا کہیں ذکر بھی نہیں آتا۔ اور ملک کی ایسی کی تیسی پھیر دی جاتی ہے۔

یہ تو محض گھروں کی بات کی جا رہی ہے۔ اسی طرح ڈیمز ، شاہراہیں ، ریلوے، اندرون شہر ٹرانسپورٹ سسٹم ، ہسپتال ، انڈسٹری ، سکول وغیرہ بھی وہیں روک کر ملک کا بیڑہ غرق کر دیا جاتا ہے۔ ابھی ملکی پالیسیوں، دفاتر کی بہتری اور دیگر ایسے معاملات کا تذکرہ نہیں کیا جا رہا جنہیں آگے بڑھتے بڑھتے وہیں روک لیا جاتا ہے اور عوام کا دھڑن تختہ کر دیا جاتا ہے۔

پھر بھی بیشمار احمق ہمارے ملک میں بیرونی ہاتھ کی تباہ کاریوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

ڈاکٹر سلطان محمود

"خوش قسمتی بہادر کا مقدر ہوتی ہے"

کالم میٹھا سچ 629 از ڈاکٹر سلطان محمود

22 جولائی 2023ء

یہ کالم کسی کے سوال کا جواب ہے جو پھیل کر کالم بن بیٹھا اور پھر خود ہی پڑھ کر وہ انگریزی محاورہ ذہن میں گونجتا رہا کہ

"Fortune favors the brave"

وہ الگ بات کہ بہادری اور بے وقوفی کے درمیاں ایک باریک سی لکیر ہوتی ہے جو اکثر و بیشتر شکست وریخت کا شکار ہی رہتی ہے۔

فارسٹ ڈیپارٹمنٹ سے ریٹائرڈ ہمارے ایک بزرگ فیس بک دوست کا خیال ہے کہ کیا اعلیٰ سے اعلیٰ ترین سرکاری افسر اپنی تنخواہ سے بچت کر کے اپنا گھر بنا سکتا ہے؟ میرے خیال میں یہ ممکن نہیں۔ پھر یہ سب کے گھر کیسے بن جاتے ہیں۔؟ کیا ہم سب رشوت خور ہیں؟

ہم نے دست بستہ عرض کی کہ ہر کوئی ہر گز رشوت خور نہیں ہوتا۔ کچھ ریٹائرڈ سرکاری ملازم جائز کمائی کی برکتیں سمیٹنے والے بھی تو ہوتے ہیں۔ اور پھر یوں اپنی کہانی سنانی شروع کر دی جو کچھ عجیب سی رحمتوں سے بھرپور ہے۔

میں نے اپنی سرکاری ملازمت کے سترہویں سے انیسویں گریڈ کے 26 سالوں کے سفر میں 12 برس محکمے میں گزارے اور باقی 14 برس میں دو بار قوائد کے مطابق ڈیپوٹیشن اور چار بار لمبی چھٹی لے کر عالمی یونیورسٹیوں اور دیگر اداروں میں گزار کر تجربہ اور رقم جمع کی۔

پھر دوران ملازمت شام کی جابز بھی کرتا رہا جس میں سب سے کامیاب اولیول اکیڈیمی کا قیام اور نجی کلینک تھا جہاں سے خوب آمدن ہوئی۔ پھر بھی نیشنل بنک سے چار بار قرض لیا۔ اس طرح جو رقم جمع کر پایا اس سے پانچ مرلے کا گھر اور ایک چھوٹی گاڑی خریدی۔ پھر ایک بار چھوٹے گھر کی قدر بڑھتے ہی اسے بیچ کر اور قرض کی رقم ملا کر دس مرلے کا ڈبل سٹوری گھر خریدا۔ سرمایہ جمع کرنے کی اس دوڑ میں چار کمیٹیوں کے بھی لاکھوں روپے شامل ہیں۔ پھر بڑی گاڑیاں بھی اللہ دیتا رہا۔

سرکاری نوکری کے 26 سال پر پنشن میچیور ہوتے ہی اسے ریٹائرمنٹ سے چھ برس قبل ہی چھوڑ کر نیسپاک جیسے اداروں میں لاکھوں کی تنخواہ پہ چلا گیا۔ حکومتی پنشن، کچھ پلاٹ وغیرہ کی شکل میں باقی جمع جتھے اور شئیرز کی آمدن وغیرہ سے گھر چلاتا رہا اور پھر ایک روز سب نوکریاں چھوڑ دیں اور اپنی کمپنی بنا کر بیشمار پیسہ کمایا۔ مزید بر آں اللہ نے بیٹے کو بھی ڈبل چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بنا دیا ہوا ہے جو ہو بہو میرے سکھائے رستوں پہ چل کر پیسے کے لحاظ سے مجھ سے بھی زیادہ کامیاب ہے لہٰذا اسی کے کروڑوں کے گھر میں مفت رہ رہا ہوں اور اپنی پنشن، گھروں کے کرایے اور ذاتی کمپنی سے موجیں مار رہا ہوں، دنیا گھومتا ہوں، چیریٹی کرتا ہوں اور کاروبار بھی اٹھا کر دبئی لے گیا ہوں۔

بیشمار الحمدللہ کہوں بھی تو کم ہے۔ چھوٹی موٹی ناکامیوں کے باوجود زندگی کا سفر انتہائی کامیاب رہا۔ اور سب سے بڑی دو کامیابیاں بھی قابل بیان ہیں۔ اول کسی موڑ پر نہ تو دو نمبری کرنی پڑی اور نہ ملکی خزانے میں نقب لگائی اور دوم کبھی بھی ایسے ذاتی قرضے میں نہیں پھنسا جہاں سر جھکتا ہو۔

ہاں اپنی سوچ اور افتاد طبع کی صراط مستقیم سے ادھر ادھر نہ ہونے کی پاداش میں کافی کمپنیاں بدل کر نوکریاں کرنی پڑیں مگر ہر بار پہلے سے بہتری ہی رہی۔ اللہ کی مزید رحمت سے آج آمدن سے بے فکر ہو کر وقت ہی وقت ہے، صحت بھی شاندار ہے اور معاشرے میں عزت بھی ہے۔

ہاں لیکن صرف ایک آدھ کمی کہیں ضرور رہ گئی ہے کہ میرے جیسے ذہن کا مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس سے پائیدار دوستی ہوتی نیز نیر نگئ تخیلات کے سبب کوئی ایسا ارد گرد موجود بھی نہیں رہا کہ "اپنا کہیں جسے "ہر جانب فکری تنہائی کا عروج۔

ایک قریبی دوست نے میری ایک کتاب پر تبصرہ کچھ اس طرح کیا تھا کہ "ڈاکٹر سلطان محمود ایک عظیم اسکالر، دنیا کے سب سے ذہین، عقلمند اور کمینگی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے"

"Dr. Sultan Mahmood, a man of letters, is the brightest, wisest and meanest of the world" بہر حال اصل حقیقت تو رب ہی جانتا ہے

یہ کہیں اور بھی دیکھا ہے آپ سے التماس ہے دو کتب 501-600 اور 601-700 کے فوری بعد کمنڈ کالز پرنٹ کرائیں۔ انعم

"جوابی مکا"

کالم میٹھا سچ 630 از ڈاکٹر سلطان محمود

22 جولائی 2023ء

دور عمرانی میں شریف خاندان کو مروڑا دینے والے بیرسٹر شہزاد اکبر نے مذکورہ نومنٹ کا جوابی مکا نجانے کس کو رسید کیا ہے؟ اسے زیادہ زور سے مارنے کے لئے اب ہمیں بھلا کس کا منہ منتخب کرنا پڑے گا؟ چوروں اور ان ہی جیسے ان کے چاہنے والوں کا، اسٹیبلشمنٹ اور ان کے چاہنے والوں کا یا عمران اور اس کے چاہنے والوں کا؟ فیصلہ جس کا بھی ہو جائے اسے بعد میں یہ وڈیو بھیجتے رہیئے لیکن ایک بار یہ سن کر اس گہرائی پر ضرور اترنے کی کوشش کریئے کہ جس سے سمجھ آ جائے کہ چند اشخاص اور خانوادوں کے علاوہ آج تک عام عوام کیوں ترقی نہیں کر سکی اور اگر یہی روش جاری رہی تو شاید آئندہ بھی کبھی ترقی نہ کر سکے گی۔

شریف و زرداری خاندانوں کے علاوہ آمروں کو قوم کے پچھواڑے پر چڑھانے والی اسٹیبلشمنٹ کے سبھی کردار تو ریٹائرمنٹ کے بعد فیملی سمیت کھربوں روپے لے کر مغرب میں جا بستے ہیں اور ہمیں اور ہماری نسلوں کو ان خون آشام حرام خور گدھوں کے پنجے میں پھنسا جاتے ہیں جو ہمیں نچوڑ کر نا صرف ہماری آمدن بھی باہر کے ممالک میں اپنے اکاؤنٹس میں جمع کرا لیتے ہیں بلکہ عالمی اداروں اور ممالک سے قرضے لے کر گھما پھرا کر دوبارہ اپنے اکاؤنٹس بھر لینے کے بعد ہمیں مہنگائی اور چوری شدہ قرضے ادا کرنے کے لئے اکیلا چھوڑ جاتے ہیں۔

اب ہمیں آہستہ آہستہ یہ سمجھایا جارہا ہے کہ ہم اگر شودروں کی طرح ہی ہندوستان میں رہ جاتے تو بہتر رہتے کیونکہ کم از کم ہندو لیڈر شپ ہی کے ہاتھوں آج دنیا میں روشن مقام حاصل کر کے یوں ناچ رہے ہوتے جیسے کہ مغرب میں آباد بھارتی پاکستانیوں کو دیکھ کر ناچتے ہیں کیونکہ ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ اول تو مسلمان کو حکومت ہی کرنی نہیں آتی اور دوم بڑے سے بڑا فوجی ہو یا معمولی سے معمولی کلرک، کوئی بھی محب وطن ہر گز نہیں۔ بنگلہ دیش نے خیر یہ سوچ غلط ثابت کر دی ہے لیکن اس سے یہ تاثر بھی ابھرتا ہے کہ 1913ء میں جناح کی مسلم لیگ میں شمولیت پر بنگالی کو آزادی کی مہم میں پیچھے نہیں ہٹنا چاہئیے تھا اور دونوں کو مل کر برصغیر کا نقشہ بدلنا چاہئے تھا تاکہ کبھی بھی سندھی پنجابی پاکستان کے اقتدار میں نہ آتے اور نہ فوج کے چند جرنیل ریشہ دوانیاں کر سکتے۔ خیر ہمیں یہ بھی معلوم ہے کی ہماری ایسی تجویز کبھی نہ مانی جاتی کیونکہ گورا کوئی اور فیصلہ کئے بیٹھا تھا۔

"سائنسدان ولی ہیں"

کالم میٹھا سچ 631 از ڈاکٹر سلطان محمود

24 جولائی 2023ء

سردار اصغر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ولی اللہ ہے تو وہ سائنس دان ہیں جنہوں نے عملی طور پر انسانیت کی خدمت کی ہے اور دنیا کو خوبصورت بنانے اور بنی نوع انسان کی زندگی میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے جستجو میں مگن ہیں۔

اگر یہ حقیقت مان لی جائے کہ سائنسدان ولی اللہ تھے تو پھر سوال ابھرتا ہے کہ بیچارہ ملاں اس دنیا میں کیا کرنے آیا تھا؟ کیونکہ قرآن کریم میں رب تعالیٰ بھی ایمان والوں کے بعد زیادہ تر سائنسدانوں اور مفکرین سے ہی مخاطب ہے مثلاً یتفکرون (اے غور و فکر کرنے والو) لیکن تفرقہ پیدا کرنے والوں پر لعن طعن ہی دیکھی گئی ہے۔

کیا ہی کمال ہو کہ بندہ سائنسدان بھی ہو اور ایمان والا بھی ہو۔ بلکہ قرآن و حدیث نے بار بار حکم دیا ہے کہ "دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کرو"۔ ویسے مفکرین میں بھی اول درجہ سائنسدانوں ہی کا ہے اور پھر جس کا ہونا چاہئے وہ حکومت اور طاقت میں رہنے والوں کا بنتا ہے کیونکہ انہیں اللہ طاقت عطا کرتا ہے کہ وہ اگر بھلائی کرنا چاہیں تو کر گزریں جیسے اروند کجریوال اپنے لوگوں کے لئے کر رہا ہے، جیسے مدد ٹریسا اور ایدھی کر گزرے، جیسے بل گیٹس، مائیک زکر برگ، گنگا رام، لارڈ میو، شیر

شاہ سوری، وغیرہ کی طرح کے دیگر بیشمار امیر آدمی انسان کو سہولیات اور دولت بانٹ کر فیض پہنچا گئے ہیں یا پہنچا رہے ہیں۔

پھر آخر میں ان علماء کا درجہ ہے جنہوں نے قرآن کریم، کلام مجید، فرقان الحمید اور اولین کتاب مقدس کے علاوہ سچی احادیث اور درست سنت کو مختلف زبانوں میں عام انسان تک پہنچا کر انہیں دین کی سمجھ عطا کی۔ فرض کریں اگر آج بل گیٹس جیسے لوگ مسلمان ہو جائیں تو مجھ جیسے کروڑوں سے کوسوں آگے ہوں گے جنت جانے والوں کی قطار میں۔

ابن الہشیم، جابر بن حیان، میری کیوری، فلیمنگ، ایڈیسن، نیوٹن، آئن سٹائن جیسے ہزاروں تو تھے ہی سائنسدان جن کا اگر درجہ مقرر کرنے کی کوشش کی جائے تو شاید ایمان والے اولیاء کرام سے ذرا بھی کم نہ ہو کیونکہ مرنے سے قبل ان کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا ہو گا، ہمیں قطعاً علم نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ایمان کی طاقت عطا کرنا بھی مالک کا کام ہے جہاں ہماری گواہی کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

"بیٹی تیرے بھی حقوق ہیں "

کالم میٹھا سچ 632 از ڈاکٹر سلطان محمود

29 جولائی 2023ء

سوشل میڈیا پر ایک طلاق یافتہ حسینہ فرماتی ہیں کہ جب بیٹی کی شادی کریں تو رخصتی کے وقت یہ ضرور بولیں کہ ہم تمہیں ایک انسان کے ساتھ رخصت کر رہے ہیں لہٰذا اگر یہ درندہ نکل آئے تو واپس چلی آنا۔ کیونکہ مری ہوئی بیٹی سے طلاق یافتہ بیٹی بہتر ہوتی ہے۔

ہم ہندوستانی معاشرے میں بسنے والوں کو شاید یاد ہو کہ رخصتی کے وقت والدین اور بزرگ بچی کو یہ کہہ کر رخصت کرتے تھے کہ اب تمہارا جنازہ بھی یہاں سے نہ اٹھے کبھی۔ یعنی پچھلے وقتوں میں اس کے متضاد مشورہ ہوتا تھا تو طلاق بھی خال خال تھی۔ اب زمانہ آگیا ہے حقوقِ نسواں کا جو لازماً معصوم عورتوں پر ظلم روا نہ رکھنے سے عبارت ہے لیکن اگر ان کو آزادی نسواں کا لبادہ پہنا دیا جائے تو پھر ایسے مشوروں کا نتیجہ سنگل مدرز کی شکل میں ہر چوراہے پر لٹکا نظر آنا شروع ہو گیا ہے۔

اگر ترقی اور حقوق کی حدود طے نہ کی جائیں جو کہ فرائض کی تربیت سے آراستہ ہیں تو ہمیں ایسے مشورے کے پیچھے چھپی اس سے اگلی منزل بھی نظر آ رہی ہے اور وہ یہ کہ آنے والی نسلوں خواہ مرد ہو یا عورت انہیں بآسانی بے راہ روی پر آمادہ کرنے کی یہ ایک درامدی کوشش ہے کہ جو بچوں کو بتا رہی ہے کہ حقوق کی پامالی سے بہتر ہے کہ لوگ بغیر شادی کے ہی آپس میں رہ لیا کریں لہٰذا نہ ڈھولا ہو سی اور نہ رولا۔

عدم برداشت اور حقوقِ انسانی کے نام پر نسلیں تباہ ہو رہی ہیں اس لئے مغرب کی نقالی میں انسانی حقوق خصوصاً حقوقِ نسواں نے معاشرے کے معاشروں میں خاندانی نظام اجاڑ کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا جسے ہم اجاڑ کہہ رہے ہیں اسے ہی شاید آباد کہا جایا کرے گا۔ بس پھر حکومتوں کو بھی چاہئے کہ محکمہ بہبود آبادی کی بجائے محکمہ انسداد آبادی بنا کر روکے جانے کے باوجود پیدا ہونے والے ناجائز بچوں کو اپنی تحویل میں لے لیں اور ان کے والدین کو اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل میں حیوانوں جیسی آزادی بخش دیں۔

ایسی تحریکوں کا نقصان پھر بھی عورت کو پہنچتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"بیٹھنے میں جہاں زمانے لگے"

کالم میٹھا سچ 633 از ڈاکٹر سلطان محمود

30 جولائی 2023ء

سوچا بھی نہ تھا کہ ڈیڑھ سو کلو ردی بنے گی اور محض چھ ہزار میں بکے گی اس چالیس سالہ ریکارڈ کی جس میں دادا حضور کی 1929ء میں دادی حضور کو دیئے گئے پلاٹ کی رجسٹری بھی ہو گی۔

جس میں پرائمری سے پوسٹ ڈاکٹریٹ تک کا اسناد و ڈگریاں چھوڑ کر سارا تعلیمی ریکارڈ، یعنی پراگریس رپورٹیں، تفصیلی نمبروں کی شیٹس، اساتذہ کرام کے خطوط، سارے تھیسیس، نوٹیفیکیشنز، ریسرچ پیپرز، میڈلز، شیلڈز، سووینئیرز، گروپ فوٹوز، اندرون اور بیرون ملک کی تصاویر، ڈاکٹریٹ کے ڈیفنس وغیرہ کی وڈیوز، میرے اپنے آڈیو لیکچرز، تحفے وغیرہ کا ضخیم ذخیرہ شامل ہے۔ نیز دنیا کی ٹاپ رینکس یونیورسٹیوں میں کیا گیا کام بھی شامل ہے مثلاً وارسا زرعی یونیورسٹی کی پی ایچ ڈی، یونیورسٹی آف کوپن ہیگن ڈنمارک، فری یونیورسٹی جرمنی، کومالنڈ امیڈیکل یونیورسٹی کیلیفورنیا امریکہ، لینگسٹن یونیورسٹی اوکلاہوما امریکہ، کولمبیا یونیورسٹی نیویارک امریکہ کے پوسٹ ڈاکٹریٹ پراجیکٹس کا سرکاری و غیر سرکاری ریکارڈ بھی شامل ہے۔

اسی ردی کے ڈھیر میں میں نے اپنی نوکریوں کی داستان بھی دفن کر دی ہے۔ مثلاً بین الاقوامی نوکریوں کا ریکارڈ بشمول اقوام متحدہ کے دو اداروں ایف اے او اور یو این ڈی پی کے اے ٹو زی کاغذات، امریکی اداروں یو ایس ڈی اے، یو ایس ایڈ، عالمی ترقیاتی ایجنسیوں کا ریکارڈ جس میں عالمی

بنک، ایشئین بنک، جی ٹی زی، نوراڈ، ڈین ایگرو، یو ایس ایڈ، آکسفیم، اے کے آر ایس پی، آئی یو سی این، ڈبلیو ڈبلیو ایف، شیلاڈیا، اسلامی ترقیاتی بنک، امریکی فوڈ کمپنی اور نیوٹری لائف سے متعلق کاغذات، سرکاری، غیر سرکاری، این جی اوز کے دعوت نامے۔۔۔

ایک پل میں یوں اٹھے

بیٹھنے میں جہاں زمانے لگے
داغ دل ہم کو یاد آنے لگے
لوگ اپنے دیئے جلانے لگے
ایک پل میں وہاں سے ہم اٹھے
بیٹھنے میں جہاں زمانے لگے

"چوتھی محبت"

کالم میٹھا سچ 634 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 2 اگست 2023ء

جیسے ماں سے محبت ختم نہیں ہوتی اسی طرح ماں بولی اور وطن سے محبت بھی ختم نہیں ہوتی۔ چاہے ان سبھی کو کہیں دور بھی چھوڑ آئیں تو انسان لمحہ بہ لمحہ انہی کی یادوں میں گھرا رہتا ہے۔

دلِ بسمل کیساتھ یہی ارادہ ہے کہیں پاکستان سے باہر جا بسیں کیونکہ جب سے ہوش سنبھالا ہے آج سینتیسویں بین الاقوامی سفر میں بھی ماں، زبان اور وطن کو ہمیشہ نازک اور قاتلانہ موڑ پر ہی دیکھا۔

ماں کا ساتھ تیس برس سے بھی کم رہا جس میں وہ مختلف بیماریوں کا شکار رہ کر محض چون برس کی عمر ہی میں میرے قیام یورپ کے دوران خالق حقیقی سے جا ملیں۔ پنجابی زبان والی ماں بولی پر قومی زبان اردو کو فوقیت دے کر ہم نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا تھا۔ اب رہ گیا وطن جس نے مجھے سب کچھ دیا یعنی اگر یورپی اور امریکی تعلیم اور تجربہ بھی حاصل ہوا تو اسی کے خرچے اور مہربانیوں سے حاصل ہوا جبکہ میں شاید ناخلف ٹھہرا کہ جو مال کمایا اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ البتہ دسیوں بار کوشش کی کہ کسی طرح کم از کم میرا تجربہ ہی وطن کے کام آ جائے لیکن ملک پر قابض خون آشام طبقے نے مجھے اپنے اندر گھسنے کی اجازت نہیں دی جس کا واحد بہانہ ہی یہ ٹھہرا کی یہ بندہ لوٹ کھسوٹ نہیں کر سکتا ورنہ کامیاب سی ایس ایس کو ترک کر کے بھی گریڈ انیس تک گھٹنوں کے بل گھسٹ کر جب لہولہان ہو کر پہنچا تو میرے انہی بے ضمیر ساتھیوں نے ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ کر میرے

ٹھٹھے اڑائے جو ہر دو نمبر طریقے کو آزماتے ہوئے میرے سامنے اس خونخوار طبقے کا حصہ جا بنے تھے۔ لہٰذا اس وقت بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے بھی بالآخر یہ سوچ کر نئے ملک میں کمپنی کھول لی ہے کہ شاید ملک عزیز پر عوام کی بھی کبھی حکومت قائم ہو جائے تو دنیا سے روانگی سے پہلے بھی کبھی اسے خوشحال دیکھ سکیں۔

اب چوتھی محبت عموماً اپنی بیوی اور اولاد نیز بھائی بہنوں سے ہوتی ہے جو سرد و گرم انداز میں ابھی تک چل رہی ہے لیکن شک ہے کہ یہ بھی میرے مال و دولت کے لالچ پر قائم ہے جس کا انداز وطن پر قابض طبقے سے ذرا تھوڑا سا ہی مختلف ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس چوتھی محبت کا انجام بھی کہیں پہلی تین محبتوں جیسا نہ ہو۔

"عوام چور کیسے بنی؟"

کالم میٹھا سچ 635 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 3 اگست 2023ء

ایک دوست موجودہ مایوسی اور مہنگائی پر تبصرے میں فرماتے ہیں کہ دراصل عوام ہی سب سے زیادہ بے ایمان، دو نمبر اور چور ہے۔ ان کا غصہ تو درست ہے لیکن کیا انہیں معلوم ہے کہ عوام ابتدا سے تو چور نہیں تھی۔ تو پھر کب اور کیسے بنی؟ آیئے پچھتر سالہ تاریخ پر اک نظر دوڑائیں۔

عوام ستر کی دہائی تک بے ایمان، دو نمبر اور چور ہر گز نہیں تھی لیکن پھر اسٹیبلشمنٹ نے ملک پر مستقل قبضے کی خاطر ہمیں جعلی جمہوریت والا ملک بنا دیا اور اپنے مال پانی کے لئے بھٹو سے لے کر عمران تک جس جس سیاستدان کو پیچ پر اتارا اسے عوام سے خون کی ہولی کھیلنے کی مکمل اجازت دیئے رکھی۔ عوام صرف دو وجوہات کی بناء پر وقتاً فوقتاً پھندے پر جھولتی رہی۔

اول اور سب سے اہم، جب بھی امریکہ نے چاہا یعنی ایوب، یحییٰ، ضیاء اور مشرف امریکی مفاد کی خاطر براہ راست مسلط کئے گئے کیونکہ ان سے بالترتیب جو کام لینے تھے وہ یہ ہیں، ایوب کے ذریعے ملک کو امریکی بھیک پر پلنے کی بجائے اپنی مدد آپ کے تحت صنعتیں قائم کرنے کا حکم صادر کیا گیا نیز جرنیلوں میں بیشمار زمینیں مفت بانٹ کر سارے ملک کو چھاؤنی اور کاروبار میں بدل دیا۔ مگر جونہی ایوب حد سے بڑھنے لگا تو اپنے ہی جاگیر دار ایجنٹ بھٹو کو جمہوری اختیارات دے کر صنعت اور تعلیم

کو قومی ملکیت میں لے کر غربت اور جہالت کی دلدل میں گرا دیا گیا جہاں سے ہم آج تک نہیں نکل پائے۔

دوم، کسی بھی سیاستدان کی ملک میں زیادہ مانگ بڑھنے نہ پائے کہ کہیں وہ اسٹیبلشمنٹ پر حاوی ہو نہ جائے۔ بھٹو، نواز اور عمران کی مثال لے لیں۔ جب بھی یہ لوگ مستقل مقبولیت کی طرف جانے لگے انہیں ہٹا دیا گیا۔

امریکہ نے سوویت یونین روس کو توڑنے کی جنگ افغانستان میں لڑنے کا فیصلہ کر لیا تو کانے جرنیل ضیاء کو پاکستان میں براہ راست حکومت دے کر اپنی منوائی۔ اضافی طور پر بھٹو کو سابقہ تمام بدتمیزیوں بشمول امریکہ کو آنکھیں دکھانے کی پاداش میں پھانسی دے دی۔ تاکہ سبھی کو کان ہو سکیں کہ مالک سے بے وفائی کی سزا سخت ہے۔

روس کو توڑتے ہی ضیاء کا کردار ختم ہوا تو اسے کتے کی موت مروا کر پاکستانیوں کو دیئے گئے جمہوری غچے میں ضیائی وقفہ ختم کر کے شریف اور زرداری کو سامنے لا کر اپنی لوٹ مار جاری رکھی گئی حتیٰ کہ افغانستان میں بیٹھ کر چینی سرزمین پر نظر رکھنے کی جب امریکی ضرورت جاگی تو پھر براہ راست مشرف کو لا کر نا صرف فوری فوجی فیصلوں پر عملدرآمد کرا لیا گیا بلکہ لگتے ہاتھ سیاسی جماعتوں کی سرکوبی بھی کر دی گئی نیز ملک میں بھٹو کی لائی گئی بے حیائی کو اگلا گئیر لگا دیا گیا۔ اتنی دیر میں ہماری فوج میں اسلحے، جرنیلوں اور ملکی پالیسی پر امریکہ کو مکمل قابو حاصل ہو چکا تھا لہٰذا پھر سے جعلی جمہوری ڈرامے کی اگلی قسط جاری کر دی گئی۔

اب امریکہ اس پوزیشن میں آچکا تھا کہ عوام کو ایک ایماندار سیاسی رہنما اس انداز میں دے دے جس کی رگ رگ اسٹیبلشمنٹ کے انگوٹھے تلے ہو اور ڈھونڈ کر تا مرگ مقبول عمران کا انتخاب ہوا لیکن وہ ذہنی طور پر اردگان اور مہاتیر سے متاثر ہو گیا اور آہستہ آہستہ امریکہ پر شکنجہ مضبوط کرنے لگا تو بس ایک ہی جھٹکے سے کسی بھی دلیل کے بغیر تمام سابق چور اکٹھے کر کے جعلی جمہوریت کے ڈرامے کو جاری و ساری کر دیا گیا۔

اور اور اور پھر عوام کو مکمل طور پر مایوس، دو نمبر، جاہل اور محکوم رکھنے کی خاطر آج بھی کام جاری ہے۔ ملک کی ترقی، خوشحالی اور مضبوطی میں واحد رکاوٹ جو ایماندار لوگ تھے انہیں ملک سے باہر نکال دیا گیا کچھ اس انداز سے کہ وہ سمجھیں کہ ہم اپنی مرضی سے بیرون ملک آن بسے ہیں۔

"نئی نسل"

کالم میٹھا سچ 636 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی 4 اگست 2023ء

جاپان اور چین 20 سال پہلے سے بچوں کے ٹیچرز کو گائیڈز نہیں کہتے بلکہ ہیلپرز کہتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ نئی جنریشن ان سے آگے جائے گی۔

آپ میری اگلی پود سے ہیں اور ایک پود آپ کے بعد میں بھی آچکی ہے۔ بات تو آپ کی درست ہے لیکن سو فیصد کبھی بھی نئی پود پچھلی سے بہتر یا اگلی سے کمتر نہیں ہوتی۔ اگر علم اور دولت برتری کی علامات ہیں تو اکثر اوقات پچھلی پود اگلی سے بیشمار بہتر ہوتی ہے۔ یا پھر اگر انفارمیشن ٹیکنالوجی اور مصنوعی ذہانت کے استعمال کی تکنیک برتری کی علامتیں ہیں تو اگلی نسل پچھلی سے محض انیس بیس کے فرق سے بہتر ہے۔

اور میرا یہ خیال بھی عالمی کمیونٹی میں رہ کر پاکستانیوں کے بارے میں ہے۔ ورنہ یہاں کی بھارتی، فلپائنی اور بنگلہ دیشی کمیونیٹیز کو دیکھیں تو میرے جیسے دو نسل پچھلے بزرگوں نے اپنی اگلی پود کو اپنی عقل اور شعور سے ملازم رکھا ہوا ہے اور انہیں اپنے درجے تک لانے کے لئے تربیت دے رہے ہیں۔

ورنہ پاکستان میں تو اگلی نسل کا پچھلی پود سے اگر ایک معمولی سی چیز زیادہ بھی سیکھ جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو پاکستان کا ڈاکٹر قدیر سمجھنے لگ جاتا ہے اور پچھلی پود سے کچھ حاصل نہیں کرتا ماسوائے جائیداد کے اور نہ اگلی نسل سے کچھ سیکھتا ہے سوائے موبائل پر فحش مواد ڈاون لوڈ کرنے کے۔

"ہمیں کتنا زندہ رہنا چاہئے"

کالم میٹھا سچ 637 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 4 اگست 2023ء

پہلے ذرا ایک سائیکالوجسٹ کی ڈائری کا ورق پڑھ لیں:

والدین کو اکیلا چھوڑ کر نہ جائیں

میرے آفس میں ایک معزز لیڈی ڈاکٹر تشریف لائیں۔ پتہ چلا کہ وہ کراچی کے ایک بڑے مشہور ہاسپیٹل میں گائناکالاجسٹ ہیں۔ کہنے لگیں سر آپ کی ایک تحریر صلہ رحمی پڑھنے کو ملی تو ارادہ کیا کہ جا کر اپنے دل کی بات آپ سے ضرور کرنی چاہیے۔ میں نے کافی منگوائی۔ موبائل خاموش کیا اور ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گیا۔

کہنے لگیں سر میرا تعلق ایک کھاتے پیتے گھرانے سے ہے۔ کراچی کے بہترین رہائشی علاقے میں ایک ہی گلی میں میرے خاندان کے 7 بڑے بڑے گھر ہیں۔ اگر ایک طرف سے شروع کروں تو ہر گھر میں صرف بزرگ رہتے ہیں اور کسی کی عمر بھی 65-70 سال سے کم نہیں۔ ان گھروں میں میری 2 خالائیں ہیں۔ 1 پھوپھی ہے اور دو گھر ماموؤں کے ہیں۔ سب کی اولادیں پڑھی لکھی ہیں۔ ڈاکٹرز انجنیئرز اور آئی ٹی والوں کی بھرمار ہے مگر سب کے سب والدین کو چھوڑ کر باہر جا بسے ہیں۔

پاکستان میں رہنے والوں میں سب سے چھوٹی میں ہوں۔ میری عمر بھی 40 سال ہے اور میرا 15 سال کا ایک ہی بیٹا ہے۔ میں اب 12 بزرگوں کی دیکھ بھال کرتی ہوں۔ کسی کو بلڈ پریشر ہے۔ کوئی ی دل کا مریض ہے۔ کسی کو چلنے میں تکلیف ہے۔ میں ہاسپیٹل میں کام صرف ڈیپریشن سے بچنے کیلیے کرتی ہوں۔ پھوپھی کو دیکھنے جاؤں تو خالہ کا فون آتا ہے کہ مجھے بخار سالگ رہا ہے جلدی آؤ۔ ماموں کا بلڈ پریشر چیک کرنے جاتی ہوں تو بیٹا فون کرتا ہے کہ مما گھر کب آؤ گی۔ بہت کوشش کے بعد بھی بزرگ اپنے گھر چھوڑ کر کسی ایک گھر میں اکٹھے رہنے تیار نہیں ہوتے۔ گھروں میں نوکروں ڈرئیوروں اور آیاؤں کی حکومت ہے۔

میں پلکیں جھپکائے بغیر خاموش بیٹھا اسکی باتیں ایسے سن رہا تھا کہ کہیں کوئی ی ایک لفظ بھی چوک نہ جائے۔ میں نے پوچھا آپ کے میاں کہاں ہیں۔ کہنے لگی۔ وہ میرے لیے اللہ کا انعام ہیں۔ میں جب بھی ان کی طرف دیکھتی ہوں دل میں بہت دعائیں دیتی ہوں کہ وہ اپنے والدین کی وفات کے بعد صرف میری وجہ سے اپنے امریکہ میں بسے سب بہن بھائیوں کے پاس نہیں جا رہے۔ سوچتی ہوں کہ اگر میرے امی ابو زندہ ہوتے تو کیا میں اپنے اکلوتے بھائی اور 25-30 کزنز کی طرح اپنے والدین کو تنہا چھوڑ کر امریکہ کینیڈا جا بستی؟ سر میں خود ہی جواب گھڑتی رہتی ہوں کہ والدین کو تو چھوڑیں مجھے تو ان 6 گھروں میں رہنے والے خاندان کے بزرگوں نے بھی بیڑیاں ڈال رکھی ہیں۔

سر پریشان اب اس لیے ہوں کہ میرا 15 سال کا بیٹا ضد کر کے پوچھنے لگا ہے کہ مما ہم امریکہ کب شفٹ ہونگے اور میں بیٹے کو جواب دینے کی بجائے کچن میں کچھ دیر بیٹھ کر آنسو بہا کر دل ہلکا کر لیتی

ہوں۔ سب سے زیادہ تکلیف اس وقت ہوتی ہے جب ماموں کے گھر جاؤں تو وہ پوتے کی باتیں سننے کیلیے کہتے ہیں بٹیا امریکہ فون ملا دو اور میں کہتی ہوں ماموں وہاں تو رات کے دو بجے ہیں۔ پھر کبھی بات کروائوں گی اور سر "یہ پھر بات کروائوں گی والا جھوٹ میں 6 کے 6 گھروں میں اکثر دہراتی رہتی ہوں"۔

وہ چپ ہوئی تو میں بھی چپ ہی بیٹھا رہا۔ ہنس کر کہنے لگی سر کچھ تو بولیں۔ میں نے کہا بٹیا میں کیا بولوں۔ سب کچھ تو تم نے خود بول دیا ہے۔ کہنے لگی سر میں تو یہ کر نہیں سکتی مگر آپ کسی کالج۔ کسی یونیورسٹی میں جا کر ہماری نوجوان نسل سے ایک درخواست ضرور کریں کہ باہر کے ویزے لگوانے سے پہلے میرے خاندان کے یہ 6-7 گھر وزٹ ضرور کر لیں۔

یوں لگ رہا تھا جیسے مجھ سے 28 سال چھوٹی یہ خاتون مجھے سمجھا رہی ہے کہ اب مجھے معاشرے میں اصل کام کرنا کیا چاہیے۔

پتہ نہیں کر پاؤں گا کہ نہیں۔

اسے پڑھنے کے بعد اب میرا تبصرہ بھی پڑھ لیں۔

از ڈاکٹر سلطان محمود

یہ خوشحال طبقے کا ایک بہت ہی بڑا مسئلہ ہے جو ہمارے ملک کی معاشی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے

لیکن ذرا مجھے تو دیکھیں کہ اس سے قبل کہ میرا اکلوتا بیٹا مجھے چھوڑ کر کہیں باہر جا بسے، میں نے خود ہی یہ پہل بھی کر دی ہے۔ وہاں بھی میری آمدن ہی میری نگران تھی تو سوچا کیوں نہ اسی کے سہارے کم از کم بیمار معاشرے سے تو باہر نکلوں۔ زندگی دوبار نہیں ملنی اور پیسہ بنکوں کے حوالے کر کے رسیدیں سنبھال کر رکھنے کے کتنے فائدے ہیں کیا کوئی بتا سکتا ہے؟

نتیجہ:

Remember, the only thing that won't eliminate you is yourself, say a hello to yourself, greet yourself maintain your presence in front of Allah, be happy, and have no regrets!

Therefore, while our bodies are still capable, live life to the fullest! Eat what you want, drink what you desire, play and do the things you love.

BECAUSE THERE ARE 4 STAGES OF ELIMINATION IN LIFE

At 60, the workplace eliminates you.

At 70, society gradually eliminates you.

At 80, family slowly eliminates you.

AND

At 90, the Earth wants to eliminate you.

یاد رکھیں، واحد چیز جو آپ کو ختم نہیں کرے گی وہ آپ خود ہیں۔ خود سے ایک سلام کریں، اپنے آپ کو خوش آمدید کہیں، اللہ کے سامنے اپنی موجودگی برقرار رکھیں، خوش رہیں اور کوئی پچھتاوا نہ رکھیں !

لہٰذا، جب تک ہمارا جسم قابل ہے، زندگی کو بھرپور انداز میں گزاریں! جو چاہیں کھائیں، جو چاہیں پیئیں، کھیلیں اور وہ کام کریں جو آپ کو پسند ہیں۔

کیونکہ زندگی میں ختم ہونے کے چار مراحل ہیں :

60 سال کی عمر میں، کام کی جگہ آپ کو ختم کر دیتی ہے۔

70 سال کی عمر میں، معاشرہ آہستہ آہستہ آپ کو ختم کر دیتا ہے۔

80 سال کی عمر میں، خاندان آپ کو آہستہ آہستہ ختم کر دیتا ہے۔

اور

90سال کی عمر میں، زمین آپ کو ختم کرنا چاہتی ہے۔

یاد رکھیں، واحد چیز جو آپ کو ختم نہیں کرے گی وہ آپ خود ہیں۔ خود سے ایک سلام کریں، اپنے آپ کو خوش آمدید کہیں، اللہ کے سامنے اپنی موجودگی برقرار رکھیں، خوش رہیں اور کوئی پچھتاوا نہ رکھیں !

لہٰذا، جب تک ہمارا جسم قابل ہے، زندگی کو بھرپور انداز میں گزاریں! جو چاہیں کھائیں، جو چاہیں پیئیں، کھیلیں اور وہ کام کریں جو آپ کو پسند ہیں۔

کیونکہ زندگی میں ختم ہونے کے چار مراحل ہیں :

60سال کی عمر میں، کام کی جگہ آپ کو ختم کر دیتی ہے۔

70سال کی عمر میں، معاشرہ آہستہ آہستہ آپ کو ختم کر دیتا ہے۔

80سال کی عمر میں، خاندان آپ کو آہستہ آہستہ ختم کر دیتا ہے۔

اور

90سال کی عمر میں، زمین آپ کو ختم کرنا چاہتی ہے۔

سوچنا ضرور کہ ہمیں کتنی زندگی چاہیئے؟

"خوش قسمت اور بد قسمت"

کالم میٹھا سچ 638 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 5 اگست 2023ء

دبئی میں عوام کی خوش قسمتی یہ ہے کہ چار دنوں سے مسلسل 44 ڈگری پر جھلستے رہنے کے بعد حکومت نے آج چار بجے شام مصنوعی بارش برسا کر دبئی کے باسیوں کے ویک اینڈ کو خوبصورت بنانے کے لئے ٹھنڈا کرنے کی اپنی سی کوشش کر ڈالی ہے۔ اٹھاسی فیصد غیر ملکیوں کے اس شہر کے باسی ناچتے ہوئے اپنے یخ فلیٹوں سے باہر نکل آئے ہیں اور رنگا رنگ کاروں اور ٹیکسیوں سے سڑکیں بھر گئیں ہیں ساحل سمندر جانے کے لئے۔ ہم نے بھی یخ کمرے سے نکل کر بالکنی سے سامنے والوں کو وش کیا اور آم کھا کر بارش کا سواگت کر دیا ہے اور جا رہے ہیں ڈیرہ دبئی سمندر پر عالمی برادری کی رونق دیکھنے۔

کمرے میں واپس آیا تو رومیٹ نے منہ بسور کر خبر دی کہ بد قسمت پاکستانی عوام کی دشمن حکومت نے مسلسل چار ماہ کی تگ و دو کے بعد آج چار بجے عمران خان کو گرفتار کر کے اٹھاسی فیصد عوام کو ان گرمیوں میں مزید نڈھال کرنے کی اپنی سی کوشش کر ڈالی ہے۔ لیکن سڑکوں بازاروں میں ہو کا عالم ہے کیونکہ منحوس اعظم رانا ثناء اللہ نے فوج سے مل کر غیر اعلانیہ مارشل لاء لگا دیا ہوا ہے۔ گو کہ دنیا بھر کے پاکستانی اس خبر پر طیش میں ہیں لیکن جیسے کانے دجال کی حکومت نے بھٹو کے قتل پر

کسی کو باہر نکلنے نہیں دیا تھا ایسے ہی اب چوہے کی مونچھوں والے نے بھی عوام کو دھمکا کر گھر بیٹھنے پر مجبور کر دینا ہے۔

احمق دنیا جمہوریت، آمریت اور شہنشاہیت کی بحثوں میں الجھی کھڑی ہے لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ چین و روس کی آمریتیں اور گلف کی شہنشاہیتیں تو عوام کو زیادہ سے زیادہ خوش کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں مگر ہمارے ملک جیسی فوجی جمہوریتیں ہمیں روزانہ صبح اٹھ کر ایک نئی اذیت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

پاکستانیوں سے درخواست ہے کہ حسد کرنے والے سے بدلہ نہ لیا کریں بلکہ ترس کھا کر خاموش ہو جایا کریں۔ کیونکہ حاسد ایک ایسا انسان ہوتا ہے جو آپ کے جلائے بغیر ہی جل بُھن کے راکھ ہو رہا ہوتا ہے۔

"سیاسی پاگل"

کالم میٹھا سچ 639 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 6 اگست 2023ء

اس کالم سے دو فائدے حاصل کرنا چاہ رہے ہیں۔ اول اپنی عمر کم شو کرنا چاہتے ہیں کہ ابھی محض بائیس تئیس ہے کیونکہ لڑکپن اٹھارہ پر ختم ہو جاتا ہے اور دوم آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دنیا پر غالب آتی اس ٹیکنالوجی کو آپ بچپن سے ہی جانتے ہیں۔

اب ہماری تحقیق سنئے۔ مصنوعی ذہانت لفظ کا پہلے پہل پاکستان میں استعمال 2000ء میں صرف ایچ ای سی اسلام آباد میں ہوا جہاں سے یہ تکنیک بمشکل پندرہ سال بعد یعنی محض آٹھ سال قبل کہیں NUST اسلام آباد تک پہنچ پائی جس کے بانی ڈاکٹر عطاالرحمان تھے۔ اس وقت لاہور کے تعلیمی ادارے ابھی امب چوپ رہے تھے اور باقی کا پنجاب تو خیر گہری تاریکی میں تھا۔ پنجاب یونیورسٹی کے اس ضمن کے اولین شعبہ ریاضی کے تحت ڈاکٹر اقبال 1982ء میں امریکہ سے ریاضی میں پی ایچ ڈی کر کے آئے تھے جن سے میں نے بھی 1984ء میں فورٹران زبان سیکھی لیکن مجھے لگتا ہے کہ ہمارے وہ استاد بھی مصنوعی ذہانت کے لفظ سے ناآشنا تھے حالانکہ امریکہ میں یہ تکنیک 1980ء میں رواج پا چکی تھی۔ فیصل آباد کی جدید ترین زرعی یونیورسٹی میں بھی ہمیں 1981ء تک اس بارے کچھ پتا نہ تھا۔

ان حقائق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو دس برس قبل پنجاب کا کوئی بھی پڑھا لکھا اس ٹیکنالوجی کو نہیں جانتا تھا۔ بلکہ میں نے بھی سن دو ہزار میں اس تکنیک کا استعمال امریکہ میں ہی دیکھا لیکن صحیح معنوں میں اس لفظ سے آشنا نہ ہو سکا۔ جس کی شاید وجہ یہ تھی کہ ریاضی میرا مضمون نہ تھا۔ لمز، کامسیٹس اور آغا خان یونیورسٹیوں جیسے پاکستان کے جدید ترین ریسرچ کے ادارے بھی دس پندرہ برس قبل تک اس تکنیک سے قریب قریب ناواقف تھے۔

قارئین کی رائے میں:

حضور اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں کہ اگر آپ بیس سال سے اس تکنیک کو جانتے تھے تو آپ اصلی ذہانت یعنی ویب سائٹس ڈویلپ کرنے کی بجائے مصنوعی ذہانت کا کاروبار شروع نہ کر لیتے؟۔ ویسے پاکستان میں اس لفظ کا استعمال محض ابھی چند برس پہلے کی بات ہے۔ بلکہ آپ کی تحریریں گواہ ہیں کہ یہ لفظ آپ نے چار ماہ قبل والے میرے کالم "برج خلیفہ تلے" کے بعد استعمال کرنا شروع کیا ہے۔

درستگی پر معذرت کیونکہ آپ نے جو ادھر ادھر کے مصنفین کی سینکڑوں کتابیں ویب پر ڈالی ہیں وہ تو پھر آپ کی ساری محنت بیکار میں گئی کیونکہ ان میں سے ایک کا بھی تعلق مصنوعی ذہانت سے ہر گز نہیں۔

شاہ صاحب پوری قوم کا سیاسی دماغ خراب ہے۔ نہ وہ ٹھیک تھا اور نہ یہ ٹھیک ہے۔ اس جانب کوئی دیکھتا نہیں جو تمام ذرائع دولت و حکومت پر قبضہ کر کے ہمیں آپس میں لڑا رہے ہیں اس طرح تو اسٹیبلشمنٹ کا اقتدار طویل ہوتا جائے گا۔

مشہور مثال ہے کہ ایک نفسیات دان نے چیونٹیوں کی نفسیات معلوم کرنے کے لئے برابر برابر سرخ اور سفید چیونٹیاں ایک جار میں بند کر کے رکھ دیں۔ دونوں گروہ اپنے اپنے دائرے میں کام کرتے رہے۔ پھر اس نے جار کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ چیونٹیاں وقتی طور پر بدکیں مگر جلد نارمل ہو کر چلنے لگیں۔ ہر بار معمولی جھٹکوں پر ایسا ہی ہوتا رہا۔ پھر اس نے وہ کیا جو ہماری اسٹیبلشمنٹ کرتی ہے۔ وہ جار کو اٹھا کر کافی دیر جھٹکے دیتا رہا اور پھر نیچے رکھ دیا۔ اب اندر حالات عجیب تھے۔ دونوں رنگوں کی چیونٹیاں ایک دوسرے کو دشمن سمجھ کر آپس میں حملہ آور ہوتی رہیں اور بالآخر سب مر گئیں۔

ناحق ہم مجبوروں پر تہمت ہے مختاری کی۔۔۔

جو چاہیں سو آپ کریں، ہمیں عبث بدنام کیا۔۔۔

اگر پڑھے لکھے بھی آپس میں اپنی اپنی پسند ناپسند پر باہم حملے کرتے رہے تو جار کو جھٹکے دینے والوں کی موجیں۔

"سچے لطیفے"

کالم میٹھا سچ 640 از ڈاکٹر سلطان محمود

14 اگست 2023ء

پاکستان کے عام سے علاقے میں جا کر ایک اینکر نے سچے سنورے سادہ سے لوگوں کا مذاق بنا کر ان کی آزادی کی خوشیوں کا کباڑہ کر دیا ہے۔ جبکہ سادگی کے حوالے سے ہی مجھے اپنے ساتھ بیٹے چند واقعات یاد آ رہے ہیں، مثلاً:

1. ۔ بچپن میں لائلپور کی پیپلز کالونی میں چار چھ ویلے مشٹنڈے لڑکے چوک میں کھڑے ایک سے ایک لمبی چھوڑ رہے تھے۔ ایک نے تو حد کر دی۔ کہتا ہے "ابو کو حکومت کی جانب سے خط آیا ہے کہ ہم آپ کو صدر ایوب لگا رہے ہیں"

2. ۔1980ء میں جب میں فیکلٹی یونین کا دوسرا صدر بنا تو ڈین وٹرنری فیکلٹی پروفیسر عرفان صاحب کے دفتر میں طلباء کے کسی سیاسی مسئلے پر گرما گرم بحث چل رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہر فیکلٹی کا ایک ایک نمائندہ بھی شریک ہو اور ساتھ ہی اینیمل ہسبنڈری کے سابق صدر عبدالشکور کا ذکر کیا۔ چونکہ ان کو میرے صدر بننے کا علم ابھی نہیں ہوا تھا تو

کسی نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ سر سلطان صاحب اب نئے صدر ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ شکور کہاں ہے تو میں نے اپنی کمال کی انگریزی کی دھاک بٹھاتے ہوئے

کہا کہ "Sir he is expired"

3. ۔ایک بار 1982ء میں ادارہ قومی تشخص لاہور کے کسی مقابلہ مضمون میں مجھے اول انعام سے نوازا گیا اور گولڈ میڈل، تعریفی سند اور ایک عدد جناح کیپ بھی عطا کی گئی۔ گھر آ کر میں نے یہ انعامات دکھائے تو میرے چھوٹے بھائی ایاز محمود نے بڑے پولے منہ سے مجھ سے ہی پوچھ لیا کہ "بھائی جان آج کل بازار سے گولڈ میڈل کتنے کا مل جاتا ہے؟

4. ۔1989ء میں پولینڈ کے شہر وارسا میں ہم باپ بیٹا ایک تبلیغی جماعت کے ساتھی مولوی سعید سمیت لفٹ پر نویں منزل سے نیچے آنے لگے تو کم سن بیٹے عدیل نے جلدی سے بی یعنی بیسمنٹ یا تہہ خانے کا بٹن دبا دیا تو پی ایچ ڈی سکالر مولوی صاحب نے جھٹ سے درستگی کرتے ہوئے گراؤنڈ کا بٹن دباتے ہی ارشاد فرمایا "بیٹا ان کی بیسمنٹ تو اوپر ہے "

5. ۔میں چونکہ 1993ء تا 1997ء بی آر ایس پی کوئٹہ میں تعینات رہا جہاں ہر قوم، زبان اور مذہب کے ملازمین کی وجہ سے ہم اپنے دفتر کو اقوام متحدہ کہتے تھے۔ یہاں کے سبھی ملازمین سادہ طبیعت کے تھے چند خچروں کو چھوڑ کر۔ اس لئے وہاں کے کافی واقعات تفنن بھرے ہوتے تھے۔ میری ملازمت کے پہلے ہی سال جب نو نومبر کو چھٹی کی خبر اڑی تو کوئٹہ میں میرے باس سندھی مانو ایم ایس سی آسٹریلیا اللہ ڈینو چنہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ "ڈاکٹر صاحب یہ کس چیز کی چھٹی ہے؟ "

6. ۔وہیں قیام کوئٹہ میں ہماری ایک خوبصورت کولیگ غالباً ڈاکٹر نورین صاحبہ نے اپنی لمبی

چوڑی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے جب یہ فرمایا کہ "ایک بار پنڈی کی جھوک سیال میں ہم نے پولیو کی اتنی ویکسینیشن کر دی کہ سرنجیں ہی کم پڑ گئیں"۔ تو میٹنگ میں سبھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

7. ۔وہیں پر ہمارے چار سیکشنز کے باس یونیورسٹی کے پروفیسر لوکل پٹھان سید عارف حسین صاحب نے اپنی علمیت پر سورج کی روشنی ڈالتے ہوئے اپنی بلوچستان کے لائیو سٹاک پر لکھی کتاب پر میرے ہوش اڑانے کے لئے جب یہ فرمایا کہ "اس کتاب میں پورا باب مرغبانی پر بھی ہے" تو یقین مانیں میرے واقعی ہوش اڑ گئے۔تب تک میں خود صاحب کتاب نہ تھا۔

8. ۔وہیں ایک بار میں بی آر ایس پی کے قلات ڈویژن کے انچارج منظور بلوچ کی بھیجی گئی ماہانہ پراگریس رپورٹ پڑھ رہا تھا تو یہ پڑھ کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا کہ "فلاں تاریخ کو وقت مقررہ پر مسٹر ولسن نے تلاوت کر کے کلسٹر کی میٹنگ کا آغاز کیا"

9. ۔وہاں چھٹی کے بعد کچھ دوست بیڈ منٹن بھی کھیلا کرتے تھے جس میں ملک حمید اللہ بہت اچھا کھیلتا تھا اور اکثر اس کی ٹیم جیت جاتی تھی۔ہار جانے کے ڈر سے مجھے کوئی کھلاتا تو

نہیں تھا لیکن انہوں نے مجھے شامل رکھنے کی خاطر کمنٹری دے رکھی تھی۔ایک بار دونوں جانب جب دو دو پوائنٹ ہوئے تو میں نے بآواز بلند کہا"two each"

میچ کے بعد ملک ورلڈ کپ ہار جانے جیسے سنجیدہ موڈ میں میرے پاس آیا اور کہنے لگا" آئندہ

سے ٹوایچ نہیں کہنا" ورکشاپ انچارج مرزا کی ہنسی نکل گئی بس توجہ ہٹتے ہی ملک کی ٹیم ہار گئی۔۔

10 ۔ میں نے ساڑھے چار سالہ ملازمت کے دوران مینجمنٹ کو لگ بھگ ڈھائی سو میمو لکھے جن میں سے کئی پر چیف ایگزیکٹو قاضی عظمت عیسیٰ کے دلچسپ ریمارکس بھی آجاتے تھے۔ چونکہ میرا ہر میمو مینجمنٹ میٹنگ میں دیکھا پڑھا جاتا تھا تو اس پر ہمارے مینجر سید عارف نے قاضی صاحب کو مشورہ دیا کہ "ڈاکٹر سے کمپیوٹر واپس لے لیا جائے"۔ قاضی صاحب سمیت ہم سبھی روزانہ لنچ دفتر کی کینٹین میں کیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد ہی سید عارف ہیڈ ایگریکلچر حکیم صاحب کی تعریف کرتے ہوئے مجھ پر طنز کر گئے کہ دیکھیں حکیم صاحب اپنے مضمون کے ماہر ہیں اور علم کا خزانہ ہیں مگر انہوں نے کبھی میمو نہیں لکھا۔ میرے منہ سے برجستہ نکل گیا کہ "اس خزانے کا کیا فائدہ جس کے منہ پر سانپ بیٹھا ہو"۔ عارف صاحب اس قدر زور سے ہنسے کہ کرسی الٹتے الٹتے بچی۔ دراصل حکیم صاحب محترم کے ہونٹوں کے ارد گرد پھلبہری کے گہرے نشان تھے

"سید منور حسن"

کالم میٹھا سچ 641 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 16 اگست 2023ء

سن 2001ء میں نیویارک کے جے ایف کے ائیر پورٹ پر اترے تو بھی اسی لباس میں تھے۔ رات دو بجے کا عمل تھا تہجد سے قبل صرف ایک اخباری نمائندے سے بات ہو سکتی تھی جس کی میں نے ہفت روزہ صدائے پاکستان کی جانب سے پیشگی اجازت لے رکھی تھی۔ میرے بہت سارے پیچدار سوالوں کے سارے جوابات محض دس منٹ میں اس انتہائی سادگی سے دے کر مسجد کی جانب چلتے بنے جوان کے لہجے کی مضبوطی اور اعتماد سے درخشاں تھے۔

آنے والی بدھ کو میں نے نہایت توجہ سے پورے ایک صفحے کی کوریج لگائی جس کا شکریہ مجھے واشنگٹن سے وصول ہوا۔

ایسے ایماندار لوگوں کے لئے میرے دعائیہ الفاظ بہت چھوٹے پڑتے محسوس ہو رہے ہیں اور میں 23 برس بعد آج یہاں دوبئی میں بیٹھا یہ راز منکشف کر رہا ہوں کہ ہماری عوام ہی کرپٹ اور بد دیانت ہے جو ایسے ہیروں کو نظر انداز کر کے کوئلے جیسے رہنماؤں کو اقتدار میں لا کر آج اجتماعی طور پر اپنا سر پیٹ رہی ہے۔ سید منور جیسے لوگ کسی بھی سیاسی جماعت سے بہت اوپر کی چیز ہوتے ہیں جنہیں بد قسمتی سے ہم نے گنوا دیا ہے۔

ڈاکٹر سلطان محمود

"کیا ہے حقیقی آزادی"

کالم میٹھا سچ 642 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 17 اگست 2023ء

ایک کرم فرماں نے آج کرسی نشین والی پوسٹ بھیجی اور فرمایا:

آزادی ایک نعمت ہے۔ ہم پاکستان میں رہنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے۔ ایک یہ وقت بھی تھا

جب برطانوی راج میں سرکاری دفاتر میں کرسی پر بیٹھنے کی بھی ممانعت تھی۔

اس کا حق بھی صرف انہیں تھا جنہیں انگریز سرکار یہ "کرسی نشیں" سرٹیفکیٹ جاری کرتی تھی۔

ہم نے بات مکمل کرنے کی خاطر لکھا ہے کہ:

اور یہ سند صرف اسے ملتی تھی جو گورے کا بہت وفادار ہوتا تھا۔

نیز وفاداری میں یہ شامل تھا کہ وہ اپنے رشتے داروں سے زیادہ گورے کو فوقیت دے گا۔ وہ گورے کے لئے انفارمر کا کام کرے۔ پھر گورے کے حکم پر مخالف کا قلع قمع کرے

کمیونٹی میں گورے کا خوف پیدا کرے۔ مزید وفادار ڈھونڈے اور ان کے جتھے بنا کر گورے کی حکومت مضبوط کرے۔

اپنے گاؤں کے نوجوانوں کو دوسری جنگ عظیم میں برما کے محاذ پر بھیجے جہاں انہیں پیدل فوج میں شامل کر کے ہراول دستے کے طور پر گھڑ سوار مسلمان اور سکھوں کی صفوں سے آگے رکھ کر مروا دیا جاتا اور یوں نا صرف دشمن کا اسلحہ ضائع ہوتا بلکہ ہندوستانی فوج کے تازہ دم گھڑ سوار دشمن کی صفوں کو چیر دیتے۔ دشمن جب افراتفری کی حالت میں پسپا ہوتا تو انگریز کی توپیں مزید فائر مارتیں اور آخر میں گورا کمانڈر جیپ میں پہنچ کر اپنا جھنڈا لہراتا۔

ہندو ازل سے بے حد چالاک تھا نوے فیصد ایسی سندیں اسے ملتیں اور دس فیصد مسلمان غداروں کو۔ ہندو اپنی کمیونٹی میں موجود مسلمان اور سکھ مروا دیتا۔ مگر مسلمان دوسرے مسلمان کو۔

پھر گورے نے سبھی ایسے مسلمان غدار جمع کئے اور انہیں علحدہ وطن کی پٹی پڑھائی۔ ملاں اور گدی نشین غداروں کو پاکستان کے قیام میں مذہبی کارڈ استعمال کرنے کی ترغیب بخشی،

سبھی کو ان کی وفاداری کے تناسب سے مراعات دیں۔ ان کی اپنی ہی زمین کے ٹکڑوں کا مالک بنایا۔ اسلحہ رکھنے کی اجازت دی۔

چند نام یاد کریں

ٹوانے، دولتانے، بھٹو، لغاڑے، قریشی، ملک، کھوکھر، قاضی، باچے، رند، بگٹی، رئیسانی، خانان، کھر، رامے، رانے، بزدار، یہ اور وہ۔

اور پھر گورے نے دوسری جنگ عظیم میں فتح کے باوجود مگر زخموں اور تھکاوٹ سے چور چور افاقے کے لئے واپس وطن جانے کا سوچا اور اپنے سند یافتہ غداروں کے حوالے پاکستان کی سرزمین کر کے یہاں سے ایشیا پر حکومت قائم رکھی جو آج بھی قائم ہے۔ جواب کہیں جا کر چین، بھارت اور روس کے تابع ہوتی جا رہی ہے

گورے نے اپنے لئے خوراک حاصل کرنے کے لئے ہندوستان میں نہری نظام بنا کر پہلے زمینیں زرخیز کیں اور پھر خوب غلہ اگا کر اپنے ملک بھیجا۔

خام مال لوٹنے کے لئے بلوچستان کے پہاڑوں سے لے کر کراچی اور بمبئی کے ساحلوں تک ریلوے لائن بنائی اور بندرگاہوں پر جہاز رانی کی صنعت کو فروغ دیا۔

اور جس غلے، دولت اور سستے غلاموں کو انہوں نے پچھلے نوے برس میں مفت حاصل کیا تھا وہ سلسلہ انہوں نے ایک نئے فارمولے کے ذریعے جاری رکھا۔

یعنی پاکستان اور بھارت کے حکمرانوں کے ذریعے لوٹ مار جاری رکھی بشرطیکہ دولت برطانیہ اور بعد ازاں امریکہ کے بنکوں میں رکھی جائے۔

اس مقصد کے لئے گورے نے دولت مشترکہ قائم کی اور 37 ممالک کی دولت آج 75 سال بعد بھی وہیں جا رہی ہے۔

کبھی کسی نے سوچا کہ گورے نے اقوام متحدہ کیوں بنائی؟

اور پھر سویٹزرلینڈ کو باہر کیوں رکھا؟

تا کہ ایک ادارے کے قوانین کے ذریعے دنیا کو تابعدار بنایا جا سکے۔ لیکن ساتھ ہی لوٹ مار کے پیسے کو سوئٹزرلینڈ کے بنکوں میں رکھوا کر اسے قوانین سے بالاتر رکھا جا سکے۔

امریکی گورے نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اس نے عالمی بنک اور آئی ایم ایف قائم کر دیے۔ اور پھر کرپٹ حکمرانوں کو عوام کے نام پر بھاری قرضے دینے لگ گیا۔

جن کا غالب حصہ لوٹ مار کے ذریعے انہی کے بنکوں میں واپس جانے لگا۔ جس کے دو فائدے گورے کو آج بھی حاصل ہیں۔ بظاہر آزاد کردہ عوام میں فاقے کی صورتحال قائم رہے تا کہ پیٹ کے چکر سے ہی نہ نکل پائیں اور گورے کو گھوری نہ ڈال سکیں۔ ساتھ ہی کرپٹ حکمرانوں کی فائلیں تیار کرتے گئے اور ان سے کسی بھی خطرے کے پیش نظر بلیک میلنگ کی داغ بیل ڈالی۔

ہندو ایک چالاک قوم تھی۔ وہ ان ہی کے ہتھکنڈوں کو استعمال کر کے ان کے چنگل سے نکل کر آج مقابل کھڑی ہے۔ ہندوستان گورے کی لوٹ مار سے قبل بھی سونے کی چڑیا تھی اور اب پھر بننے جا رہا ہے۔ ہندوستان میں مسلمان بننے کی ابتدا معاشرے میں ذرا اچھا بننے کی خواہش میں نچلی ذاتوں نے مسلمانی قبول کر لی، لیکن یہ پہلے ہی سے صدیوں کی دبی ہوئی نسلیں تھیں لہٰذا کلمہ گو ہو کر مسلمان تو ہو گئیں لیکن اپنے ذہن میں رچیبسی غلامی نہ نکال پائیں۔ آج بھی یہی حالت ہے۔

مسلمان کے اصل رہنماء سر سید احمد خان تھے۔ جنہوں نے حکمران کی زبان سیکھنے کا مشورہ دیا تا کہ مسلمان ہندو کے برابر ترقی کر سکے۔ لیکن میرے دیس میں آج بھی انگریز اور انگریزی سے نفرت

پائی جاتی ہے گو کہ اس کی شہریت کے لئے مرے جاتے ہیں لیکن در حقیقت بر صغیر کے مسلمان منافقانہ ذہنی غلام تھے، ہیں اور رہیں گے۔

اگر میری تحقیق پر کسی کو اعتراض ہے تو پہلے پوری غیر جانبداری سے مکمل تاریخ ہندوپاک پڑھ لے پھر آجائے مکالمے پر۔

یہ بھی پڑھا ہوا۔ پہلے۔ انعم

"بوالعجبی"

کالم میٹھا سچ 642 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی۔ 19 اگست 2023ء

سبھی "اصلاح پسند" یہی کہتے ہیں کہ نماز قائم کرو، فحاشی سے بچو، حرام مال نہ کماؤ نہ کھاؤ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان "مصلحین" کا ذرا حال تو ملاحظہ کریں۔

دو "عبادت گزار" رشتے دار اور اوپر سے پڑوسی بھی مدتوں سے آپس میں ناراض ہیں اور وجہ بھی شرعی نہیں۔ ایک "نمازی" پڑوسی کے بارے میں مسجد سے جھوٹی خبر لاتا ہے کہ "فلاں گھر میں کار چوری میں اس کا بیٹا ملوث تھا" اور اس پر نا صرف خود یقین کر لیتا ہے بلکہ آگے پھیلاتا بھی ہے۔ "مسجد" کمیٹی کا ایک فارغ رکن ہر وقت بدمعاشی پر اترا نظر آتا ہے اور گیٹوں پر خوانچہ فروشوں سے بھتہ وصول کیا کرتا تھا۔ مسجد پر ہی "قبضے" کے خواہش مند دو بھائی سوسائٹی کا فنڈ کھا جاتے ہیں۔ چھ "نمازی" فجر کے بعد کالونی کی سیر میں بلند آوازوں سے پورے محلے کی خبریں آپس میں تبرک کی طرح شئیر کرتے ہیں جن میں نوے فیصد میں صداقت نہیں ہوتی۔ ایک پڑوسی دوسرے سے صرف اس لئے دس بیس سال ناراض رہتا ہے کہ اس نے جب ساتھ والا گھر بنایا تھا تو میرے گھر میں گرنے والا گند صاف نہیں کرایا تھا۔ ایک خوف خدا والے نمازی کے بارے دوسرا دنیادار "نمازی" کہتا ہے کہ "دیکھو جب سے بیٹے کو گردہ دیا ہے بیچارہ جھک کے چلنے لگ گیا ہے"۔

اور یہ الگ بات کہ ہم سب "مسلمان" بھی کئی طرح کے نرالے ہیں۔ ایک اصل عبادت گزار اور عبادات و معاملات میں شرعی توازن رکھنے والے، دوسرے ایک "مشرک" مسجد کے آگے سے گزر کر اپنے فرقے کی مسجد میں جانے والے، تیسرے مسجد میں کبھی نہ گھسنے والے، چوتھے عبادات میں مکمل مگر معاملات کے نکمے، پانچویں چوتھے کے الٹ، چھٹے ان سب پر تنقید کرنے والے۔ باقی اقسام کی وضاحت بعد میں۔

جو مسجد میں جا رہا ہے، ہے وہ بھی آدمی۔۔۔

جو تا جو چرا رہا ہے، ہے وہ بھی آدمی۔۔۔!!

اور سب سے مزے کی بات۔ یہ سبھی "نمازی" مل کر ایک "ڈاکٹر" کو بیک زبان طعنہ دیتے ہیں کہ "یار اس بے نماز کو کبھی مسجد میں نہیں دیکھا"۔

ہاہاہاہاہاہا۔ ایں چہ بوالعجبی است؟

انسان دوسرے انسان کا جج تبھی بنتا ہے جب اسے خالق کائنات کے جج ہونے پر یقین نہیں رہتا۔

ایک "گنہگار" سابق پڑوسی کے قلم سے

"فبی ای الاربکما تکذبان"

کالم میٹھا سچ 644 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی۔19 اگست 2023ء

دل میں اترے ہو تو آو میرا "صحرائی کھانا" دیکھو

کئی تہذیبوں کے مکس کھانے بھی کمال کی عیاشی ہے۔ بھلے سے چھٹی ہی کا دن کیوں نہ ہو۔

صبح نو بجے ناشتہ۔

(chia seed)والا پانی ، کیرالہ انڈیا کا دوسہ یا چنے، چین کا تخم بالنگا اور امریکہ کی سٹار بکس کافی یا مالواڑی چائے۔ مالواڑی یعنی مالابار بھارت۔ اوسطاً دس درہم میں۔

شام پانچ چھ بجے ایرانی کلچہ، چینی منچورین یا پاکستانی دال یا مکس سبزی اور عربی منرل واٹر۔ اوسطاً نو درہم میں۔

رات گیارہ بجے پاکستانی آم یا میکسیکو کے انگور یا بنگلہ دیش کا آلو بخارا ساتھ میں عربی لسی یا ہالینڈ کا دودھ۔ اوسطاً سات درہم۔

علاوہ ازیں مالواڑی چائے، چین کا تخم بالنگا، دبئی کا منرل واٹر اور ہندوستان کے خشک میوہ جات۔ دن میں کئی بار۔ اوسطاً پانچ درہم۔ باقی کھانوں کی تفصیل بوجہ اختصار بتانے سے قاصر ہوں۔

روزانہ کے دو ہزار حرارے تیس درہم میں۔ دس ہزار قدم کی سست رفتار واک مفت میں اور شفاف ہوا پھیپھڑوں میں۔ یعنی ماہانہ ہزار درہم یا اسی ہزار پاکستانی روپے میں سو فیصد خالص، مصفا اور حلال کھانا جو اسی فیصد جزو بدن بن کر عمر روک لے۔ چہرے پر جھریاں نہ آنے دے، پیٹ لٹکنے نہ دے اور سانس پھولنے نہ دے۔ کئی بار برابر بلکہ چھوٹی عمر کے پاکستانی مجھے بیٹا بھی کہہ کر پکارتے پائے گئے۔

یہ فی کس مہنگا کھانا حقیقت میں نہایت سستا ہے کیونکہ غذائی عدم توازن سے لگنے والی بیماریوں سے بچا کر لیبارٹری تجزیوں اور دواؤں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ ہر دم ترو تازہ اور خوش رکھتا ہے نیز جوانی جیسے احساسات بونس میں۔

امارات کے رہائشی ویزے کے لئے مجھے سب سے بڑی الجھن اپنے میڈیکل ٹیسٹ میں پاس ہونے کی تھی کیونکہ یہاں بغیر یا قابل گرفت بیماریوں سے بچا ہوا سینئر سٹیزن ایک معجزہ ہی ہے۔ راس الخیمہ میڈیکل ہیلتھ اتھارٹی کے مصری ڈاکٹر علی نے ملاقات میں مجھے مبارک دی جس کے سامنے کمپیوٹر میں میرے سینے کے ایکسرے کے ساتھ ساتھ خون کے نمونے کے سبھی نتائج آشکارہ تھے۔ بلکہ اس نے مسکرا کر مجھے دوسری شادی کا بن مانگا مشورہ بھی دے ڈالا۔

"فبی ای الار بکما تکذبان"

"توں کی جانیں پولئے مجے"

کالم 645 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 22 اگست 2023ء

ایک ویب سائٹ یوں دبئی کی شان بیان کر رہی ہے:

چند دہائیوں میں ہی دبئی تعمیراتی و تکنیکی لحاظ سے دنیا بھر کے انتہائی جدید شہروں میں شمار ہونے لگ گیا ہے۔ اس مستقبل کے پر آسائش شہر کے پاس اپنے رہائشیوں کے لئے بیشمار آسمان کو چیرتی عمارات، مصنوعی جزیرے، جدید بندرگاہیں، جدید ترین عمارتیں اور اصلی جنگلی حیات ایک ہی جگہ پر ہے۔

دبئی کی جی ڈی پی 108 ارب ڈالر ہے کیونکہ سیاحتی اعتبار سے یہ ان شہروں میں سے ہے جن میں ناقابل انتقال تفریح گاہیں، سمندری پارکس، پرکشش فضا چیزیں آفر کرنے کی موجود ہیں۔

یہ تفاصیل نا صرف درست ہیں بلکہ ابھی بہت کم ہیں۔ ہمارا دنیا 25 ممالک کے 121 شہروں میں قیام کا تجربہ بتاتا ہے کہ نیویارک، کوپن ہیگن، پیرس یا برلن سے بھی دبئی زیادہ زندہ شہر ہی نہیں بلکہ ریاست ہے۔ نیز قوانین کے درست استعمال نے ہی اسے عظیم ریاست بنا رکھا ہے۔

"پر وقار مزاح نگار شاعر"

کالم میٹھا سچ 646 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 23 اگست 2023ء

ندا فاضلی تانگے پر جھال خانو آنہ جا رہے تھے کے ساتھ فیصل آباد کا خود ساختہ اور شوقیہ مترجم بھی آن بیٹھا۔ رستے سے چترا سنگھ کو بھی کورم پورا کرنے کے لئے بٹھالیا گیا تو بس پھر کوچوان نے گھوڑی کو ایڑی لگائی اور چترا نے گھوڑی کی تھاپ پر یہ غزل گانی شروع کر دی:

سفر میں دھوپ تو ہو گی، جو چل سکو تو چلو۔۔۔

سبھی ہیں بھیڑ میں تُم بھی نِکل سکو تو چلو۔۔۔

پر وقار خود ساختہ مزاح نگار شاعر سے رہا نہیں جا رہا تھا تو اس نے چترا کو روک روک کے ساتھ ساتھ یوں مفہوم بیان کرنا شروع کر دیا

"ندا فاضلی اس شعر میں کہہ رہے ہیں کہ جلدی سے پاکستان سے نکل کر دبئی چلے چلو لیکن ذہن میں رکھنا کہ وہاں دھوپ بہت ہے"

ندا صاحب نے یوں پر وقار شخصیت کو گھورا کہ جیسے پوچھ رہے ہوں کہ چاچا دس لاکھ تم خرچو گے دبئی میں بسنے کا؟ بڑا آیا مفت مشورے دینے والا

چترا پھر گویا ہوئی:

کِسی کے واسطے رَاہیں کہاں بدلتی ہیں۔۔۔
تُم اَپنے آپ کو خُود ہی بدل سکو تو چلو۔۔۔

شعر و شاعری اور مزاح کے چاؤ میں لتھڑی مترجمی شخصیت نے اس افسوسناک شعر کا مفہوم کچھ یوں بیان کر کے بیڑہ غرق کر دیا:

"شاعر کہتا ہے کہ کوچوان جدھر بھی لے جائے چپکے سے جاتے جاؤ۔ اگر کچھ زیادہ ہی خفقان ہے تو رکشہ پکڑ کے گھر چلے جاؤ"

ندا فاضلی کی شکل قابل دید ہو گئی۔ مگر بول نہ پائے کیونکہ چترا نے اگلا شعر گنگنانا شروع کر دیا تھا:

یہاں کِسی کو کوئی رَاستہ نہیں دِیتا۔۔۔
مُجھے گِرا کے اگر تُم سَنبھل سکو تو چلو۔۔۔

اب سوٹڈ بوٹڈ مترجم ڈر رہا تھا کہ کہیں اسے تانگے سے ہی نہ اتار دیا جائے کیونکہ اس کے پاس واپسی کا کرایہ نہ تھا۔ لہٰذا جلدی سے اس نے اس خوبصورت شعر کے مفہوم کا کچھ ایسا تیا پانچہ کر دیا:

کوچوان کی ہڈ بیتی ہے کہ اگر کوئی شخص ڈاکٹر سلطان کی طرح بہت خوش رہتا ہو تو حاسد کو چاہئے اس کی پھر سے شادی کرا دے۔ جب دوسری بیگم بھی بھرپور دھکا دے گی تو پتر لگ سمجھ جائے گی۔

ندا فاضلی اپنے گھریلو حالات کو یاد کر کے اس مفہوم سے کچھ متفق سے نظر آنے لگے لہٰذا انہوں نے تانگے سے چھلانگ لگانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے چترا کو اگلا شعر گنگنانے کا اشارہ کر دیا:

یہی ہے زِندگی، کُچھ خواب، چَند اُمّیدیں۔۔۔
اِنھی کھلونوں سے تُم بھی بہل سکو تو چَلو۔۔۔

پر وقار مترجم نے سخت گرمی میں بھی باندھی ہوئی ٹائی کی گرہ ذرا ڈھیلی کی اور کمال اعتماد سے یوں مفہوم بیان کرنے کی حد کرتے ہوئے سمع خراشی فرمائی کہ:

"خاوند نے بیگم کو اطلاع دی ہے کہ کھلونوں کی دوکان تو بند ہو چکی ہے۔ آپ بچوں کو ویسے ہی بہلا لو۔ میں بس اب صرف دہی ہی لے کر آیا کہ آیا"

ندا فاضلی نے سر پیٹ لینے کے لئے جونہی ہاتھ اپنی خالی ٹنڈ پر مارا تو چترا سمجھی کہ شاید اس سے کچھ غلطی ہو گئی ہے اس لئے اس نے تاسف اور خود ساختہ مزاح نگار و شاعر کی ہرزہ سرائی سے جان چھڑانے کے لئے جھال خانو آنہ کی نہر میں خودکشی کی نیت سے چھلانگ لگا دی

اس ارادہ خودکشی پر گھوڑا ذرا ہنہنایا تو ندا صاحب کی جان میں جان آئی کہ چلو کوئی تو میری درد بھری غزل کو سمجھا

پھر ندا فاضلی نے پر وقار مترجم کو ایسا گھورا کہ کوچوان نے تانگہ روک کر چترا کی تلاش کی بجائے پھوکے شاعر کی چھانٹے مار مار کر درگت بنا ڈالی

سچ ہے باذوق لوگ خود ساختہ مزاح نگار اور پھوکے شاعر کی سنتے ہی کب ہیں۔

وہ تو خیریت گزری کہ اگر محفل یوں انتشار کا شکار نہ ہو جاتی تو ابھی پر وقار شخصیت اپنی دو چار سطحی قسم کی تراہ نکالنے والی مقروض غزلیں سنانے کے لئے پر تول رہے تھے۔

"وطن چھوڑنے کا دکھ"

کالم میٹھا سچ 647 از ڈاکٹر سلطان محمو

دبئی، 23 اگست 2023ء

ڈاکٹر سلطان محمود: شہباز نے جس سپیڈ سے امریکن لابی کو حکومت حاصل کرنے کی فیس ادا کی ہے وہ واقعی 76 سالہ تاریخ میں ملک توڑ کر لوٹ مار کرنے کے بعد عظیم ترین ہے۔

شہباز تیری پرواز سے جلتا ہے زمانہ

اشمل ہاشمی: فوج اس وقت ملک توڑنے کے ایجنڈے پہ کام کر رہی ہے، اب یہ ایسا کیوں کر رہے ہیں یہ آپ بتائیں گے

ڈاکٹر سلطان محمود: سادہ سی وجہ ہے۔ جس طرح تمہاری سیاست میں دلچسپی ہے تو وجہ بھی تمہیں ہی بتانی چاہئے۔

ورنہ میں یہ سمجھوں گا کہ تمہاری سیاست میں دلچسپی محض وقت گزاری ہے اور تم ہر اگلی پوسٹ پڑھ کر پچھلی کھوہ کھاتے میں ڈال دیتی ہو

اشمل ہاشمی: مجھے دلچسپی ضرور ہے مگر گہری نظر تو آپ ہی رکھتے ہیں میرے بس کی بات کہاں، مجھے تو سرسری سا بس یہی لگتا ہے، مشرف کے بعد یہ اقتدار سے دور ہیں کرسی نہیں ملی تو اب انکا وہی حال ہو رہا ہے نہ کھیڈاں گے نہ کھیڈن دیاں گے۔ ان سے اب بطور ملک چار صوبے سنبھل نہیں رہے ہیں پہلے ایک جگہ سے حصہ پانی نکالنا پڑتا تھا اب چار ٹکڑے کر کے چار جگہ سے مال پانی بنائیں گے۔ کیونکہ ہماری فوج کا کوئی ویژن تو ہے نہیں سوائے مال بنانے کے۔

آپ کو سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے میں 2021 سے سیاست کو دیکھنے لگی تھی اور رجیم چینج کے بعد آپ لوگوں سے کافی معلومات ملی سیاست کے حوالے سے۔

جس طرح معیشت کو تیزی سے ڈبویا گیا سولہ ماہ میں، اور اب منیر اجو انتقامی کاروائیاں کر رہا ہے اس سے میری ناقص رائے یہی قائم ہوئی کہ یہ ملک توڑنے کی طرف جا رہے ہیں، باقی وجہ تو بنگلہ دیش توڑنے کی بھی یہی تھی ان سے سنبھل بھی نہیں رہا تھا اتنی بڑی ریاست کا نظام دوسرے انکی ضد ہٹ دھرمی، وہی معاملات اب بھی لگتے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان محمود: پیاری لڑکی ساری وجوہات غلط ہیں۔ سادہ سی وجہ ہے۔

ہمارے خطے میں چین اور امریکہ کی رسہ کشی چل رہی ہے۔ فوج بھی آدھی

آدھی دو دھڑوں میں بٹ چکی ہے۔ چونکہ امریکہ پورے زور سے پاکستان میں ڈٹا ہوا ہے جس کے لئے عمران کے خلاف محاذ ہی سب سے بڑی گواہی ہے۔ چین دس بیس سال انتظار تو نہیں کر سکتا کہ امریکہ کمزور ہو کر گرے تو وہ آئے لہٰذا چین کی کامیابی اسی میں ہے کہ جلد از جلد بلوچستان اور کے پی الگ کر کے اپنے تصرف میں لے آئے۔ کیونکہ اس طرح نا صرف وہ سی پیک جلد مکمل کر سکے گا بلکہ اس آدھے پاکستان کے قدرتی وسائل کو بلا شرکت غیرے اکیلے ہی چوس لے گا۔ آم کے آم گٹھلیوں کے دام کے مصداق وہ پورے کشمیر کو بھی ہضم کر کے بھارت کی بولتی بند کر سکے گا بھلے سے اسے ایٹمی ہتھیار ہی استعمال کرنے پڑیں اور ایسا عمران اور اس سے متعلقہ فوجی گروپ اسے کر لینے دے گا۔

رہ گیا پنجاب اور سندھ تو وہ دونوں حسب سابق امریکی مقاصد ہی کے لئے کام کرتے رہیں گے اور اس گروہ کی سربراہی باجوہ؛ شریف اور زرداری کے ہاتھ میں رہے گی۔ یہ لکھتے دل دکھ رہا ہے لیکن میرے دل پر ہمیشہ دماغ ہی کی حکمرانی رہی ہے لہٰذا دل کڑا کر کے اپنا تجزیہ دے دیا ہے۔ میں اس ذلت کو پاکستان میں رہ کر نہیں جھیلنا چاہتا تھا اس لئے قبل از وقت ہی ملک چھوڑ آیا۔

جلتے رہتے ہیں سورج کے ساتھ سارا دن۔۔۔

بڑے ہی درد سے ہم صبح کو شام کرتے ہیں۔۔۔

"نفسیاتی شکست"

کالم میٹھا سچ 648 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 24 اگست 2023ء

علامہ کو ان جوانوں سے محبت تھی جو ستاروں پر کمند ڈالنے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن چاند سے چھیڑ چھاڑ سے منع فرماتے تھے یعنی:

اگر چاند پر اترنا ہی جنگ ہے اور فتح و شکست کا پیمانہ ہے تو 65 کروڑ بھارتی جب روزانہ کھیتوں کو ٹوائلٹ کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو کیا وہ پاکستان کی جیت ہے؟ چاند پر اترنے جیسے احمقانہ اقدامات سے بھارت کو کیا حاصل ہو گا؟ کیا اس سے انسانی المیوں کو جنم دینے والی بھارتی غربت کم ہو جائے گی یا اس سے بھارت پاکستان کو مزید غریب کرنے میں کامیاب ہو جائے گا؟ ایسے غیر منطقی اقدامات ہر گز جنگ و امن سے متعلق نہیں ہوتے۔

ہاں پاکستانی ہو کر ہم پاکستان کو تب شرمندہ کرتے اچھے لگیں گے جب بھارت پاکستان سے پہلے غربت کو شکست دے گیا تو۔ اگر چاند پر اترنے جیسے بے ہودہ اقدامات کے کوئی مجھے تین ایسے فائدے بتا دے جو عوام کی فلاح کے ہوں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں فوراً اپنے خیالات بدل لوں گا۔

امریکہ امیر تھا تو اس نے چاند پر جانے کی بے فائدہ مہم جوئی میں سوویت یونین کو الجھا لیا اور اسے توڑ تاڑ کے فارغ کرا دیا۔ بھارت کے مدمقابل پاکستان ہرگز نہیں اور نہ کبھی ہو گا بلکہ امریکی ایماء پر بھارت کا ہدف چین ہے۔ لیکن وہاں بھارت کی جان جاتی ہے اگر کھل کر مخالفت مول لے تو۔ بلکہ اگر یوں سمجھا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا کہ چین بھارت سے وہی احمقانہ اقدامات اٹھوا رہا ہے جو امریکہ روس سے اٹھواتا تھا۔ فضاؤں اور سمندر کی گہرائیوں تک اگر بھارت چین کے مقابل آ گیا تو یہ بھی سوویت یونین کی طرح آٹھ ٹکڑے کرا بیٹھے گا۔ چاند پر قدم رکھنا کیا کوئی واقعی مستحسن قدم ہے؟ اس سے تو بہتر تھا کہ ہماچل پردیش کی برفیلی چوٹیوں پر بھارت چین کو نیچا دکھا دیتا۔

ہم بھارت کے لئے نہ تین میں ہیں اور نہ تیرہ میں۔ تو پھر فتح و شکست کے معیار چاند کی سطح پر اتر کر موتی تلاش کرنا ہرگز نہیں بنتے کیونکہ سیب کا مقابلہ سیب ہی سے کیا جائے گا ناشپاتی سے ہرگز نہیں۔

یہ ہمارے دونوں ممالک کی فوجی و نصابی دہشت گردی ہے کہ ہم متحارب بنے بیٹھے ہیں کیونکہ اس طرح امریکہ وغیرہ ہم دونوں ممالک کو بے وقوف بنا کر اپنا اسلحہ بیچتے ہیں اور اوپر سے اگر ہمارا باشعور طبقہ بھی اسی سوچ میں الجھ جائے تو دونوں جانب کی عوام بیچاری تو پھر گئی بھاڑ میں!! بھارتی رہنماؤں میں اگر عقل نام کی کوئی چیز ہوتی تو یہی 75 ملین ڈالر لگا کر زراعت کو مزید ترقی دے ڈالتے جس کی کمی کے باعث آج بھی کسی بھارتی کا چہرہ شاداب نظر نہیں آتا۔

کچھ کرم فرما پاکستان کو بھی خلائی ٹیکنالوجی میں الجھنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ کیا ہم نے زمینی خزانے نکال لئے ہیں جو چاند سے کمک لینے پہنچ جائیں؟

ٹیکنالوجی کی ترقی ایک اچھا قدم ہے لیکن عوام کی فلاح زیادہ ضروری امر ہے۔ کیا چاند پر اترنا ضروری تھا یا اپنے 65 کروڑ لوگوں کو گھر میں ٹوائلٹ کی سہولت دینا؟ ان آوٹ آف پروپورشن اقدامات میں کم از کم ہمیں نہیں الجھنا چاہئے۔ بلکہ دشت نوردی سے کہیں بہتر ہے کہ پہلے گھر میں بہار لائی جائے۔

ہاں پاکستان واقعی جن اقدامات میں بھارت سے شکست کھا گیا ہے وہ چندرماں ہر گز نہیں بلکہ آئی ٹی کا تعلیمی سیکٹر ہے جس کی بنیاد بھارت نے پچاس کی دہائی میں رکھ دی تھی جب ہم ابھی امریکہ کے نان نیٹو فوجی اتحادی بننے کے لئے سیٹو سنٹو میں گھسنے کے لئے مرے جارہے تھے۔ ہماری قیادتوں کی ترجیحات تو تبھی طے ہو گئی تھیں۔

ڈاکٹر برائے سیدہ

ڈئیر آپ نے بہت جاندار تجزیہ کیا ہے لیکن دو ایک حقائق میں اپنے بارہ برس کے عالمی تجربے سے بطور تبصرہ پیش کرنا چاہوں گا۔

بھارت امریکہ کے ساتھ بھی مل جائے تو چین روس اتحاد میں فتح حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ بھارت چین کی ہماچل پردیش اور کشمیر میں دلچسپی اور علیحدگی سے واقف ہے۔

دوم، امریکہ لمحہ بہ لمحہ شکست کھاتی طاقت بن چکا ہے اور روس چین مل کر اسے اور اس کے یورپی اتحادیوں کو یوکرائن میں پھنسا کر بے حد کمزور کر رہے ہیں۔ نیز ترکی اور آتی جنوری میں سات مزید

اہم ممالک بھی چینی رسوخ والی BRICS میں دل و جان سے شامل ہو رہے ہیں جس نے ڈالر میں تجارت سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔

سوم، چین کے تعاون سے پاکستان اب بحر ہند میں جوابی ایٹمی جارحیت حاصل کر چکا ہے ورنہ چھوٹے ایٹمی ہتھیار لاہور اور پنڈی پر 2008ء ہی میں آزمائے جا چکے ہوتے۔ یہ واحد کارنامہ ہے جس پر میں مشرف کی تعریف پر مجبور ہو جاتا ہوں۔

چہارم، سوویت یونین نے ساٹھ کی دھائی میں خلائی پروگرام میں امریکی مسابقت سے جو اپنی معیشت کمزور کر لی تھی وہ نوے سے پہلے پہلے آٹھ حصوں میں بکھر گئی تھی۔ بھارت کا اس معاملے میں چین کے مقابل آنا تاریخ سے سبق نہ سیکھنے کی احمقانہ ترین مثال ہے۔ ورنہ بھارت اپنی 65 کروڑ کی آبادی کو کم از گھر میں ٹوائلٹ کی سہولت دے لیتا جس بھارت کو اسوقت بھی دنیا کا سب سے بڑا اوپن ٹوائلٹ ہونے کا درجہ حاصل ہے۔

پنجم، چین نے امریکہ کو بیس ٹریلین ڈالر پچھلے تیس برس میں اس پلاننگ کے تحت دیا تھا کہ ایک دن اس کے ڈالر کو شکست دینی ہے۔ یہ فرینڈلی فائر ہی سمجھیں لیکن امریکہ کے لئے تباہ کن ہتھیار بننے جا رہا ہے۔

سیدہ

بے شک یہ باتیں بھی قابلِ غور ہیں میں لائن آف ایکچوئل کنٹرول کا ذکر کیا وہ دراصل ہما چل پر دیش، لداخ کا ہی علاقہ ہے۔ جس پہ چائنا اور بھارت کا ڈسپیوٹ ہے۔ باقی چین اور روس کا اپنا بڑا مضبوط بلاک ہے ساتھ میں کمیونسٹ ساؤتھ کوریا بھی۔

باقی قومی لیول پر کوئی ملک کیا کر رہا ہے وہ تو وہ سنبھال ہی لیتا ہے اگر معاشی طور پر مستحکم ہو تو اصل جنگ تو انٹرنیشنل لیول پر ہی لڑی جا رہی ہوتی ہے کیونکہ بیرونی قوتوں کو قابو رکھنا اور ان سے قومی مفاد حاصل کرنا ہی اصل سیاست ہے۔

سیدہ صبیح گل

لیکن عوام کر کیا لے گی کیونکہ کمپنی کے لئے وہ آج بھی ٹوائلٹ پیپر سے زیادہ نہیں؟

یہی تو عوام کو سمجھانا ہے۔ جو سمجھ چکے ہیں وہ کمر کس لیں کہ عوام میں شعور دیتے رہنا ہے۔ بات کو آگے پہنچانے ضروری ہے۔

زبیر حسن

آپ کی عقل و دانش اور فہم و فراست کو ایک سو اکیس غوری میزائلوں کی سلامی

گذشتہ صدی میں جب گداگروں کے خلاف مہم چلی تو ایک ہٹا کٹا گداگر پولیس والے سے یوں مخاطب ہوا،

"ہاتھ نہ لگانا بچہ، جلا کر بھسم کر دے گا"

آپ کے ایک ہاتھ میں کشکول گدائی ہے اور دوسرے ہاتھ سے امریکہ، اسرائیل، اور انڈیا کو جلا کر بھسم کرنے کے اشارے دے رہے ہیں

کئی گاڑیاں دے کر قرض اتارا۔ ویسے یہ الگ بات ہے کہ تب اسکی ماں نے اس گاڑی کو سنبھالا زیادہ اور چلانے کم کم ہی دیا۔

ڈاکٹر

لگتا ہے آپ کی سمجھدانی بانجھ ہو چکی ہے کیوں نہ یہ 121 توپوں کا رخ آپ کی جانب کر دیا جائے

میرے عزیز۔ تقسیم سے قبل تحریک پاکستان کا جلسہ تھا اور خوب نعرے بازی ہو رہی تھی۔ ایک بھنگی جوڑا کہیں دور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ بیوی پوچھتی ہے کہ یہ مسلے کیا چاہتے ہیں۔ بھنگی بولا یہ ہم سے آزادی مانگ رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ ابھی امریکی نہ بنیں وہ آپ کی تیسری نسل ہی پر دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہو گی۔

عرض ہے کہ اگر پوری پوسٹ پڑھ کر ہضم نہ ہو پائے تو اس کا احسن طریقہ تو یہ ہے کہ ان مخصوص نکات پر مکالمہ کیا جائے نہ کہ تمسخرانہ فقرے لکھ ماریں جن کا پتا ہی نہ چلے کہ میری پوسٹ پر تبصرہ تھا یا کسی اور کے جواب کو غلطی سے مجھے بھیج دیا ہے۔

تبصرہ کرنے سے قبل آپ ایک بات ذہن میں ضرور رکھیں کہ آج آپ جس شاہ کے وفادار ہیں وہ بھلے سے رہیں چاہے وہ آپ کو درجہ چہارم ہی میں رکھے لیکن کل تک آپ بلکہ آج بھی آپ کا کشکول اسی امریکہ کے آگے پھیلا ہوا ہے جس کے آگے پاکستانی حکومت نے پھیلا رکھا ہے۔

"مشرکانہ دعوے"

کالم میٹھا سچ 649 از ڈاکٹر سلطان محمود

26 اگست 2023ء

اپل

کاش آپ شخصیت پرستی سے باہر آپاتے۔ اور اس نوسر باز کا باطن دیکھ سکتے۔

ڈاکٹر سلطان محمود

کاش آپ بھی ذاتی نفرت سے نجات پا جاتے اور کسی کے باطن کو سمجھ جانے کا دعویٰ کر کے کفر کا شکار نہ ہو جاتے نیز قرآن الحکمت کی اس بات کو تسلیم کر لیتے کہ باطن کا علم صرف رب العزت ہی کے پاس ہے۔ آپ خود رب بننے کا شرک نہ کرتے اور یہ دعویٰ کر کے اپنے آپ کو اللہ کے مقابل کھڑا کرنے کی ضد نہ کرتے کہ آپ عمران کے باطن سے واقف ہیں۔

صرف ایک لمحے کے لئے اللہ رب العزت کے اس دعوے کو تسلیم کر کے سوچیں کہ کیا آپ عمران کے باطن کو جاننے کا دعویٰ کر کے شرک کا شکار تو نہیں ہو رہے؟

مزید ایک لمحے کے لئے اللہ کی ایک اور رحمت کو اگر تسلیم کر لیں جسے تسلیم نہ کرنے میں صرف اور صرف شیطان ہی رکاوٹ ہے کہ اگر رب کریم عمران کی دلی توبہ، جو کہ ہم میں سے کسی کے علم میں

نہیں آسکتی، قبول کر چکا ہوا لیکن آپ پھر بھی اس پر تبرے بھیجتے رہے تو پکڑ کس کی ہو گی؟ کیا اپنی کسی ذاتی بشری کمزوری یعنی نفرت کے باوجود آپ اللہ کے مقابل کھڑے ہو جائیں گے کہ اس غفور ور حیم نے عمران کی توبہ کیوں قبول کی ہے؟

ہاں اگر آپ قرآن کریم میں درج اللہ کی مذکورہ دو صفات پر ابھی ایمان نہیں لائے اور کچھ عرصہ اور ابھی لانا بھی نہیں چاہتے تو کم از کم میں نے بحیثیتِ دوست اور دیرینہ رفیق اللہ کو حاضر ناظر جان کر اور اس سوشل میڈیا میں میری اس عرضداشت پڑھنے والے سبھی دوستوں کو گواہ بنا دیا ہے کہ میں نے آپ کے ایمان میں رب کریم کی ان دو صفات کو شامل کرنے کی کوشش کر کے اپنا دینی فرض ادا کر دیا ہے۔ اب اس کے بعد شیطان آپ کو کفر کی اس حالت پر قائم رکھنے میں کامیاب رہتا ہے کہ نہیں، یہ آپ کی مرضی اور اللہ کی رحمت پہ منحصر ہے۔ م یں اس پر مزید کچھ نہیں بولوں گا۔

اپل

مجھے امید ہے کہ آپ جیسا پڑھا لکھا بندہ ہمیشہ ہی اک شعبدہ باز کے سحر میں مبتلا نہیں رہے گا۔

لیکن میری خواہش ہے آپ کو جب بھی عمران کو سمجھ جانے کی توفیق مل جائے، تو آپ یہ خوشخبری مجھے ضرور سنائیے گا۔

ڈاکٹر

اس نے چونکہ میرے گھر میں کوئی واردات نہیں ڈالی اس لئے میرے پاس اس سے نفرت کا کوئی جواز بھی نہیں۔

اپل

سنا ہے نواز شریف، گھر سے، آپ کا پاجامہ اٹھا کر بھاگ گیا تھا۔۔۔

ڈاکٹر

میں نواز شریف کے بدلے میں عمران کا قائل نہیں۔ البتہ آپ کی بات حقیقت میں درست ہے کیونکہ پاکستان میرا گھر ہے اور وہ یہاں سے گیارہ ارب ڈالر چرا کے لے گیا ہے۔

اپل

کیونکہ یہ بات آپ کو مہاتما جی نے بتائی ہے، اس لئے یہ حقیقت ہی ہو گی۔۔۔

ڈاکٹر

آپ شاید مذاق کے موڈ میں ہیں تو اقرار کرتا ہوں کہ مہاتما نے میرے شکوک کی تصدیق کی ہے ورنہ شاید آپ کے علم میں ہو گا کہ میں 2013ء تا 2018ء پانچ برس شہباز کی کمپنی میں ملازمت کر کے بیشمار وارداتیں اپنے سامنے ہوتے دیکھ چکا ہوں۔ اسوقت میں عمران کو بحیثیت سیاسی رہنماء تسلیم ہی نہیں کرتا تھا۔ کہیں تو کچھ ثبوت پیش کر دوں؟

"آج کے دانشور"

کالم میٹھا سچ 650 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 27 اگست 2023ء

پلیز آپ میرے دوست میاں وقار پر تنقید نہ ہی کریں تو اچھا ہے بھلے سے وہ روزانہ بے مقصد ہی پوسٹیں ٹھوکتے رہیں اور جو جو سوچتے رہیں وہ لکھتے رہیں اور جو جو لکھیں فیس بک پر ڈالتے چلے جائیں چاہے کسی نالائق کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

ویسے بھی ہم نے آج تک کون سی سہولت کا مثبت استعمال کیا ہے جو سوشل میڈیا کا کر رہے ہیں۔ مارک زکربرگ یقیناً پاکستانیوں کی پوسٹیں نہیں پڑھتا ہو گا اور اگر کبھی اس نے ایسا کر لیا تو یقیناً حیرت سے دن میں بیسیوں مرتبہ مرتا جیتا ہو گا کہ کیوں میں نے بندر کے ہاتھ ماچس تھمائی ہے کہ بیچارے پاکستانی اپنی ہی دم کو آگ لگا کر خوش ہوتے رہتے ہیں۔

محترمہ آپ بھی اس مفت فورم کا ناک میں دم کر دیں۔ صبح برش کرنے اور غرارے کی غرر غرر کرنے سے لے کر رات گئے عبادت کی تسبیح پھیرنے کی ٹک ٹک تک کی ساری کمنٹری فیس بک پر ڈالتی رہیں اور خود ہی سمجھتی رہیں کہ آپ ایک عظیم دانشور ہیں اور عوام آپ کی پوسٹوں سے بہت لطف اندوز ہو رہے ہوں گے چاہے لائیک ایک بھی نہ ملے۔

"شوق آوارگی."

کالم میٹھا سچ 651 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 27 اگست 2023ء

1974 میں کوئٹہ میں میری باچہ خان سے متعدد ملاقاتیں رہیں جو اکثر مسجد روڈ کی مسجد ہی میں ہوا کرتی تھیں۔ نیز لاہور میں بھی ان کے بیٹے خان ولی خان سے بھی ہوتی تھیں خصوصاً پریس کلب میں۔ یہ ملاقاتیں میری نوعمری کا سیاسی شوق تھا جس میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر ان سیاستدانوں میں کیا چیز مشترک تھی جو انہیں قومی سطح تک شہرت ملتی تھی۔ چونکہ ان مشاہیر سے ملنا کسی سیاسی مقصد لئے نہیں ہوتا تھا اس اسی دور میں مولانا مودودی، شورش کاشمیری، مفتی محمود، کوثر نیازی، احسان الٰہی ظہیر، میاں طفیل محمد، اصغر خان، ڈاکٹر اسرار،

تحریک پاکستان کا اگر تنقیدی جائزہ لیں۔

"سروس چارجز"

کالم میٹھا سچ 652 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی 29 اگست 2023ء

میں نے چھ ماہ قبل واپڈا کی ایک میٹنگ میں شرکت کے بعد یہ بات اپنے حلقہ احباب میں بتادی تھی کہ بجلی کا ایک ایسا بحران آنے والا ہے جس میں بڑھتی قیمتیں اپنی جگہ لیکن سولر کا نیٹ میٹرنگ سسٹم بھی گرفت میں آجائے گا۔ اور یہی کچھ ہو بھی گیا ہے۔

چونکہ ہر کوئی نئی آفت کی وجوہات کی تلاش میں ہوتا ہے لیکن گروہی و جماعتیں ذہن بن جانے کے باعث انہیں اپنے پسندیدہ ظالم ہی کو چن کر اپنی چیر پھاڑ کرانی ہوتی ہے اس لئے ہر کوتاہ نظر مخالفانہ تجزیے کو سازشی تھیوری کہنا شروع کر دیتا ہے۔ میرا تجزیہ بھی احباب کی نظر میں سازشی سمجھا جا سکتا ہے لیکن قطع نظر احمقوں کے تبصرے کے میں کوشش کرتا ہوں کہ مظلوم عوام کی آواز بنوں نہ کہ ظالم اشرافیہ کی۔

اب آتے ہیں بجلی اور اس کی وجہ سے ہونے والی مہنگائی کی جانب جس کے حوالے سے عرض کر دوں کہ آئی ایم ایف قرضے دیتے وقت یہ شرط تو لگا دیتا ہے کہ حکومت بجلی کی قیمت بڑھا کر ہماری قسطیں ادا کر دے لیکن اس بات پر کوئی روک ٹوک نہیں لگاتا کہ اشرافیہ اس قرضے کو گھما پھرا کر اپنے بیرون ملک اکاؤنٹس میں ڈالے یا نہ ڈالے۔ بالفاظ دیگر پاکستان کو ٹھیکے پر چلانے والے ممالک قرضے صرف ان ٹھگوں کو بطور رشوت پیش کرتے ہیں جو ان کا ایجنڈا پورا کر سکیں۔ اور امریکی

ایجنڈہ ہے بھی یہی کہ پاکستان کو ہمیشہ انگوٹھے کے نیچے رکھا جائے تاکہ وقتاً فوقتاً اس سے کرائے پر کام لیا جاتا رہے۔

عمران دور کی نوکر شاہی بشمول قریشی و فواد جیسے اسٹیبلشمنٹ کے ایجنٹ اس رشوت کا بھرپور استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن عمرانی ہٹ دھرمی نے ان کے عزائم کی بجا آوری میں سخت رکاوٹ ڈال رکھی تھی جسے پھر نواز شریف نے باہر بیٹھ کر ہمارے حقیقی دار لخلافہ واشنگٹن اور ان کے اندرون پاکستان ایجنٹوں سے ساز باز کر کے عمران کی حکومت کو گرا کر بیشمار خلاف ملت مطالبے مانتے ہوئے اپنی حکومت قائم کی۔ اس سیاسی مقصد کے حصول کے لئے نون لیگ اکیلی ناکافی تھی اس لئے قریب قریب تمام چور اکٹھے کرنے کے باوجود غیر قانونی طریقے سے ہی عمرانی حکومت ختم کرنی پڑی اور یہاں تک نہ دیکھا گیا کہ مقتدر ہاتھیوں کی لڑائی میں ملک کے غریب عوام کا کیا بیڑہ غرق ہوتا ہے۔

یہ سازش ہی نہ کرنی پڑتی اگر اسٹیبلشمنٹ عمران کو حکومت نہ دیتی لیکن حکومت دے کر پھر ان کو اپنی حماقت کا جلد ہی شدید احساس ہو گیا اور انہوں نے فوراً سازش بنی جو اس لئے کامیابی سے ہم کنار ہو گئی کہ ایک جانب عمران کے ہاتھ پاؤں باندھ لئے گئے اور دوسری جانب عمران کی ٹیم میں شامل اپنے بیغیرت گھوڑوں کا بھرپور استعمال کیا گیا۔

اس تجزیے سے قطعاً یہ نہ سمجھا جائے کہ عمران کو نالائقی کی سزا ملی ہے۔ حالانکہ سچ یہ ہے کہ عمران نواز شریف اور زرداری کی نسبت کہیں زیادہ ملک کو پائیداری سے چلانے کی اہلیت رکھتا تھا مگر اسے فارغ صرف اس لئے کیا گیا کیونکہ اس نے تمام وطن دشمنوں کو ننگا کرنے کا ناپسندیدہ کام شروع کر

دیا۔ اگر کسی قاری کے ضمیر میں ایمان کی ذرا سی بھی رمق باقی رہ گئی ہو تو اسے ماننا پڑے گا کہ امریکہ کے ہم پر تسلط اور ہماری غلام اسٹیبلشمنٹ کے گٹھ جوڑ کی اتنی کھل کر حقیقت کبھی سامنے نہ آئی تھی جتنی عمران نے آشکار کر دی۔

بس پھر امریکہ کے ظالم ترین ہتھیار ورلڈ بنک نے آئی ایم ایف کو آنکھ ماری اور آج کل جو بھی کچھ ہو رہا ہے وہ نواز وزرداری کی امریکی وفاداری خریدنے کی رشوت، فیس یا سروس چارجز ہیں جو عالمی مالیاتی اداروں نے رشوت دے کر ان سے ایجنٹی کرائی اور یوں دہرا فائدہ حاصل کر لیا۔ یعنی اپنی وفادار حکومت بھی بنوالی اور انہیں قرضے کی نکیل بھی ڈال دی۔ یہ ایک الگ سے بونس ہے کہ ساتھ ہی ساتھ چین سے تعاون بھی خاصہ دشوار بنا دیا گیا ہے اور اب چین کو یہاں تک سوچنے پر مجبور کر دیا گیا ہے کہ کے پی اور بلوچستان کو ہی ہم سے کاٹ کر وہ اپنے منصوبے مکمل کر لے۔

اب عوام کا وہ حصہ جو عمران کا حامی ہے اس کے تڑپنے کا غم تو ہے لیکن جس بیغیرت طبقے نے آج تک اس کی مخالفت کی ہے ان کے بارے میں خواہش ہے کہ ان کے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اسے جماعتی سوچ ہی سمجھ لیں لیکن جن احمقوں پر کلام نرم و نازک کا اثر نہیں ہوتا ان کے جگر کو پھر کاٹ ہی دینا بہتر ہے چاہے پھول کی پتی سے کاٹیں یا کند آلے سے۔

"کرونیز بھی ماضی بن گئے"

کالم میٹھا سچ 653 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 3 ستمبر 2023ء

میرے سری لنکن کلاس فیلو سنیل گاماگی کا تعلق سری لنکا کے کینڈی شہر سے ہے جہاں کل بھارت پاکستان کا ادھورا میچ ہوا۔ سنیل پاکستان کی شرٹ پہنے انڈین فینز کے جھرمٹ میں بیٹھ کر منتظر تھا کہ پاکستان کی قدم بقدم ستائش کرتا لیکن بارش نے اس کا خواب بھی ادھورا ہی رہنے دیا۔ اس نے اپنا یہ پیغام مجھے فیس بک پر شئیر کرنے کا کہا ہے کہ "میں پاکستانی اور بھارتی کرکٹ شائقین کے لئے ستائش کا اظہار کرتا ہوں اور مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے اس میچ کے موقعے پر تنظیم اور اچھے شہری ہونے کا ثبوت دیا۔"

علاوہ ازیں اس نے ایک تصویر میں سری لنکا اور پاکستان کے جھنڈے بھی اپنے پول پر لگا رکھے ہیں جہاں وہ بائیں اور کرکٹ ٹیم کا مینیجر دائیں جانب نظر آ رہے ہیں۔ "سنیل گاماگی "یقین رکھتا ہے کہ پاکستان اس کا دوسرا گھر ہے۔ ہم لگ بھگ پانچ برس اکٹھے رہے اور جتنی محبت بھی ایک دوسرے کو دے سکتے تھے دی جس کا ثبوت یہ ہے کہ آج جدا ہونے کے 42 برس بعد بھی اس کے دل میں ہماری اور پاکستان کی محبت بھری پڑی ہے۔ سنیل نے اپنے سری لنکا کرکٹ ٹیم کے دورہ لاہور میں اپنے مینیجر دوست مہیندا ہالنگوڈا کا خیال رکھنے کا بھی مجھے کہا ہے جو غیر موجودگی کے باعث شاید میں نہ کر سکوں۔

1976 میں گریجویشن کے پہلے ہی برس زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ہم آٹھ دوستوں کی قربت کی ابتدا اس عمل سے ہوئی جب سری لنکا کے سنیل، بورے والے کے ارشد اور لاہور کے احسان کو ہاسٹل کے کمروں میں اکیلے رہنے کی سہولت دینے کی خاطر فیصل آباد کے ڈے سکالرز اکرام، غفور اور میں نے یونیورسٹی قوانین کے مطابق مختلف ڈارمیٹریز میں اپنے ناموں سے رجسٹریشن کرالی اور یوں باہر کے دوستوں کو کمروں میں کماحقہ جگہ کی گنجائش مل گئی۔

چونکہ ہم سب پڑاھکو بھی تھے اس لئے گریجویشن کے چاروں سال ایسا بھی ہوا کہ فیکلٹی کے ٹاپ طلباء کے لئے مختص آٹھ وظائف میں سے چھ ہمارے ہوا کرتے تھے۔ ہم نے 1978ء میں ارشد کی تجویز پر پہلے چیلنجرز کے نام سے لیکن ازاں بعد کرونیز کے مستقل نام سے ایک گروپ بھی تشکیل دے دیا اور اکثر اوقات اکٹھے اور متحد نظر آنے لگے۔

ایک روز یونیورسٹی کی سیاسی طاقتوں کی نظر بھی ہم پر پڑ گئی اور احسان کو فیکلٹی کا نمائندہ بنا کر مین سٹوڈنٹس یونین میں بھیج دیا گیا اور مجھے آنے والے سال 1979ء میں فیکلٹی انتخابات میں نائب صدارت کے لئے جمیعت نے حوصلہ افزائی کی اور یوں جن شخصیات کی ابتدائی کاوشوں سے "سوسائٹی آف اینیمل سائنسز" SAS وجود میں آئی ان میں نا صرف میرا نام بھی آ گیا بلکہ سرخوں اور جٹ برادری کے حمایت یافتہ اپنے ہی ہم جماعت بدتمیز نواز سعید کے مقابل میں ریکارڈ ووٹ لے کر پہلا نائب صدر بن گیا۔ بعد ازاں جنرل ضیاء کی جانب سے یونینز پر پابندی کے باعث 1980ء میں اسی سوسائٹی کا پروموٹڈ صدر بھی جا بنا۔

الحمدللہ ہمارا اتحاد آج بھی قائم ہے اور سنیل کے سری لنکا، ارشد کے کینیڈا، غفور و اکرام کے امریکہ، احسان، لطیف اور حسن کے پاکستان اور میرے دبئی میں موجود ہونے کے باوجود ہم ایک ہیں بلکہ ارشد کے پٹواری اور غفور کے تبلیغی بن جانے کے بھی مخالفانہ اثرات ہم پر نہیں پڑے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر رہے گو کہ ہم اب قصہ ماضی ہیں۔ آمین۔

"جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے"

کالم میٹھا سچ 654 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 3 ستمبر 2023ء

کسی شاعر نے خود ہی لکھا ہے کہ "جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے"

ڈاکٹر سلطان محمود

شاعر از ڈاکٹر ثانیہ شاہ

یہ بیشتر شاعر لوگ شادی سے پہلے بھی اور بعد میں بھی شائد ہی کسی ایک خاتون یا ایک مرد پر ٹکتے ہوں شائد ہی اپنی بیگم یا شوہر کے مخلص پارٹنر بن سکتے ھوں۔ بہت تجزیے کرنے کے بعد پتا چلا یہ شاعر دل پھینک لوگ اپنی بیگم یا شوہر کے ھوں نہ ھوں دوسروں کی بیگمات، بہنوں اور شوہروں کو اپنی خیالی دنیا میں شریک حیات بنا کر ہنی مون مناتے رہنا انکا پسندیدہ مشغلہ ھے۔ محبت نہیں بلکہ محبتوں کا شوق پالتے ہیں ہر خوبصورت چہرے پر واری جاتے ہیں اسی محبت کی تکلیف میں درد سہتے ہیں۔ بدلتی محبتوں کے درد کا دورانیہ کبھی کچھ ماہ تو کبھی کچھ سالوں تک کیونکہ نہ محبت کو پا لینے کا لالچ ھوتا ھے کیونکہ ڈرتے ہیں مار کھائیں گے اگلی بیگم رکھ نہیں پائیں گے نہ چھوڑنے کی ہمت رکھتے ہیں انہی فریبی محبتوں سے پیدا ھوئے درد میں شاعری فرماتے ہیں اور بچارے شاعر کہلاتے ہیں شاعر بھٹکنے اور بھٹکانے والی قوم ھے۔ شاعری بے یعنی بیشتر شاعری سوچ کی بد اخلاقی اور بے حیائی بے

غیرتی کی وجہ سے تخلیق پاتی ھے جس کے لوازمات میں کافی تعداد میں غیروں کی محبت کا درد بھرا ھو اور درد کو پیدا کرنے کیلئے غیر عورتوں اور غیر مردوں تک اپروچ بھی ضرور ھونی چاہیے۔

ڈاکٹر ثانیہ شاہ

"نوے روپے کی کلی"

کالم میٹھا سچ 655 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 4 ستمبر 2023ء

ہمیں ابھی تک سیل فون پر اردو ٹائپ کرتے ہوئے اعراب لگانے نہیں آئے لہٰذا انگریزی لفظ گارگل کو "کلی" لکھیں تو اس سے زیادہ اچھا پنجابی میں "کرلی" لکھنا لگتا ہے۔ لیکن اصل میں اس لفظ کے لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وہ اس لئے کہ دبئی کی مہنگائی کا آج ہم نے ایک نیا منہ دیکھا ہے۔

ہوا یوں کہ ہم روزانہ دو گھنٹے والی چہل قدمی میں لٹکتے پیٹ کے ساتھ تھکنے کی کوشش کر رہے تھے کہ محسوس ہوا کہ ابھی لنچ میں ندیدوں کی طرح ہم نے جو سلاد کھایا تھا اس کی کوئی باقیات داڑھ شریف میں ڈیرہ ڈالے بیٹھی ہے۔ لہٰذا امیر لگنے کی کوشش میں جیب سے اپنا ہی استعمال شدہ ٹوتھ پک نکالا اور سامنے سے آتے دو کپڑوں میں ملبوس جوان جسم کو اچانک دیکھ کر اپنے ہاتھ کی انگلیاں تو نہیں کاٹ سکے البتہ حسن حقیقی سے بدک کر غلط نشانے پر مسوڑھے سے خون جاری کروا بیٹھے۔ آج یقین آیا کہ واقعی کشت وخون میں زمین اور زر کا شاید اتنا ہاتھ نہ ہو جتنا زن کا ہے۔

اس غیر متوقع خون خرابے نے اتنا پزل کیا کہ دبئی کی چمکتی سڑک لال کرنے کو دل نہ چاہا اور لگے پانی ڈھونڈنے کہ ایک دو کلیاں کر کے منہ صاف کر لیں لیکن اس صاف ستھرے شہر میں کہاں سڑک کنارے نلکے لگے تھے یا بھینگی ٹوٹیوں سے پانی ٹپک رہا تھا کہ دو چار پھنکاریں ہی مار لیتے۔ اوپر

سے یہ ڈر کہ شرطے نے دیکھ لیا تو کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم پان کی پچکاریاں مار رہے ہیں اور چار سو درہم جرمانہ ادا کر کے اپنا ماہانہ بجٹ درہم برہم کر لیتے بس پھر ایک درہم میں پانی کی چھوٹی بوتل خریدنی پڑی جس سے غرارے کرتے ہوئے بھی پاکستانیوں والا حساب جاری رہا کہ آج یہاں کا ایک درہم پاکستانی نوے روپے کا تھا۔

اللہ کی پناہ۔ کیا کرنا ہے اس خوبصورت شہر کا کہ جہاں اپنی مرضی سے نہ تھوک سکیں، نہ بآواز بلند اس زور سے شوں ہی کر سکیں کہ آس پاس لوگ اس کی پراڈکٹ سے بچنے کے لئے بگٹٹ بھاگنے ہی میں عافیت سمجھیں۔ ہمیں اس غلط موقعے پر بھی اوائل ملازمت کی اپنے مرحوم دیسی قسم کے ڈپٹی ڈائریکٹر چوہدری فضل کریم صاحب کی ایک بات یاد آ گئی جنہیں ہم ان کی شدید گہری رنگت کے سبب "ایف کے انجن" کہا کرتے تھے۔ وہ ہمیں پتلون کی وجہ سے شہری سمجھتے ہوئے فرمانے لگے کہ "یہ مردوئے شہری ناک صاف کر کے اپنا رومال سودے سمیت جیب میں ڈال لیتے ہیں"۔ ہم شروع کے دنوں میں اپنے افسران سے ذرا دبے دبے رہتے تھے لہٰذا ان کے سامنے ہم بھی کھل کر سرعام گلا صاف کرنے لگ گئے اور رومال مہینوں گندا نہ ہوتا تھا۔

خیر مزہ تو تب آیا بنگلہ دیش اور افغانستان کا میچ سستے بنگلہ دیشی ہوٹل سے "موچھی" کھاتے ہوئے دیکھنے کے دوران کہ جب ہماری بغل میں بیٹھے ٹھنگنے نے بغیر جھجھکے اپنے کالر سے اپنی ابلتی ناک صاف کر لی۔ چونکہ آج کسی میز پر نیپکن نہ تھا بلکہ دو ایک بار ہم نے مانگے بھی لیکن بنگلہ دیشی جیت نے سارے ہوٹل میں ایک نخوت کا سماں باندھا ہوا تھا۔ جس پر ہمیں آج شدت سے محسوس ہوا کہ

خوشی میں جب ہم ایشئین پھولے نہیں سماتے تو ہمارا اظہار یہ کیسا ہوتا ہے؟ نیز یہی ہمارے کرتوت رہے ہوں گے جو گورا اتنی جلد ہم پر غالب آ گیا تھا انیسویں صدی میں۔

"پڑھتا کوئی کیوں میرے کالم پھسپھسے۔۔۔

ناموں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے۔۔۔"!!

کالم میٹھا سچ 656 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 4 ستمبر 2023ء

تایا غالب سے شدید معذرت کہ وہ اس لئے کسی کو شعر نہیں سناتے تھے کہ کہیں ان کے دل میں چھپے بھید نہ کھل جائیں۔ لیکن ہم نے متضاد کام کیا ہے۔ کالم کا پیٹ بھلے سے خالی رکھتے ہیں لیکن ہم نے نام میں کشش رکھنا ہوتی ہے تا کہ کوئی غلطی سے پڑھ ہی لے شاید۔ ایک بار اپنی عمر سے بھی دیرینہ ہمارے ایک دوست میاں وقار صاحب نے ہماری کتاب "میٹھا سچ" پر تبصرہ لکھنا تھا۔ وہ ہمارے نوے کالموں کی کتاب میں دیئے گئے عنوانات میں ایسے الجھے کہ کسی کالم کو اندر سے نہ پڑھ پائے۔ جس پر ہم نے ان کے تبصرے پر ایلیٹ کی زبان میں یوں تبصرہ کیا کہ "بھلے مانس کبھی کتاب کے عنوان سے بھی کتاب کا پتا چلا ہے"؟

مثال کے طور پر ہماری کتاب کا عنوان تھا میٹھا سچ لیکن انہیں دو سو بیس اوراق میں کہیں نہ جلیبی لکھا نظر آیا اور نہ لڈو یا گلاب جامن۔ بیچارے سر کو پکڑ کے بیٹھ گئے اور چیٹ جی پی ٹی کا ترلا منت کر کے ہی ایک آدھ صفحہ مکمل کر پائے۔

ہمارے کئی اخبارات میں کالم لکھنے کے مسئلے پر خود کش جھگڑے ہوتے رہے ہیں جس میں روزنامہ "جہان پاکستان" سے بھی ایک کالم کے عنوان پر ہوا۔ ہم نے بلاول پر کالم لکھتے عنوان رکھا "سپر کاکا"۔ اب ستم ظریفی دیکھیں کہ جب کالم چھپا تو عنوان تھا "سیاست میں نووارد کا المیہ"۔ ہمیں اتنی تپ چڑھی کہ جتنی عوام کو زرداری کے بچے کو بھٹو بنتے دیکھ کر نہیں چڑھی ہو گی۔

اسی اخبار میں ایک بار ہم نے ایک سچا کالم بھی لکھا "انکل ماموں" جہاں ٹھرک کا لفظ بار بار استعمال ہوا۔ ایڈیٹر بیچارے کا شاید اسلام یا اردو میں علم نہیں تھا یا پھر انہیں غلط فہمی تھی کہ ان کا اخبار کہیں پڑھا بھی جاتا ہے لہٰذا انہوں نے چھاپنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے بھی لفظ ٹھرکی بدلنے سے انکار کر دیا اور ستم ظریفی دیکھیں کہ میری اطلاع کے مطابق عوام نے ان کا اخبار پڑھنے سے انکار کر دیا۔

شروع میں جب ہمیں سیل فون پر اردو ٹائپ کرنا نہیں آتا تھا تو ایک بڑے حکومتی ادارے میں اردو جاننے والی ایک مہیلا سے ہم کالم ٹائپ کرایا کرتے تھے۔ وہ خود اتنی حسین تھیں کہ انہوں نے لوگوں کی نفرت حاصل کرنے کے لئے حقیقتاً ایک بے ڈھنگی سی شاعری شروع کر رکھی تھی۔ اس حسینہ نے کہیں الفاظ بدل کر ہمارا کالم بھی ادھر ادھر چھپوانا شروع کر دیا۔ ویسے آپس کی بات ہے کہ ہمارا کالم ان کے نام سے چھپنے کے باعث جتنا پڑھا گیا اتنا تو عوام شاید وہ والا اخبار بھی نہ پڑھتے ہوں۔ بہر حال ایک اصل واقعہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک کالم "برانڈڈ چڈی" کے عنوان سے وہ شرما سی گئیں اور انہوں نے خود سے ہی اس کا نام "برانڈڈ شارٹس" رکھ دیا۔ خیر اب ہم حسینوں کے برانڈڈ منہ بھلا لگتے کوئی اچھے تھوڑی لگتے ہیں۔

ہمارے ایک صحافی دوست مبین رشید ایک بار گھر تشریف لائے اور اپنے اخبار "نئی بات" میں لکھنے کی دعوت دے ماری۔ ہمیں پہلے تو یوں لگا کہ وہ اخبار کا نام نہیں بلکہ کسی لطیفے کا ذکر کر رہے ہیں۔ لیکن چار و ناچار ہم چپ رہے اور ابھی دو چار کالم ہی کھڑکائے تھے کہ گراؤنڈ فلور پر مفت اخبار لیتے وقت ایک بل ڈاگ نے ہمیں کاٹ کھایا اور اخبار دینے سے انکار کر دیا۔ ہم نے مبین رشید والی حیرت اس پر نکال دی اور طعنہ دے مارا کہ کہ وہ اخبار کیا چلے گا جس کا نام ہی والدین نے "چراغ بی بی" رکھ چھوڑا ہے حالانکہ بیچاری آنکھوں سے اندھی ہے۔ بس ناموں والے جھگڑے میں وہ ہمارا اس اخبار میں آخری دن تھا حالانکہ محترمی مبین ہمیں بعد میں چودہ ٹیکے لگاتے رہے۔ وہیں عظیم صحافی محترم "نعیم بلوچ" ہمارے فیس بک فرینڈ بن بیٹھے اور ہم خوب گپ شپ لگاتے تھے کہ ایک روز انہوں نے اپنے آپ کو واقعی صحافی سمجھتے ہوئے ہمیں اپنی صفت والے نام سے اپنی جانب سے گالی دے ماری۔ تبھی سے ہم سوچ میں پڑے ہیں کہ آخر اس اخبار میں وہ کون سی 'نئی بات' ہے کہ ابھی تک عوام میں پذیرائی ہی حاصل نہیں کر سکا۔ مبین نے بھی جونہی چھوڑا کامیاب ہو گئے ہیں۔

ہمارے کزن اور ہر دلعزیز شخصیت ندیم اشرف سے ایک بار ہم نے مشورہ کیا تھا کہ ہم اپنے کالم کا سچ کے حوالے سے کیا نام رکھیں جبکہ کڑوا سچ، ادھورا سچ، آدھا سچ، جھوٹ سچ اور نہ جانے کون کون سا سچ پہلے سے چل رہے ہیں۔ وہ شاید کسی ختنے والے گھر سے تازہ تازہ حلوہ کھا کر آئے تھے لہٰذا انہوں نے ہمارے کالم کا نام "میٹھا سچ" رکھ دیا۔ پھر یہ اتنا میٹھا ہو گیا کہ ہمارے ساتھ ساتھ پڑھنے والوں کو بھی ذیابیطس کا خطرہ لاحق ہونے لگ گیا۔

یہ صحافیوں کو شاید بیماری ہوتی ہے کہ چار دن اپنا نام اپنے ہی اخبار میں پڑھ کر اپنے تئیں دانشور بن جاتے ہیں کیونکہ جہاں جہاں بھی ہمارا مالکان یا ان کے ٹٹوؤں سے جھگڑا ہوا ہے سبھی آخر میں یہی کہتے تھے "تے چلو فیر اپنا پریس لوالو"۔ ہاں ایک جگہ ایسی بھی تھی جہاں ہم جھگڑے کی وجہ سے نکلنے کی بجائے اس لئے نکلے کہ وہ اخبار حکومت امریکہ سے جھگڑا کر کے فارغ ہو بیٹھا جسے جہاندیدہ محسن ظہیر بھی نہ بچا سکے۔ یعنی نیویارک کا ہفت روزہ "صدائے پاکستان"۔ ہمیں اس ہفت روزے کے بند ہونے کا اتنا دکھ نہیں ہوا تھا جتنا بدھ والے دن صبح تقسیم کے بعد شام تک کونی آئی لینڈ نیویارک کے ڈسٹ بنز میں اس کے بنڈل کے بنڈل دیکھ کر ہوتا تھا۔

"بیکار عبادت"

کالم میٹھا سچ 657 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 7 ستمبر 2023ء

تخلیق کائنات کے دلچسپ جرم پر۔۔۔

ہنستا تو ہو گا اب بھی یزداں کبھی کبھی۔۔۔

کہتے ہیں استاد شاعر وہ ہوتا ہے جو نہایت مختصر الفاظ میں حقیقت کا نقشہ کھینچ دے۔ اس لحاظ سے

"خون آشام ترقی"

کالم میٹھا سچ 658 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 13 ستمبر 2023ء

ایسے پروگرام پیش کرنا اچھی روایت ہے اور نسیم صادق مارکہ کامیاب ماڈل چھوٹے اور درمیانے کسانوں کے لئے وجہ ترغیب بن سکتے ہیں۔

کسی گورے فلاسفر نے کہا تھا کہ جب آپ کامیابی کے کسی مقام پر پہنچ جائیں تو کسی روز تھوڑی دیر کے لئے رک کر سوچیں کہ آپ کی کامیابی میں کتنے لوگوں کا خون شامل تھا۔

بیوروکریٹ بن کر محکموں کی مین پاور اور بجٹ کا کس قدر خون نچوڑا جاتا ہے اور ملکی مفاد کی بجائے کیسے ذاتی مفاد کشید کئے جاتے ہیں یہ وہ قومی المیہ ہے جس نے اس خوبصورت ملک کو دنیا کے نقشے پر بدنما داغ میں بدل دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اللہ ہی اس ملک کا حامی و ناصر ہو جس میں نہ میرٹ ہے اور نہ ایمانداری۔ اور انگریز کی غلامی نے قوم کا مائنڈ سیٹ ویسے ہی "چولی چک" بنا دیا ہوا ہے۔ لہٰذا ہمیں روشنی اور چکاچوند میں رہنا ہی اچھا لگتا ہے نیز یہی میڈیا کا دانہ پانی بھی ہے۔ ہم بھی چاہیں تو چاند پر قدم رکھ سکتے ہیں بشرطیکہ دوسروں کی گردنوں پر قدم رکھ کر اوپر کی جانب سفر کریں تو۔

ان تمام حقائق کے باوجود ایسے تمام ماڈل چلتے رہنے چاہئیں تا کہ بیشمار غریب خاندانوں کا کم از کم باورچی خانہ ہی چلتا رہے۔

"دین و مذہب"

کالم میٹھا سچ 659 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 16 ستمبر 2023ء

مسعود بھائی ہم سیدھا یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ دنیا میں مذاہب شکست کھا گئے ہیں اور باہمی مفادات و معاملات ہی غالب قوت رکھتے ہیں۔

میرا اپنا محدود قرآنی مطالعے اور دنیا کے اہم ممالک گھومنے کی بنیاد پر قیافہ ہے کہ اللہ کے کلام اور رسولِ کریم صلعم کے کردار کے مطابق زندگی بسر کرنا دین اسلام ہے مگر اس دین کے عبادات و معاملات والے دونوں باہم جڑے حصوں کو الگ کر کے اگر صرف عبادات کو اپنا لیا جائے تو دین میں انسانی مداخلت سے وہ مذہب بن کر رہ جاتا ہے۔ دونوں جوڑے رکھیں تو دین بن جاتا ہے۔

دنیا کے تمام عقائد میں عبادات و معاملات پائے جاتے ہیں جن میں فرق عبادات کا ہے معاملات کم و بیش ایک جیسے ہی ہیں۔ تبھی تو اہل مغرب نے اپنے معاملات کو اجتماعی شکل دے کر ان میں قرآن کریم نافذ کر لیا ہے اور عبادات کو ذاتی شکل دے کر شخصی سطح پر لے آئے ہیں۔

میں نے قریب قریب دنیا کے تمام دھن دولت والے خوشحال ممالک میں قرآن کریم کے ان کے اپنی زبانوں میں ترجمے دیکھے ہیں جنہیں وہاں کے مقامی مسلمان ہی نہیں حکمران تک پڑھ کر

رہنمائی حاصل کرتے ہیں لیکن آپ نے بھی پر کھا ہو گا کہ مجموعی طور پر ان کے معاشرے قرآنی معاملات کے مطابق چل رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اسلامی عبادات سے خالی رہتے ہیں۔

کوثر نیازی کی کتاب میں بھٹو کے 1972ء کے دورہ چین کا ذکر ہے کہ جس میں بھٹو نے جب چیئرمین ماؤ سے رہنمائی طلب کی تو اس نے اپنے میز کی دراز سے قرآن کریم کا چینی زبان میں ترجمہ دکھاتے ہوئے کہا کہ میں تو خود تمہاری کتاب سے رہنمائی لیتا ہوں۔

میرے قیافے کے مطابق دنیا میں قرآن میں درج معاملات انسانی کی حکمرانی بڑھتی جا رہی ہے اور مذاہب شکست کھاتے جا رہے ہیں۔

"چینی طرز کی سزائیں"

کالم میٹھا سچ 660 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 16 ستمبر 2023ء

جماعت اسلامی ایک بار پھر عوام اور فوج کی مدد سے میدان میں اتری ہے۔ انشاء اللہ بینظیر اور زرداری کے 1994ء میں کئے گئے ذاتی مفاد والے 77 آئی پی پی کے لوٹ مار والے معاہدے اب ختم ہونے کی امید بندھ گئی ہے۔ کم از کم میرا مطالبہ ہے کہ بینظیر کو قبر سے نکال کر علامتی پھانسی دی جائے، زرداری اس کی بہن اور بیٹے کو مزار قائد پر عوام کے سامنے کھولتے ہوئے پانی میں گرا کر مار دیا جائے نیز خرم دستگیر، عمر ایوب اور ندیم بابر جیسے سابق وزرائے توانائی کو زندہ حالت میں گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے روند دیا جائے۔ صرف یہی نہیں تینوں سیاسی پارٹیوں کو ہمیشہ کے لئے بلیک لسٹ کرنے کے بعد اس کی تمام لیڈر شپ کے اثاثے بیچ کر عوام کے لئے بجلی مفت کر دی جائے۔ ہاں واپڈا کے ایک لاکھ 89 ہزار ملازمین کی نا صرف مفت بجلی بند کی جائے بلکہ پچھلے چالیس برسوں میں انہیں دی گئی بجلی کی قیمت کی سود سمیت وصولی کی جائے۔ علاوہ ازیں پچھلے چالیس برسوں میں واپڈا کے تمام سابقہ و موجودہ چیئر مینوں، ممبرز، جنرل مینیجرز سے سپرنٹنڈنٹ و چیف انجینئرز تک کے افسران سے ساری جائیدادیں چھین لی جائیں۔ جو احتجاج کرے اس کی گدی میں گولی مار دی جائے۔ ایسا ہی سلوک چاروں صوبوں کے اریگیشن کے محکمہ جات کے افسران کے ساتھ بھی کیا جائے۔

1 نامکمل کالم 1

"ایرانی تیل"

کالم میٹھا سچ 661 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 16 ستمبر 2023ء

سرگودھا سے لگ بھگ 2700 کلو میٹر دور بلوچستان سے ملحقہ ایران کا بارڈر ہے جہاں سے روزانہ لاکھوں لیٹر پیٹرول بزریعہ سمگلنگ غیر قانونی طور پے ملک کے مختلف حصوں میں سپلائی کیا جاتا ہے۔

جب ایشیا کی سب سے بڑی پتھر بجری کی مارکیٹ سرگودھا میں پل 111 کے ہزاروں ٹرک چلتے ہیں تو انہیں پیٹرول چاہیئے ہوتا ہے اور 2700 کلو میٹر دور سے لاکھوں لیٹر پیٹرول روزانہ کی بنیاد پے یہاں بآسانی پہنچ جاتا ہے۔

آپ میں سے سب نے بلوچستان کی سنگلاخ پہاڑوں پے وہ نیلے رنگ کی گاڑیوں کی درجنوں ویڈیوز دیکھی ہوں گی جو اونچے نیچے ٹیلوں اور دشوار گزار راستوں سے پیٹرول سمگلنگ کرتی ہیں۔

بلوچستان میں سیکورٹی ایجنسیز کی اجازت کے بنا کچھ بھی ممکن نہیں اور لطف کی بات ہے کہ درجنوں چیک پوسٹ کے ہوتے یہاں پیٹرول با آسانی پہنچ جاتا ہے اور یہ سمگلنگ عشروں سے جاری ہے اور یہ بات دنیا جانتی ہے لیکن سب کی آنکھیں بند ہیں کیونکہ ہر ایک کو اس کا حصہ با آسانی مل جاتا ہے

سمگلنگ کا سب سے بڑا نقصان ملک کو ٹیکس کے نہ ملنے کا ہوتا ہے لیکن پاکستان میں ٹیکس کی بجائے رشوت کے ذریعے قومی خزانے کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

اب آرمی چیف نے سمگلنگ کے خلاف علم بلند کیا ہے تو جناب من یہ سب تو آپ کی ناک کے نیچے آپ کی ایجنسیز کے زریعے ہی ہو رہا ہے اسے ہی بطور ٹیسٹ کیس لے لیتے ہیں کہ اگر واقعی آپ سمگلنگ روکنے میں سنجیدہ ہیں تو پھر پاکستان میں کہیں ایرانی پیٹرول نہیں ملنا چاہیئے ورنہ ہم اسے پھر سے اللہ کا دیا سمجھ کے قبول کر لیں گے۔

جامی

نامکمل کالم 2

"آج کی عورت"

کالم میٹھا سچ 662 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 16 ستمبر 2023ء

ایمان لکھتی ہیں کہ

عورت کو طلاق کا حق نہیں کیونکہ وہ جذباتی ہے۔ عورت منصف یا کسی ملک کی حکمران نہیں بن سکتی کیونکہ اس کے کچھ بائیولوجیکل مسائل ہیں جو اس کی نفسیات پہ اثر انداز ہو سکتے ہیں. اس لیے ملکی فیصلے غلط بھی ہو سکتے ہیں۔

عورت کو وراثت کا حق نصف دیا گیا ہے کیونکہ وہ شادی کے بعد بھی تو شوہر سے لے لیتی ہے. غیر شادی شدہ ہو تو بھی آدھا ہی رہے گا کیونکہ اس اکیلی کی آخر ضرورت ہی کتنی ہے

عورت کی گواہی آدھی ہے کیونکہ جذباتی ہے ڈگمگا سکتی ہے۔

لو جی یہ ساری باتیں تو ٹھیک ہیں برحق ہیں۔ یہ شیطان نے کس خوشی میں عورت کو ڈنیچا دکھانے کی کوشش کی ہے وہ چاہتا تو آدم کو بہکا لیتا مگر نہیں جی کیونکہ عورت لالچی ہے فتنہ ہے بہک سکتی ہے۔

شیطان صاحب کا بھی بھلا ہو۔

اور دونیا شاہ لکھتی ہیں کہ

مذہبی حلقوں نے سب سے پہلے خبر بریک کی تھی کہ پاکستان سے کچھ خواتین نے مِس یونیورس کے مقابلے میں حصہ لیا ہے۔ اُن حلقوں کے لیے ہلکی ہلکی بُری خبر یہ ہے کہ کراچی کی ایریکا رابن ٹاپ 20 سیمی فائنلسٹ کا حصہ بن گئی ہیں۔ کراچی نے خوبصورتی میں عالمی لوہا منوا لیا ہے۔ اس خبر کا مطلب یہ ہے کہ مِس یونیورس ادارہ نے پاکستان سے سیلیکشن کر لی ہے جو کہ الگ سے ٹائٹل ہوتا ہے۔ عالمی مقابلہ نومبر میں ہو گا جس کے رزلٹ ہمیں اُسی ذریعہ سے پتا چل جائیں گے جہاں سے یہ خبر شروع ہوئی تھی، انشاءاللہ۔

مس یونیورس کی تاریخ میں ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ کسی ملک سے پہلی بار امیدوار شامل ہوئیں اور وہی ملک سیمی فائنل میں بھی پہنچ گیا۔ کیا ہوا جو پاکستان سٹے باز کھیل کرکٹ میں ہار گیا، مس یونیورس پاکستان کا مقابلہ تو جیتنے کی ڈور میں کافی آگے آگیا ہے ناں۔

زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، پاکستان میں ہزار دوسرے مسائل ہیں جو نا صرف غیر شرعی ہیں بلکہ اُن کی وجہ سے لوگ عذاب میں ہیں بلکہ خودکشیاں بھی کر رہے ہیں۔ کیا ذخیرہ اندوزی، کرپشن، مہنگائی اور آئین کی پامالیاں تمہارے نزدیک جائز ہیں؟ بلکہ مجرموں کا ساتھ دیا۔ ایسے تمام مسائل پر تمہارے ہونٹ کیوں زِپڈ رہے؟

"دو چلے گئے، تین رہ گئے"

کالم میٹھا سچ 663 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 16 ستمبر 2023ء

کسی نے کیا خوب لکھا ہے کہ کیا شاندار وطن تھا، حکمرانوں نے کیا سے کیا کر دیا ہے۔ موجودہ حکمرانوں کے سینوں میں کہیں دل بھی ہے؟

ایک ڈیڑھ برس پہلے پاکستان میں پانچ طرح کے لوگ تھے۔ اب دو طرح کے لوگ جا چکے ہیں اور تین طرح کے باقی رہ گئے ہیں۔

جانے والوں میں پہلے نمبر پر وہ لوگ ہیں جن کے پاس سرمایہ تھا، جائیدادیں تھیں، وہ اپنی جائیدادیں بیچ کر، سرمایہ سمیٹ کر کسی اور دیس جا بسے، ایسے افراد میں خاندانوں کے خاندان شامل ہیں۔ دوسرے نمبر پر جانے والوں میں انتہائی پڑھے لکھے، عالی دماغ، پروفیشنلز ہیں یعنی ذہین لوگ دھرتی کے نظام سے روٹھ کر کہیں اور جا بسے ہیں۔

اب یہاں باقی تین طرح کے افراد رہ گئے ہیں۔

پہلے نمبر پر غریب افراد ہیں، ان کی غربت انہیں باہر نہیں جانے دیتی۔ دوسرے نمبر پر نالائق، نکمے اور کند ذہن ہیں، ان کے راستے کی بڑی رکاوٹ نالائقی ہے۔

تیسرے نمبر پر مجبور افراد ہیں، کوئی بوڑھی ماں کو نہیں چھوڑ سکتا، کسی کی ذمہ داری بوڑھا باپ ہے، کوئی بہنوں اور بیٹیوں کی وجہ سے مجبور ہے، خاندانی مجبوریوں کے باعث یہ لوگ باہر جانے سے قاصر ہیں۔ تیسری طرح کے لوگوں میں وہ افراد بھی شامل ہیں جو پڑھے لکھے تو ہیں مگر ان کے پاس ہوائی ٹکٹ بھرنے کا سرمایہ نہیں۔

ایک ڈیڑھ برس میں قریباً تیرہ لاکھ افراد اس عظیم سر زمین کو چھوڑ گئے، اتنی بڑی ہجرت کا حکمرانوں پر کوئی اثر نہ ہو سکا۔ انہوں نے پارلیمان سے ستر سے زائد بل منظور کروائے۔ افسوس کہ یہ تمام بل حکمرانوں کے فائدے کے لئے منظور کئے گئے۔ عوامی مفاد میں کوئی بل پاس نہ ہو سکا۔ اربوں روپے کے نیب مقدمات ختم ہو گئے اور لوگ دیکھتے ہی رہ گئے۔

یہاں سے صرف افراد نے نہیں، سرمایہ نے بھی ہجرت کی ہے، قریباً پچاس ارب ڈالر کے لگ بھگ سرمایہ چلا گیا اور کاروباری بندشوں کے باعث ملک کو تقریباً ڈیڑھ سو ارب ڈالر کا نقصان ہو گیا مگر ہم آئی ایم ایف کی قسطوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

کوئی ہے جو اس ملک اور عوام پر ترس کھا کر اس کو چلائے؟؟؟

"ہمارے نوجوان"

کالم میٹھا سچ 664 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 17 ستمبر 2023ء

چین نے اپنی جانب والے صحرائے گوبی میں بجلی کی مستقبل کی ضروریات پوری کرنے کے لئے عظیم ماحول دوست شمسی توانائی کا منصوبہ تقریباً مکمل کر لیا ہے جس کا بظاہر مقصد بجلی پیدا کرنا ہی ہے۔ چین نے یہ کارنامہ اس قدر خاموشی سے مکمل کیا ہے کہ امریکہ کے علم میں بھی یہ منصوبہ حال ہی میں اپنے سیٹیلائٹ کے ذریعے آیا ہے۔

ہمیں تو یہ دیو ہیکل خلائی دوربین جیمز ویب کا ہی شاخسانہ لگتا ہے کہ یہ دوربین دوسرے سیاروں کی طرف ہی وار نہیں کر رہی بلکہ اپنے سیارے پر بھی بخوبی نظر رکھے ہوئے ہے۔

یاران تیز گام نے منزل کو جالیا۔۔۔

اور ہم محو تماشائے جرس کارواں رہے۔۔۔!!

واہ استاد اقبال اب سمجھ آئی کہ گورے حاکم کے کہنے پر تمہارا کلام کیوں ہم سے چھپایا جا رہا ہے؟ جبکہ گورے کو شاید اتنا بھی پتا نہیں کہ ہم نے تمہارے پہلے کتنے استعارے سمجھ لئے تھے جو اب انہیں چھپانے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ بلکہ ہماری نوجوان نسل نے تو تمہیں مزاح پیدا کرنے کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔

ہمارے نوجوانوں حتیٰ کہ بوڑھوں کو بھی صرف یورپ کا ویزہ چاہئے تا کہ وہاں جا کر برتن مانجھ سکیں اور گوریوں کو حوریں سمجھ کر اپنا خانہ خراب کر لیں۔ یہ گوریوں والی بات ہنسنے کے لئے نہیں ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ سوشل میڈیا پر بیٹھے ہمارے بابوں کے حواس پر بھی گوری ہی سوار ہے، بھارتیوں کی طرح نہ سائنس سوار ہے اور نہ سمارٹ ورکنگ۔

"اوورسیز پاکستانی"

کالم میٹھا سچ 665 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 17 ستمبر 2023ء

اب تو ہمیں یہ محسوس ہونے لگ گیا ہے کہ بھارت ہمارے بچوں کو جھوٹا مطالعہ پاکستان پڑھاتا رہا ہے تا کہ ہم اکیسویں صدی کی تیسری دہائی شروع کرتے ہی انھی ملاؤں کو کروڑوں دے کر چاند دیکھیں لیکن وہ چاند پر بیٹھ کر ہمارا منہ چڑھاتا رہے۔

"ایک اصلی ڈاکٹر کا نوحہ"

کالم میٹھا سچ 666 از ڈاکٹر سلطان محمود

21 ستمبر 2023ء

پاکستان میں اصلی ڈاکٹر بچارے منہ چھپاتے پھرتے ہیں کیونکہ ہماری ساری قوم کو ڈاکٹر بننے کا شوق ہے اور اکثر ڈاکٹروں سے بات کریں تو انگریزی تو بہت دور کی بات ہے صحیح اردو بھی نہیں لکھ بول سکتے۔

ہر شعبہ زندگی میں ڈاکٹر موجود ہیں۔ ڈاکٹر پولیس میں بھی ہیں، ڈاکٹر شاعر بھی ہیں اور ہم کچھ ایسے ڈاکٹروں کو بھی جانتے ہیں جن میں سے ایک پچاس برس قبل میٹرک کر کے کسی بنک میں چھوٹی سی پوزیشن پر بھرتی ہوئے لیکن آج وہ سو ڈالر سے آن لائن کوئی ڈگری لے کر باقاعدہ پریکٹس بھی کر رہے ہیں اور ڈیبیٹیس کو "ڈایابی ٹی" کہتے ہیں۔ ایک اور ایسی ڈاکٹر صاحبہ بھی ہیں جنہیں شریعت کی سخت پابندی کے ساتھ نقاب اوڑھ کر فیس بک پر تقریریں کرنے کا بڑا شوق ہے اور بیک وقت قرآن، عشقیہ شاعری بلکہ "نیوٹرے شن" یعنی نیوٹریشن میں بھی مریضوں کو مشورے دیتی ہیں اور 78 فیصد مسروقہ لٹریچر سے صاحبہ کتاب بھی بن چکی ہیں۔ بلکہ ایک ڈاکٹر صاحب تو باقاعدہ ہاتھ کی لکیریں بھی پڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔

دراصل یہ سبھی ڈاکٹر نہ تو پی ایچ ڈی ہوتے ہیں اور نہ ایم بی بی ایس بلکہ دور جہالت میں ان کو یقین ہوتا تھا کہ کسی کو کیا پتا چلنا ہے یا کسی نے کہاں ڈگری پوچھنی ہے۔ بلکہ ذرا ڈرپوک قسم کے سینہ

زوروں نے تو باقاعدہ ڈگریاں خرید بھی رکھی ہیں لیکن بیچاروں کی بدقسمتی کہ سوشل میڈیا آ گیا اور وہ گرفت میں آتے جا رہے ہیں۔

ابھی ہم ان ڈاکٹروں کی بات نہیں کرنا چاہیں گے جن کو ڈگریوں سے نوازنے والے ادارے باقاعدہ کالج و یونیورسٹی کی سطح کے ہیں اور انہوں نے ہمارے بے انصاف معاشرے کی عدالتوں سے باقاعدہ چارٹر لے رکھے ہیں۔ ان بیچارے "ڈاکٹروں" کو تو چار سال پڑھنا بھی پڑتا ہے بھلے سے آتا جاتا کچھ نہ ہو کیونکہ ان کی ڈگری میں ڈاکٹر لکھا ہوتا ہے۔ ہم ان "ڈاکٹروں" کی ڈگریوں کے نام بھی کسی وقت لے لیں گے لیکن اس وقت ہمیں اس سکھا شاہی نظام عدل سے ڈر لگتا ہے جو گناہگار کو آزاد مگر ایماندار کو اندر کر دیتا ہے۔

یہ یورپ سے اصلی پی ایچ ڈی کر کے پاکستان جانے والے ایک احمق ڈاکٹر کی فریاد ہے جو پاکستان سے اب پردہ کر گیا ہوا ہے۔

"یاران تیز گام"

کالم میٹھا سچ 667 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 19 ستمبر 2023ء

Dr Sultan Mahmood: Luckily we are being recognized at international forums. Thanks Allah.

دبئی ہی میں نومبر میں کاپ 28 ہو رہی ہے جس میں تقریباً ساری دنیا شرکت کرتی ہے بلکہ برازیل کی 1992ء کی پہلی ریو کانفرنس سے پچھلے برس کی قاہرہ میں منعقدہ کاپ 27 تک 190 سے زائد ممالک کے سربراہان شریک ہوتے آئے ہیں۔ کیونکہ ماحول کی تباہی دنیا کی تباہی ہے اور نہ ہی یہ کسی ایک شخص یا ایک ملک کا مسئلہ ہے۔

الحمدللہ پری کاپ 28 میں شرکت سے ہمارے جوائنٹ وینچر (پروڈنشل مڈل ایسٹ اور ایکوکیئر کنسلٹنٹسی) کو یہ ایک نادر موقع ملے گا کہ ہم نا صرف کاپ 28 کی مین کانفرنس کا حصہ بن جائیں گے بلکہ ماحولیات، عمرانیات و حاکمیت (ESG) کی دنیا میں داخل ہو کر انشاء اللہ پہلے سے بہتر اور موثر کردار ادا کریں گے۔

کاش ہم ای کیپ کے خوبصورت اور بے مثال فورم کو اچھی اور فعال قیادت دے چکے ہوتے اور آج میں ای کیپ کی جانب سے اس میں شرکت کر رہا ہوتا تو ای کیپ کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک کا بھی

سر فخر سے بلند ہوتا۔ بد قسمتی سے ابھی پچھلے برس تک ہم قاہرہ میں آپس ہی میں لڑ جھگڑ کر نامراد ہی لوٹے ہیں جہاں شیری رحمان اور ڈاکٹر عابد سلہری میں وہیں پر شدید اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔

بہر طور میں کوشش کروں گا کہ اس کانفرنس میں بھی ای کیپ کا نام اونچا کروں بشرطیکہ کسی نے یہاں بھی میرے خلاف لیٹر نہ لکھ مارا تو۔

طالب دعا

ڈاکٹر سلطان محمود

What is Ecap mean?

2017ء میں ایک تنظیم (انوائرمنٹ کنسلٹنٹس ایسوسی ایشن پاکستان) ECAP کے نام سے چار دیگر کمپنیوں کے ساتھ مل کر کی بنیاد رکھی تھی۔ میں نے جس میں میں نے جان بوجھ کر دیگر اہم شخصیات کو دو انتخابات میں صدارت اور سیکرٹری شپ دی لیکن خود تب سے فنانسز ہی سنبھالے رکھے۔ پھر میں اس کی رکنیت پاکستان بھر سے 114 کمپنیوں تک لے گیا۔ میری ہی غلطی سے پچھلی کیبنٹ میں ایک چوتیا مافیا گھس آیا لیکن صلح کن طبیعت کے باعث میں سائیڈ پر ہو گیا ہوں۔ اور اب اکثر ہمارے ہاتھوں ان کی کمبختی آئی رہتی ہے۔

Perhaps you remember, I was/am pioneer of three professional organizations and member of 57. They are, Society of Animal

Sciences (SAS) for 44 years since 1979, PAFP (Pakistan Academy of Family Physicians) for 32 years since 1993 and now ECAP for 6 years since 2017. All are functional till this day and I'm still their part.

شاید آپ کو یاد ہو، میں تین پیشہ ور تنظیموں کا بانی تھا/ہوں اور 57 کا رکن ہوں۔ ان میں سوسائٹی آف اینیمل سائنسز (SAS) شامل ہے جس کا میں 44 سال سے 1979 سے حصہ ہوں، پاکستان اکیڈمی آف فیملی فزیشنز (PAFP) کا 32 سال سے 1993 سے رکن ہوں، اور اب 6 سال سے 2017 سے ECAP کا حصہ ہوں۔ یہ تمام تنظیمیں آج تک فعال ہیں اور میں اب بھی ان کا حصہ ہوں۔

"عزت کی تعریف"

کالم میٹھا سچ 668 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 21 ستمبر 2023ء

ہمارے ایک قلمی دوست نے یاسر پیرزادہ کا تجزیہ یوں پیش کر کے اپنی مہر تصدیق بھی ثبت کی کہ "خواتین کے حقوق کے حوالے سے پہلے پانچ بہترین ممالک میں ناروے، سوئٹزر لینڈ، ڈنمارک، فن لینڈ اور آئس لینڈ شامل ہیں اور اِن میں سے کسی ملک میں سر عام پھانسی کا رواج نہیں ہے اور نہ ہی کہیں سخت سزائیں دی جاتیں ہیں اور نہ ہی عریانی اور فحاشی کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اِس کے برعکس بدترین پانچ ممالک میں یمن، افغانستان، شام، پاکستان اور جنوبی سوڈان شامل ہیں اور بدقسمتی سے یہ پانچوں مسلم اکثریتی ممالک ہیں اور سب میں سخت سزائیں نافذ ہیں۔ مگر عورت پھر بھی غیر محفوظ ہے۔

ہم نے بھی اپنی افتادِ طبع کے باعث یاسر پیرزادہ کے تجزئے کو سطحی قسم کا معاشرتی تجزیہ قرار دے کر مسترد کر دیا کیونکہ اس میں گہرائی نہیں۔ اور مزید لکھا ہے کہ جسے آپ لوگ قانون کی حکمرانی کہہ رہے ہیں وہ بات مجموعی طور پر تو درست ہے لیکن وہ کلی حقیقت نہیں۔ اصل بات اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ جسے ہم عورت کا حق اور عزت سمجھتے ہیں وہاں اس کی تعریف مختلف ہے۔ ہم عورت سے زبردستی یا باہمی رضامندی کے دونوں قسم کے زناء کو زیادتی اور قابل تعزیر جرم اور گناہ سمجھتے ہیں مگر ان یورپی ممالک میں باہمی رضامندی کے زناء کو عورت کا حق تسلیم کر کے کلی تعریف ہی

بدل دی گئی ہے۔ وہاں صرف وہ کام جرم ہے جو کسی کی منشاء کے خلاف کیا گیا ہو۔ ہم نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اگر آپ کو ہمارے تجزیئے پر شک گزرے تو یاسر پیرزادہ کے ابا سے پوچھ لیں وہ بھی ناروے میں پاکستان کے سفیر رہ چکے ہیں۔

پھر بھی یقین نہ آئے تو مندرجہ ذیل لطیفے سے حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ٹرین میں بغیر ٹکٹ سفر کرنے کے جرم میں سردار جی کو چیکر لے کر ٹوائلٹ میں گھس گیا اور کافی دیر بعد باہر نکلا۔ ساتھی نے پوچھا کہ چیکر نے زیادتی تو نہیں کی؟ تو وہ اپنی تشریف پر ہاتھ پھیر کر کہتا ہے کہ شکر ہے بھگوان نے پچھواڑہ دے رکھا تھا ورنہ آج تو عزت گئی تھی۔

اب اگر عزت اور حقوق کی تعریف ہی بدل دی جائے تو پھر کیا تقابل مسلمان اور غیر مسلم معاشرے کا؟

یار لوگ فٹافٹ پاکستان کو ایک ہی جست میں کمزور اور غلیظ سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ ہمارا دنیا کے 119 شہروں میں رہنے کا تجربہ بہت سارے اصل حقائق سے آگاہ ہے۔

"درست قیافے"

کالم میٹھا سچ 669 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 23 ستمبر 2023ء

وہ تجزیات یا پیشگوئیاں جو سچ نکلیں:

1 ۔ سن 2000ء۔ کو ویڈ ڈھونگ ہے اور پہلے سے بنی ویکسین اموات پھیلائے گی۔

2 ۔ سن 2000ء۔ پاکستان امریکہ نے بنایا تھا ایشیاء (چین روس وغیرہ) پر نظر رکھنے کے لئے۔

3 عمران سمیت ساری حکومتیں فوج نے بنائیں۔

4 ۔ سن 2001ء۔ نائن الیون ڈھونگ تھا۔

5 ۔ جون 1998ء۔ بینظیر قتل ہو گی۔

6 ۔ سن 2010ء۔ نیسپاک۔ پاک ایران گیس پائپ لائن نہیں بنے گی۔

آئندہ یہ ہو گا

7 2024ء۔ عمران صدر ہو گا

8 ۔2025ء۔ چین امریکہ کا میدان جنگ پاکستان بنے گا۔

9 ۔ سن2050ء تک امریکہ اپنی سرحدوں کے اندر سمٹ جائے گا

10 ۔ علیحدگی اور میری وفات غیر ملک میں ہو گی۔

My 7th Forecasting Came True

So the same was my point of view about Covid as that of this Christopher. Factually, I faced suspension of my FB account four times during Covid days.

I built my theory of doubt on fake Covid campaign basing two points:

First the fake story of 9/11 where I witnessed first public opinion after watching the site very next day; and second, my doubt on so quick surfacing of vaccine.

In this way I was standing on the opposite side of the drama staged by Jews lobby which was equally effective in US & China.

So I never went for vaccination, blood testing in spite of a mild 3 days attack of sever wave of induced flue.

The other six forecasting or the analyses were following (some are still underway).

میری ساتویں پیشن گوئی درست ثابت ہوئی

میرا کووڈ کے بارے میں وہی نقطہ نظر تھا جو اس کرسٹوفر کا تھا۔ حقیقت میں، کووڈ کے دنوں میں میرے فیس بک اکاؤنٹ کو چار مرتبہ معطل کیا گیا۔

میں نے کووڈ کی جعلی مہم پر شک کی اپنی تھیوری دو نکات پر بنائی :

پہلا، 9/11 کی جعلی کہانی جس کے بارے میں میں نے واقعے کے اگلے دن دیکھنے کے بعد عوامی رائے کا مشاہدہ کیا؛ اور دوسرا، ویکسین کے اتنی جلدی دستیاب ہونے پر میرا شک۔

اس طرح، میں یہودی لابی کے اس ڈرامے کے مخالف سمت پر کھڑا تھا جو امریکہ اور چین میں یکساں طور پر مؤثر ثابت ہوا۔

لہٰذا، میں نے کبھی ویکسینیشن یا خون کی جانچ نہیں کروائی، باوجود اس کے کہ مجھے شدید زکام کی تین دن کی معمولی لہر کا سامنا رہا۔

(دیگر چھ پیشین گوئیاں یا تجزیے یہ تھے (جن میں سے کچھ ابھی بھی جاری ہیں۔

"ہمیں بھی خمینی کی ضرورت ہے"

کالم میٹھا سچ 670 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 24 ستمبر 2023ء

کبھی کسی نے سوچا ہے کہ کیا صرف سیاستدان ہی نااہل تھے جو باری باری ملک کو لوٹ کر چلتے بنے لیکن ان کو کسی بھی محب وطن ادارے سے ایسی سزا نہیں ملی جو ان کی لوٹی دولت واپس ملکی ترقی میں لگا دے؟ تناور درخت کو بھی آری کاٹ نہ سکے اگر اس کا دستہ بھی اسی جیسے کسی درخت کا بنا نہ ہو۔ چلیں اس بات کو بجلی کی ایک مثال سے پیش کرتے ہیں کہ شاید عوام کے پڑھے لکھے طبقے کے علاوہ کچھ مزید مورکھ بھی سمجھ جائیں اور ان کی غیرت جاگ کر انہیں متحد کر دے۔

بجلی کی بڑھتی ہوئی قیمت جو اس وقت 61 روپے فی یونٹ ہے اگلے چھ ماہ میں 89 روپے ہونے جا رہی ہے یہ بجلی کی وہ قیمت ہے جو نہ ہی پیدا ہوتی ہے اور نہ خریدی جاتی ہے لیکن اس کی قیمت ہر صورت میں عوام نے دینی ہوتی ہے۔ خواص اس بجلی کی یوں قیمت ادا نہیں کرتے کیونکہ ان کی اکثریت کو بجلی مفت ملتی ہے یا وہ سینہ زوری سے چوری کر لیتے ہیں۔

اب زیادہ تر عوام جان گئی ہے کہ آئی پی پیز کیا ہیں لیکن اکثریت کو معلوم نہیں کہ یہ ظالمانہ معاہدہ 1994ء میں بینظیر کی حکومت میں زرداری نے ورلڈ بنک کے ساتھ مل کر اس غریب عوام پر 25 سال کے لئے مسلط کیا۔ لیکن حیرت میں اب جانے کی ضرورت نہیں کہ پی ٹی آئی سمیت مشرف، نواز شریف کی دو بار کی حکومت اور پھر اس ظلم کے موجد زرداری نے اپنی صدارت میں بھی

ناصرف اس معاہدے کو برقرار رکھا۔ بلکہ اسے 2019ء میں ختم بھی کیا جاسکتا تھا لیکن اسے عمران حکومت نے بھی جاری رہنے دیا۔ کیوں بھلا؟ اس لئے کہ پاکستان میں ابتدا ہی سے عوامی نمائندہ حکومتیں نہیں بنیں بلکہ ان سب کو صرف اسٹیبلشمنٹ ہی نے بنایا۔ پھر توڑا اور پھر بنایا اور یہ کھیل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک عوام میں شعور اور غیرت نہیں جاگتی۔

بقول آئی ایم ایف بدعنوان حکومتیں قرض لے کر بیرون ملک اثاثے تو بنالیتی ہیں اس لئے قرض واپسی کی بس ایک ہی صورت ہے کہ اس ٹیکس بھی ادا نہ کرنے والی عوام سے بجلی گیس مہنگی کر کے زبردستی پیسہ وصول کیا جائے اور ایسا ابھی تک ہو رہا ہے۔

عوام کی بے بسی اور مظلومیت میں جہالت کا جو ہاتھ ہے وہ تو ہے لیکن اس کی مثال اس شیر جیسی ہے جسے چڑیا گھر کی کوٹھڑی میں اس طرح قید رکھا جائے کہ پچھلی جانب اسے ایک وسیع میدان بھی دوڑنے بھاگنے کا مل جائے تاکہ موت تک اسے اپنی قید کا احساس نہ ہو۔ ہماری شیر جیسی پچیس کروڑ والی عوام پر اس وقت دو بھاری زنجیریں پڑی ہیں اور جن پر جہالت کا تالا لگا ہوا ہے۔ اور ان میں اصل زنجیر مفاد پرست اشرافیہ یا بدمعاشیہ کی ہے جسے اس نے مزید مضبوط بنانے کے لئے خود کو آئی ایم ایف کی زنجیر سے تحفظ دے رکھا ہے۔

"دن کے چودہ گھنٹے"

کالم میٹھا سچ 671 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 24 ستمبر 2023ء

ایک روز ہمارے ایک دوست کہنے لگے کہ میرے پاس فیس بک پر ہوسٹ کرنے کے لئے زیادہ کچھ نہیں رہا۔ ایسا ہی تقریباً سب کے ساتھ ہے۔ ایک ہی پوسٹ کو معمولی ردوبدل سے اپنے نام سے پوسٹ کیا جارہا ہے اور پھر لائیک اور کومنٹ کی امید بھی رکھی جاتی ہے۔

اس پر میں نے کہا بھیا ہمارے پاس تو طبعزاد مواد کی فوج ظفر موج موجود ہے جس کے لئے فیس بک بھی چھوٹی پڑتی محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے تو میں نے فیس بک کے ساتھ وٹس ایپ بھی جوڑ رکھی ہے۔ روزانہ کا ایک کالم لکھنا نیز مختلف پوسٹوں پر تبصرے جمع کرتے کرتے 24 کتابیں بن گئی ہیں اور بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ ابھی میں دوسروں کی شئیر کی جانے والی پوسٹوں کا تذکرہ نہیں کر رہا۔ دفتری کام میں بھی سوشل میڈیا کا سہارا لئے جانے کے باعث روزانہ مجھے ایک ڈیڑھ بجے سے قبل ہی ساڑھے سات گھنٹے موبائل استعمال کئے جانے کا نوٹس موصول ہو جاتا ہے۔ خیالات ہیں کہ رکتے ہی نہیں اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ انہیں صفحات پر لکھنا بلکہ موبائل پر بھی اردو انگریزی میں ڈھالنے کے ساتھ ساتھ دیگر امور کی بجا آوری کے لئے مجھے روزانہ کا دن 36 گھنٹے تک لے جانے کی سوچ اکثر ابھرتی ہے جو ممکن نہیں۔

"اقبال بطور فلاسفر"

کالم میٹھا سچ 672 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 24 ستمبر 2023ء

شکیل

فیصلہ آپ کا ہے۔

آیئے اقبال اور فرانسیسی فلسفی والٹیئر کے فلسفے کے "معاشروں پر اثرات" کا موازنہ کرتے ہیں۔

مشہور فرانسیسی فلسفی والٹیئر کو 1789 میں فرانسیسی انقلاب کا خالق سمجھا جاتا ہے۔ اس انقلاب نے دنیا کے دیگر یورپی ممالک پر بھی دور رس اثرات مرتب کیے تھے۔ والٹیئر کا فلسفہ خصوصی طور پر جمہوریت کے تصور، ریاست سے کلیسیا کی علیحدگی، استدلال، اور اس دنیا میں ان کے تمام مسائل سے نمٹنے کے لیے انسانی عقل کے استعمال کے گرد گھومتا ہے۔

ہم اس فلسفے کے مضمرات دیکھ سکتے ہیں کہ یورپ نے صنعتی انقلاب، خوشحالی، معاشی اور سماجی انصاف دیکھا۔ فلسفے کے ان اصولوں کو اپنا کر انہوں نے جدید دنیا پر حکمرانی کی۔

دوسری طرف اقبال کا فلسفہ صرف مذہب کے گرد گھومتا تھا۔ وہ انسانی عقل کے استعمال کے خلاف تھے لیکن ان کا کہنا تھا کہ ریاستی سطح پر مذہب کو اپنانے سے ہی مسلمانوں کی شان و شوکت واپس لی

جاسکتی ہے۔ مختصراً آج ان کے خیالات کے عملی اثرات یہ ہیں کہ لوگ اپنے بجلی کے بل ادا کرنے سے قاصر ہیں اور غربت، بدعنوانی اور جہالت معاشرے کے اہم اصول ہیں۔

میں نے بغیر کسی تعصب کے صرف فرق کو پہچاننے کی کوشش کی ہے اور آپ بہترین جج ہیں۔

ڈاکٹر

ہمارے پالیسی میکرز نے دراصل پاکستان کے قیام کو جسٹیفائی کرنے کے لئے مصنوعی طور پر اس میں دین اسلام کا تڑکہ لگایا اور قوم کو اقبال کے مذہبی رجحانات والی ٹرک کی بتی کے پیچھے لگا کر خود کبھی بھی اس قومی شاعر کے افکار پر عمل نہیں کیا۔ مجھ جیسے اقبال پسند کو بھی دوران ڈاکٹریٹ پتا چلا کہ اقبال کا مذہب سے ہٹ کر ایک تصور ریاست بھی تھا۔ جس میں اقبال ہیگل، والٹیئر، برگساں اور امام رازی سے بھی متاثر نظر آتا ہے اور اسی میں وہ فلسفہ خودی اور مرد مومن کا تصور بھی پیش کرتا ہے۔ لیکن چونکہ ہماری اسٹیبلشمنٹ کو ان نظریات میں اپنی موت نظر آتی تھی لہذا انہوں نے اقبال کے مولویانہ چہرے کو ہی نصاب کا حصہ بنا دیا اور اقبال کو شاعر مشہور کر دیا جبکہ شاعری تو اقبال کا طریقہ اظہار تھا۔ اس کا اصل چہرہ تو ہیگل، برگساں اور زرتشت پر تنقیدی جائزہ ہے جسے یورپ میں پذیرائی حاصل ہے۔

مجھے بھی پولینڈ میں فلسفے کے استاد کی جانب سے رابندر ناتھ ٹیگور تحقیقی فلاسفر دیا گیا جسے میں نے جب اقبال سے بدلا تو محترم استاد نے بھی مجھ سے ہفتے کا وقت مانگ لیا۔ پھر اس نے عالمی طور پر تسلیم شدہ فلاسفرز میں اقبال کا نام دیکھ کر اجازت دی۔ میں اقبال پر یورپ کے تحقیقی مواد کو دیکھ کر

حیران رہ گیا کہ اقبال کا قد تو رابندر سے کہیں اونچا تھا اور اسی پر میرا پروفیسر بھی حیرت زدہ تھا کہ یہاں ڈاکٹریٹ کرنے والوں نے اس سے قبل اسے کیوں اہمیت نہیں دی۔ خیر میرے ساتھ استاد کو بھی محنت کرنا پڑی اور پھر میری پریزنٹیشن یونیورسٹی ہال کے علاوہ ہمارے سفارت خانے میں بھی رکھوائی گئی اور دونوں جگہ کی لائبریری میں میرا مقالہ محفوظ ہے۔

مجھے اقبال کے تصور ریاست، تصور خودی اور تصور مومن میں کہیں بھی مولوی نظر نہیں آیا جبکہ پاکستان میں آج بھی ہمارے مولوی منبر رسول پر بیٹھ کر اقبال کے عشق رسول پر مبنی اشعار ہی گنگناتے نظر آتے ہیں۔ اور کسی کو اقبال ذہنی اپج کی پرچھائی تک کا بھی پتا نہیں۔ ہاں البتہ ایرانی اور ترک اقوام کو اقبال کے صحیح قد کاٹھ کا درست انداز میں پتا ہے اور وہاں اقبال کے ریاستی تصورات پڑھائے بھی جاتے ہیں۔

"جنگجو لکھاری"

کالم میٹھا سچ 673 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 27 ستمبر 2023ء

ہماری ایک فیس بک فرینڈ نے اردو کے درست استعمال کے لئے لکھاریوں کی مدد کے جذبے سے کافی ساری اغلاط کو درست کرنے کی کوشش کی ہے جن میں سے اکثر استعمالات پر درست زور دیا ہے لیکن ہمارا تجربہ ہے کہ کوئی بھی عام بول چال میں اتنا محتاط نہیں ہوتا کہ ہر جگہ ہی گرائمر کا لحاظ رکھ سکے۔ ہاں جہاں تک لکھنے کی بات ہے یہ احتیاط ضرور کرنی چاہئے۔

چند اور نقاط یا نکات پر بھی اردو لکھنے والوں کی توجہ لازم ہے۔

اکثر لکھاری ادیب اور دانشور کہلوانا چاہتے ہیں لیکن اردو میں بلا ضرورت انگریزی گھسیڑ کر نا صرف گرامر کو پامال کر دیتے ہیں بلکہ اردو کو بھی کند چھری سے ذبح کر رکھے ہوتے ہیں۔ مثلا "رکن لکھنے کی بجائے ممبر لکھتے ہیں بلکہ جمع بھی اراکین کی بجائے ممبران لکھ دیتے ہیں۔ دیگرے اگر پارلیمنٹ کو پارلیمان لکھ دیں یا الیکشن کو انتخاب یا چناؤ کہہ لیں تو قلم دکھ تو نہیں جائے گا۔ یہ صحافت زبان کیوں استعمال کرتے ہیں جہاں اکثریت زبان دان نہیں۔

پھر ان نالائقوں کو کیا کہیں جن کے ارشادات اردو مگر عنوان انگریزی میں ہوتے ہیں۔ ابھی تک کوئی ایسا نالائق انگریزی دان نہیں دیکھا جس کا کالم یا کتاب انگریزی میں ہو لیکن عنوان اردو میں ہو۔

دوسری غلطی ہمارے کافی دوست کر دیتے ہیں جب اردو کی وسعت کی نیست مارتے ہوئے ز، ذ، ظ، ض یا س، ص، ث اور ت، ط نیز ع کو او غیرہ سے بدل دیتے ہیں۔

اب ان پنجابیوں کی تو بات ہی کیا جن کو لکھاری بننے کا بے حد شوق ہے لیکن اردو اور انگریزی میں بے حد کجی کے باعث فائنل کو فینل لکھتے ہیں، ریڈ کو ریٹ لکھ دیں اور اس پر مستزاد کہ اسی فیصد سرقے کے ساتھ صاحب کتاب بھی بنے کھڑے ہوں۔

جو مثلاً کو مثلن اور مرنجاں مرنج کو مربخاں مربخ لکھ دیں وہ تو کمال ہی کرتے ہیں۔

اردو کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔۔۔۔

"نگاہ بیخ، سخن دلخراش، جاں کینہ توز"

کالم میٹھا سچ 674 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 28 ستمبر 2023ء

کسی نے درست کہا ہے کہ رہنماء ہی قوموں یا آرگنائزیشنز کو زندہ و فعال رکھتے ہیں۔ ہمارا ای کیپ جیسی خوبصورت تنظیم کی رہنمائی کے لئے اٹھا گیا وہ ایک ہی قدم بہت بھاری ثابت ہوا ہے جب میں نے اپنی مصروفیات کے باعث اس تنظیم کی صدارت کے لئے اپنی لابنگ کی بجائے لاعلمی میں یہ فعال تنظیم ایک ایسے شخص کے حوالے کر دی جس کا تنظیمی تجربہ صفر، تنظیمی موٹیویشن صفر، اردو انگریزی میں خطاب کی صلاحیت صفر بلکہ ایسی تنظیموں کو متحرک رکھنے کا وژن بھی صفر تھا۔ آج نتیجہ یہ نکلا ہے کہ وہ صرف صدر کہلائے جانے کا ہی شوقین رہ گیا ہے اور دوسرے بیکار ترین شخص کے مشوروں کو ناتجربہ کاری کے تحت من و عن مانتے ہوئے اس تنظیم کو مکمل طور پر ڈبو چکا ہے۔

کسی نے ایک بار یہ لطیفہ سنایا جو ہماری تنظیم پر پورا اترتا ہے کہ جہنم میں ہر قوم کے لئے ایک گڑھا موجود تھا جس کے اوپر ایک ظالم شیطان گرز لئے کھڑا ہوتا تھا اور جونہی اس قوم کا جہنمی گڑھے سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا تو وہ اس کے سر پہ ڈنڈا رسید کر کے اسے دوبارہ نیچے گرا دیتا تھا۔ حیرانگی سے کسی نے پاکستانی گڑھے پر نگران نہ دیکھ کر استفسار کیا تو پتا چلا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جب بھی کوئی پاکستانی جہنم سے نکلنے کی جدوجہد میں اوپر جانے کی کوشش کرتا ہے تو نیچے والا اس کی ٹانگ کھینچ لیتا ہے۔

ہم نے پچھلے ڈیڑھ برس میں تین بار اس تنظیم کو فعال کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہر بار یا تو میرے خلاف لیٹر لکھ دیا گیا، یا پھر محکمہ ماحولیات میں رشوت سے کام چلانے والے مافیا کو میرے پیچھے لگا دیا گیا اور یا اسی محکمے کے بدعنوانوں نے میرے پراجیکٹ روکنے شروع کر دیئے۔

غور کریں تو یہی حال ہمارے ملک کا بھی ہے لیکن ناسمجھی میں لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے ہیں کہ پاکستان ترقی کیوں نہیں کر رہا؟

"ہارپ ٹیکنالوجی کا استعمال"

کالم میٹھا سچ 675 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 2 اکتوبر 2023ء

ترکیہ میں زلزلے سے قبل پیش گوئی کرنیوالے ڈچ سائنسدان نے پاکستان میں بھی بلوچستان میں زلزلے کی پیشگوئی کی ہے۔

Earthquake prediction requires a lot of parameters. Chinese once predicted an earthquake and saved citizens, after that they were failures

Our media is just to harass the people.

Hafeez Butt: Have we any piezometric readings in that area.

1505, 5 July or 6th – An earthquake created a 60 km long surface rupture along a transverse fault in the Chaman system with several meters of vertical offset.

1892, 20 December –

1935, 31 May – The 7.7. ...

1978, 16 March – A 6.4.

Hafeez Butt: If the Chaman fault indeed accommodates 11 $(+1/-2)$ mm/yr of the 36 mm/yr displacement across the India/Eurasia plate boundary, the remaining 24–27 mm/yr of residual plate motion would then be accommodated on the Ghazaband fault and other structures. Szeliga et al. [2012] noted no apparent interseismicaccumulation across the northernmost terminus of the Ghazaband fault (adjacent to the Chaman locked segment imaged in this study). Yet large earthquakes have occurred on the Ghazaband fault, so it can be reasonably inferred that slip rates accommodated by the Ghazaband fault vary with latitude. This would potentially act to transfer slip onto or away from the Chaman fault, also causing the slip rate of the Chaman fault to vary with latitude. Thus, it is not clear if the variations in creep rate of the Chaman fault (Figure 7) relate to variations in

fault coupling, variations in total slip rate accommodated by the fault, or a combination of both. Fattahi and Amelung [2016] estimated the slip rate of the Ghazaband fault to be 16 ± 2 mm/yr at 29°N. When combined with an estimated 11 mm/yr slip rate on the Chaman fault, these two faults account for 64–83% of the total plate motion across the plate boundary, leaving 6–13 mm/yr of relative plate motion that is accommodated off of these two structures. These estimates are tempered by the fact that there are not currently sufficient observations to determine the degree to which slip is partitioned between the Chaman and Ghazaband faults as a function of latitude.

زلزلے کی پیش گوئی کے لیے کئی عوامل درکار ہوتے ہیں۔ ایک بار چینیوں نے زلزلے کی پیش گوئی کر کے لوگوں کو بچا لیا تھا، لیکن اس کے بعد وہ ناکام ہو گئے۔ ہمارے میڈیا کا مقصد صرف لوگوں کو ڈرانا ہے۔

حفیظ بٹ: کیا ہمارے پاس اس علاقے میں پیرو میٹرک ریڈنگز موجود ہیں؟

5 یا 6 جولائی 1505 کو ایک زلزلے نے چمن فالٹ کے ساتھ 60 کلومیٹر طویل سطحی دراڑ پیدا کی جس میں کئی میٹر کی عمودی ہٹاؤ تھی۔

20دسمبر1892-

31مئی1935-7.7شدت کازلزلہ

16مارچ1978-6.4شدت کازلزلہ

حفیظ بٹ: اگر چمن فالٹ بھارت / یوریشیا پلیٹ کی سرحد پر 36 ملی میٹر فی سال کی حرکت میں سے 11(+1/−2) ملی میٹر فی سال کا حصہ لیتا ہے، تو باقی 24-27 ملی میٹر فی سال کی پلیٹ حرکت غزہ بند فالٹ اور دیگر ساختوں پر واقع ہو گی۔ سزیلیگا وغیرہ [2012] نے غزہ بند فالٹ کے شمالی سرے پر کسی ظاہری انٹر سسیمک جمع ہونے کا ذکر نہیں کیا (جو اس مطالعے میں چمن لاکڈ سیگمنٹ کے ساتھ جڑا ہوا ہے)۔ پھر بھی، غزہ بند فالٹ پر بڑے زلزلے آچکے ہیں، اس لیے یہ معقول طور پر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غزہ بند فالٹ کی سلپ ریٹ عرض بلد کے ساتھ مختلف ہوتی ہے۔ اس سے چمن فالٹ پر سلپ کو منتقل کرنے یا اس سے دور کرنے کا سبب بن سکتا ہے، جس سے چمن فالٹ کی سلپ ریٹ بھی عرض بلد کے مطابق تبدیل ہوتی ہے۔

اس لیے یہ واضح نہیں ہے کہ چمن فالٹ کی کریپ ریٹ میں تبدیلیاں فالٹ کپلنگ میں مختلف ہیں، فالٹ کی جانب سے سنبھالی گئی کل سلپ ریٹ میں مختلف ہیں، یا دونوں کا مجموعہ ہیں۔ فتحی اور

امیلنگ [2016] نے غزہ بند فالٹ کی سلپ ریٹ کو 29° شمال پر 16 ± 2 ملی میٹر فی سال پر اندازہ لگایا ہے۔ جب چمن فالٹ پر اندازاً 11 ملی میٹر فی سال کی سلپ ریٹ کے ساتھ ملایا جائے تو یہ دو فالٹس پلیٹ کی کل حرکت کا 64–83٪ بیان کرتی ہیں، جس سے 6–13 ملی میٹر فی سال کی نسبتاً حرکت ان دونوں ساختوں سے باہر ہوتی ہے۔ ان اندازوں میں یہ حقیقت شامل ہے کہ اس وقت کافی مشاہدات موجود نہیں ہیں تاکہ یہ طے کیا جاسکے کہ چمن اور غزہ بند فالٹس کے درمیان عرض بلد کے لحاظ سے کس حد تک سلپ تقسیم ہوتی ہے۔

بلوچستان میں زلزلے کی جو پیشین گوئی سوشل میڈیا پر سرگرم ہے اس پر ماحولیاتی حلقوں خصوصاً ای کیپ میں بھی کافی تبصرہ ہوا ہے۔ لکتا یوں ہے کہ اگر قدرتی طور پر یہ زلزلہ آیا تو اس بار بھی کوئٹہ میں کافی تباہی ہو گی۔ اور اس بار بھی امریکی ہارپ ٹیکنالوجی خارج از امکان نہیں۔ اگر ایسا ہوا تو عالمی سطح پر چین امریکہ کی چشمک میں پاکستان کو میدان جنگ بننے کا خمیازہ بھگتنا پڑ سکتا ہے۔

اس سے پہلے جو ترکی میں پیشین گوئی کے بعد جو زلزلہ آیا تھا وہ بھی قدرتی نہیں تھا۔ اس میں روس نے باقاعدہ امریکی ہارپ ٹیکنالوجی استعمال کرنے کے ثبوت پیش کر دیئے تھے۔

یہ تو معلوم نہیں کہ بلوچستان کے امکانی مرکزی مقام کے لوگ اس اطلاع کے بعد کیا لائحہ عمل اختیار کر رہے ہونگے کیونکہ گورنمنٹ تو کوئی ہے ہی نہیں اس لاوارث ملک میں۔ خواص چھوڑ کر بلوچستان کے غریب عوام بہت بے بس اور لاچار ہیں۔ ان کی مظلومیت کو ہم نے ان کے اندر بیٹھ کر محسوس کیا ہوا ہے۔ پہاڑوں پر بیٹھے بیچارے تو خاندان کے ساتھ میدانی علاقے میں بھی نہیں اتر سکتے۔ اگر یہ پر خطر امکانی تباہی آئی تو اب کے بار بھی کوئٹہ کے قریب والا کوہ چلتن ہی مرکز ہو گا کیونکہ کوہ مردار اور کوہ تکا تو نسبتاً محفوظ پیاری سلسلے ہیں۔

ویسے ایک امکان یہ بھی ہے کہ امریکہ شاید بلوچستان میں دور تک ہارپ ٹیکنالوجی استعمال نہ کر سکے کیونکہ اطلاعات کے مطابق اس کی پش بٹن سے استطاعت دس پندرہ کلومیٹر سے زیادہ نہیں۔ لیکن شیطان اندر سے ٹیکنالوجی میں کتنا آگے بڑھ چکا ہے اس کی خبر نہیں۔ اس برس ترکی میں بھی اس کی ٹیکنالوجی پندرہ کلومیٹر تک ہی پہنچ پائی تھی۔

اللہ تمام تر شیطانی عناصر سے اس وطن اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ رکھے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے پاس دعا ہی کی آپشن بچی ہے۔ حکمرانوں میں نہ طاقت ہے، نہ وژن اور نہ غیرت۔

"عجیب نام"

کالم میٹھا سچ 676 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 5 اکتوبر 2023ء

انجینئیر اپل بھائی لکھتے ہیں کہ بچے تو دنیا میں ہر وقت، ہر جگہ، چوبیس گھنٹے، جنم لے رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ہر علاقے میں، ان کا نام رکھنے کا، اپنا اپنا طریقہ رائج ہے۔ مثلاً پنجاب میں ماضی قریب میں اللہ تعالیٰ نے بچے کے پیو کے ساتھ جو بھی کیا ہو اس کا اعلان وہ بچہ ساری زندگی کرتا رہتا ہے۔ مثلاً اللہ دتا، اللہ رکھا، اللہ بچایا، اللہ وسایا۔ اللہ ہنسایا۔ اللہ رُلایا۔ اللہ ترسایا۔

صوبہ کے پی میں کاکے کے، کاکا جی کو، جہاں کھڑے ہو کر نومولود کی تشریف آوری کی خبر ملے۔ وہی جگہ، بچے کے ساتھ، اس کا نام بن کر چپک جاتی ہے۔ جیسے پہاڑ خان۔ سمندر خان۔ دریا خان۔ گلستان خان۔ شمال خان۔

کراچی میں نومولود کے والد محترم، ہر رات، جو چیز اپنے سرہانے رکھ کر سوتے ہیں۔ وہی چیز اس لاڈلے کا نام بن جاتی ہے۔ مثلاً موتی والا۔ جُھمکا والا۔ بالٹی والا۔ چینک والا۔ پیالی والا۔

اور چائنہ میں نئے پھینے کی پیدائش پر پرانا پھینا، اپنے پالتو کتے کو گود میں لیتا ہے۔ اسے زور زور کی گدگدی کرتا ہے۔ پھر کھلکھلاتے وقت، اس کتے کے منہ سے جس طرح کی آوازیں بر آمد ہوتی ہیں

۔ وہ بچہ، ساری عمر، اپنے عزیزوں سے، انہی آوازوں کی بازگشت سنتا رہتا ہے۔ جیسے چاوں چی، چانگ چن، چوں چھن۔ چی چین۔ چاؤں چاؤں۔

انگلینڈ والے بچے کا باپ کہلائے جانے والے شخص نے، اس بچے کی پیدائش کے وقت، جس رنگ کی بنیان پہنی ہو، وہی اس بچے کا نام رکھ دیا جاتا ہے۔ مثلاً مسٹر براون، مسٹر وہائٹ، مسٹر بلیک۔

روس۔ والے بچے کا نام فائنل کرتے وقت، کچھ زیادہ تردد نہیں کرنا پڑتا۔ کسی بھی جگہ، کسی بھی سمت، کسی کیفیت، کسی موسم یا کسی بھی غیر ملکی کے نام کے ساتھ۔۔ اوف۔۔ لگا دیں۔ تو بچے کا نام تیار۔ جیسے رحمانوف، برنالوف۔ کلاشنکوف، گچکوف۔ چلغوزوف۔ ریوڑیوف۔

ہم نے یوں گرہ لگائی ہے کہ عرب والے بن فلاں بن فلاں بن فلاں اور بن فلاں کے بعد سب سے پہلے والے کے نام کے ساتھ بن فلاں لگا دیتے ہیں۔ لیکن ماڈرن پاکستان میں ساری زندگی قرآن کریم نہ کھولنے والے بھی بچے کی آمد کے ساتھ قرآن اس بے ہدایتے کی ہدایت کے لیے نہیں کھولتے بلکہ منے کا نام ڈھونڈنے کے لئے کھولتے ہیں۔

اب ہمارے نام سلطان محمود ہی کو لے لیجئے۔ ہم اگر پولینڈ میں پیدا ہوئے ہوتے تو ہمارا نام شلٹن محمودووسکی ہوتا، بھارت میں نریش مودی، افغانستان میں سلطان دوستم، سری لنکا میں سلطانیکم محمودہ کاراسنگا، نائیجیریا میں ممادو سلطانیمر، برطانیہ میں ممادو کنگ، امریکہ میں سلطکلنٹن ممدو فیلڈ، دبئی میں السلطان محمود الباقری بن شیخ النیہان، ڈنمارک میں محلپلنڈ کنگچی، جاپان میں ہیروشیما

محما کاواساکی، ملائیشیا داتو سلطان عون، انڈونیشیا میں سلطانیکارنو، بلکہ بھارتی پنجاب میں نام سردار کرپان سنگھ ہوتا۔

طبعی معاشرتی خزانے یا PCR

کالم میٹھا سچ 677 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 7 اکتوبر 2023ء

عالمی بنک کی ماحولیات کہ تعریف کا ایک جیتا جاگتا شاہکار گوشہ فزیکل کلچرل ریسورسز یا طبعی معاشرتی خزانے کے نام سے بھی موسوم ہے جو دنیا کے آٹھ عجائبات کے علاوہ مندرجہ ذیل 45 سمیت لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں عمارات پر مشتمل ہے۔ اس تعریف میں مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور ان تاریخی عمارات کو PCR سمجھا جاتا ہے جن کو متعلقہ ملک کا محکمہ آثار قدیمہ رجسٹر کر لیتا ہے۔

عالمی بنک کی ماحولیاتی آپریشنل پالیسی 4.11 کی ہدایات کے مطابق ان عمارات اور جگہوں کو انسانی، حیوانی و موسمیاتی دست برد سے بچا کر رکھنے کے لئے ہر حکومت کے لئے لازم ہے کہ وہ خصوصی فنڈز مختص کرے اور کسی بھی نئے پراجیکٹ کی تعمیر میں ان کی حفاظت کا کماحقہ خیال رکھے۔

احباب کو یاد ہو گا کہ پنجاب کی سابقہ حکومت کے دور میں جب لاہور میں اورنج ٹرین کا منصوبہ شروع کیا گیا تو چوبرجی کی تاریخی عمارت کو زیر زمین گزرنے والی ٹرین کی تھرتھراہٹ سے پہنچنے والے ممکنہ نقصان سے بچانے کی خاطر ماحولیاتی ماہرین نے اسی قانون کے تحت لاہور ہائی کورٹ سے تب تک پراجیکٹ رکوائے رکھا جب تک اس کے ڈیزائن میں ضروری ترامیم نہیں کر دی گئی تھی۔ ان ترامیم میں اس ٹرین کو مجوزہ زیر زمین چلانے کی بجائے فلائی اوور کی شکل دی گئی تھی۔

Why Dubai?

Column MeethaSach 678

By Dr. Sultan Mahmood, Dubai, 7Oct23

Someone from our elite WhatsApp group ECAP Professionals was discussing the reasons of my presence in Dubai.

I informed about my future plans, viz., First to continue my deliberations in the discipline of ESG by a shift from squeezing environmental market of Pakistan to booming economy of the globe i.e., Dubai.

And 2nd, to participate in COP28.

Now I'm sharing the summary of whole conversation here, so that all group members should get benefit out of it, if they like and subject to their interest.

"My dear if we continue our conversation in the ECAP Professional group then others may get more inspiring knowledge about COP28.

AoA Sultan sb

Hopefully everything is fine with you

Let's arrange the training or capacity building workshop on ozone day.

As its approaching and celebrated worldwide

Why not dear Noreen. Since I'm in Dubai, it can only be through webinar.

If you have some alternative suggestion, you are most welcome.

Our group ECAP Professionals can be a forum

That's good

Dr Sultan Mahmood: No I'm permanently moved here after a JV with a local firm here

That’s great and good to know about

With which firm ECAP did JV??

No ECAP is Pakistan based as yet as well as it's a non-profit professional organization. I have a partnership with UAE and Miami based law consulting firm at a position of Management Consultant Sustainability.

That's great

Inshallah will arrange international trainings or capacity building programme than

Let's plan something like this with your organisation.

Ok good. Can you install IMO or Botim to talk directly, so that we can plan well.

How is your work going in Dubai

A bit in progressive mode

That's great

On which projects you are working

On 2 projects. First is general agricultural growth in Al-Ain and Second is Biofuel production through Jatropha in Lewa Near KSA border in Abu Dhabi. But above all I'm extremely occupied with the preparations to participate in COP28.

That's really great to hear about

Just now I've concluded my zoom session with our potential partner firm of Miami, USA.

It's really great you have started work there.

Unfortunately Pakistan future is at stake

Actually COP28 will start on 9th December where heads of 160 countries will participate. But all preparations have been started even from the beginning of October.

Yes it's like that

Don't worry my dear, come to Dubai

Last year I have done alot of work and even tried to participate in COP 27.

But as usual our secretary and additional secretary go to attend the event

This is actually the reason why Pakistan is down falling

Secretary knows nothing but only wants to attend the meeting of COP 27

Actually they are loosers and find others shoulders to work

Anyways its hard reality

I've already participated in 3 international pre-COP seminars and workshops up to now and we are organizing members of three gala dinners being held on 27th November, 6th & 7th December

That's great.

If you are organisers than di me know how I can participate in the event and will exhibit my work on energy

In fact, we are waiting the government approval to participate in the main frame of the conference where global leaders will be present

Even if not allowed, one person from each 300 global companies will have access in Grand Hayat venue, including ours, in terms of stalls etc.

For this opportunity you must be here nowadays

My dear if we continue conversation in the group then others may get more inspiring knowledge about COP28"

اس کا کہنا ہے کہ وہ پیاس سے مر جائے گا۔۔۔

!!مجھ سے اک شخص نے پوچھا ہے پتا پانی کا۔۔۔

ANY FURTHER INFO DESIRED, I'M HERE TO RESPOND.

دبئی کیوں؟

کالم میٹھا سچ 678

از ڈاکٹر سلطان محمود، دبئی، 7 اکتوبر 2023

ہمارے ایلیٹ واٹس ایپ گروپ، ای سی اے پی پروفیشنلز، کے ایک رکن نے میری دبئی میں موجودگی کی وجوہات کے بارے میں گفتگو کی۔

میں نے اپنے مستقبل کے منصوبے بتائے، پہلا یہ کہ پاکستان کی محدود ماحولیاتی مارکیٹ سے عالمی سطح کی ترقی پذیر معیشت، یعنی دبئی، کی جانب منتقلی کرتے ہوئے ماحولیاتی سماجی گورننس (ESG) کے میدان میں اپنی محنت کو جاری رکھوں۔ دوسرا یہ کہ COP28 میں شرکت کروں۔

اب میں پوری گفتگو کا خلاصہ یہاں شیئر کر رہا ہوں تا کہ تمام گروپ کے ممبران اس سے فائدہ اٹھا سکیں، اگر وہ چاہیں اور ان کی دلچسپی ہو۔

"میرے ی پیاری، اگر ہم اپنی گفتگو ای سی اے پی پروفیشنلز گروپ میں جاری رکھیں، تو دیگر افراد کو COP28 کے بارے میں مزید متاثر کن معلومات حاصل ہوں گی۔

السلام علیکم سلطان صاحب

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے

آئیں اوزون ڈے پر ٹریننگ یا کیپیسٹی بلڈنگ ورکشاپ کا انتظام کریں، کیونکہ یہ قریب ہے اور پوری دنیا میں منایا جاتا ہے۔

کیوں نہیں پیاری نورین۔ چونکہ میں دبئی میں ہوں، تو یہ صرف ویبنار کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی اور تجویز ہو تو آپ کا خیر مقدم ہے۔

ہمارا گروپ ای سی اے پی پروفیشنلز ایک فورم ہو سکتا ہے۔

یہ اچھا ہے۔

ڈاکٹر سلطان محمود: نہیں، میں مستقل طور پر یہاں منتقل ہو گیا ہوں اور یہاں ایک مقامی کمپنی کے ساتھ مشترکہ منصوبہ (JV) کیا ہے۔

یہ جان کر خوشی ہوئی۔

ای سی اے پی نے کس فرم کے ساتھ JV یا جوائنٹ وینچر کیا ہے؟

نہیں، ای سی اے پی ابھی تک پاکستان میں قائم ہے اور ایک غیر منافع بخش پروفیشنل تنظیم ہے۔ میرا شراکت داری یو اے ای اور میامی پر مبنی قانونی مشاورتی فرم کے ساتھ ہے اور میں وہاں منیجمنٹ کنسلٹنٹ سسٹین ایبلٹی کے طور پر کام کر رہا ہوں۔

ان شاءاللہ ہم بین الاقوامی ٹریننگ یا کیپیسٹی بلڈنگ پروگرام کا انتظام کریں گے۔

آئیں آپ کی تنظیم کے ساتھ کچھ ایسا منصوبہ بناتے ہیں۔

اچھا، کیا آپ آئی ایم او یا بوٹم انسٹال کر سکتے ہیں تاکہ ہم براہ راست بات کر سکیں اور بہتر منصوبہ بندی کر سکیں۔

آپ کا دبئی میں کام کیسا جا رہا ہے؟

کچھ ترقی کی حالت میں ہے۔

یہ سن کر خوشی ہوئی۔

آپ کس پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں؟

دو پروجیکٹس پر کام کر رہا ہوں۔ پہلا العام میں عمومی زرعی ترقی کا ہے اور دوسرا لیوا، سعودی عرب کے قریب، ابو ظہبی میں جاتروفا کے ذریعے بایو فیول کی پیداوار کا ہے۔ لیکن سب سے بڑھ کر میں COP28 میں شرکت کی تیاریوں میں مصروف ہوں۔

حقیقت میں ہم حکومت کی منظوری کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ کانفرنس کے مین فریم میں حصہ لے سکیں جہاں عالمی رہنما موجود ہوں گے۔

اگر اجازت نہ ملے تو ہر 300 عالمی کمپنیوں میں سے ایک شخص کو گرانڈ حیات کے مقام پر اسٹال وغیرہ کے ذریعے رسائی حاصل ہو گی، جس میں ہماری کمپنی بھی شامل ہے۔

میرے پیارے، اگر ہم گروپ میں گفتگو جاری رکھیں تو دیگر افراد کو بھی COP28 کے بارے میں زیادہ متاثر کن معلومات مل سکتی ہیں۔"

مزید معلومات درکار ہوں تو میں یہاں ہوں، جواب دینے کے لیے۔

"فیصلہ کن تیسری عالمی جنگ"

کالم میٹھا سچ 679 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 13 اکتوبر 2023ء

کیا کسی کے پاس اس سوال کا جواب موجود ہے کہ اسرائیل کے مقابلے پر انتہائی کمزور حماس یا فلسطین نے آخر کیوں اچانک اسرائیل پر ہزاروں راکٹ فائر کر دیئے ہیں؟ اور کیوں اسرائیل کو مسجد اقصیٰ پر مکمل قبضے کا جواز فراہم کر دیا ہے؟

در حقیقت اب مسلمانوں کی مکمل شکست کا وقت آن پہنچا ہے۔ مسجد اقصیٰ ہاتھ سے نکلی سمجھیں۔ عرب ممالک نے پہلے سے ہی شکست تسلیم کر کے خاموشی اختیار کر لی ہوئی ہے۔ فلسطین کے بعد ایران پر چڑھائی ہو جائے گی اور پھر معاہدہ بلقان کے سو سال مکمل ہوتے ہی ترکی کو بھی یرغمال بنالیا جائے گا۔

امیر ترین مسلمانوں سمیت ستاون ممالک کبھی ایک قوم نہیں بنیں گے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ بھاگیں گے تو محض دیگر غیر مسلم ممالک روس اور چین سے مدد حاصل کرنے کے لئے۔ جو اگر مدد کریں گے بھی تو اپنے مفادات مد نظر رکھ کر کریں گے۔ ہاں چین و روس اپنے مفاد میں اگر امریکہ کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش میں تھوڑے بہت ایسے اقدامات کر گئے جس سے مسلمانوں کو وقتی سہارا مل گیا تو یہ کوئی مدد تو نہ ہوئی ناں۔

تصور کریں کہ ہم مسلمان جو سارا جہاد یہودی کے بنائے ہوئے سوشل میڈیا پر ہی بیٹھ یا لیٹ کر کر رہے ہیں، تو اگر یہودی نے یہی مسلمان سے چھین لیا تو پھر ہم کیا کریں گے ؟ کیا پھر ہم یہود و ہنود و نصاریٰ کو صرف مسجد میں بیٹھ کر گالیاں دے کر کلیجہ ٹھنڈا کیا کریں گے اور وہ بھی یہودی کے بنائے گئے لاؤڈ سپیکر پر ؟

اس دنیا پر غلبہ اسی کا ہو گا جو قرآن پر عمل کرے گا۔ غیر مسلم طاقتوں نے قرآن میں درج باہم مربوط دو شعبہ ہائے زندگی یعنی معاملات اور عبادات میں سے اصل روح معاملات کو الگ کر کے اس پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو شکست دے دی ہے اور انہیں تقسیم در تقسیم کر کے محض عبادات والا شعبہ تھما کر آپس میں فرقہ بازی اور گروہ بندی کی کھلی چھٹی دے دی ہے۔ لیکن شومئ قسمت سے گروہ بندی کے باعث عبادات والے شعبے پر نیم پختہ عمل کرتے ہوئے قرآن کریم بھی مسلمان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔

"رجیم چینج کیوں ہوا"

کالم میٹھا سچ 680 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 14 اکتوبر 2023ء

پچھلے سو برس کی عالمی تاریخ سے ثابت ہوا ہے کہ جب بھی امریکہ دنیا میں کسی ملک یا کسی بلاک پر چڑھائی کرتا ہے تو اس سے دو برس قبل اس خطے میں جمہوریت سبوتاژ کر کے آمریت نافذ کر دیتا ہے۔ اگر ایشیا ہی کی مثال لے لیں تو امریکہ نے پچاس کی دھائی میں ایوب خان کی آمریت قائم کی تو دو برس بعد ویت نام میں جنگ چھیڑ دی اور پاکستان کو زبردستی اپنے کیمپ میں شامل کئے رکھا۔ پھر افغانستان میں روس سے لڑنا تھا تو ٹھیک دو برس قبل بھٹو والی جمہوریت ختم کر کے ضیاء الحق کی بلاجواز آمریت قائم کر دی۔ 2001ء میں افغانستان پر چڑھائی کرنی تھی تو دو برس قبل نواز شریف والی جمہوریت ختم کر کے مشرف کی آمریت قائم کر دی۔ اور اب ایران و ترکی کو تباہ کرنے کا منصوبہ شاید تیار ہے جو پاکستان میں عمران والی جمہوریت ختم کر کے حافظ والا غیر اعلانیہ مارشل لاء نافذ کر دیا گیا ہے۔ اس بار جنگ طول پکڑ کر عالمی جنگ کی شکل اختیار کر سکتی ہے۔

1990 میں دنیا روس کے خلاف امریکی فتوحات سے یونی پولر بن گئی تھی لیکن اکیسویں صدی کی تیسری دھائی میں روس اور چین کے باہم مل جانے سے پھر بائی پولر بنتی جا رہی ہے جو امریکہ کو گوارا نہیں ہو رہا۔ اسی بائی پولر دنیا کے اثرات ہماری فوج میں بھی نظر آ رہے ہیں اور عملاً فوج دو ذہنوں میں بٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک ذہن عمران کا حامی اور دوسرا نواز شریف کا حمایتی۔ دنیا میں چاہے

امریکی قوت کمزور پڑتی جائے لیکن پاکستان میں اس کی پوزیشن ہمیشہ مضبوط رہتی ہے لہذا رجیم چینج آپریشن کامیاب رہااور عمران کو جیل جاناپڑا۔

سابقہ حادثات و تجربات کو مد نظر رکھیں تو امریکہ ایک جانب روس اور چین کی بڑھتی طاقت کے سامنے بند باندھنے، دوسری جانب اسرائیل کی مضبوطی اور حفاظت کے لئے ایران و ترکی کو کمزور کرنے اور تیسری جانب پاکستان کی غیر متزلزل مدد حاصل کرنے کے لئے پاکستان میں پچھلے سال سے ہی آمریت قائم کر چکا ہے۔ حماس کے اچانک حملے اسرائیل کو فلسطین کا نام مٹانے اور مسجد اقصیٰ پر قبضے کا جواز فراہم کر چکے ہیں۔ امریکہ اس بڑھتی دہشت گردی کے سامنے جونہی روس یا چین نے بند باندھنے کی کوشش کی اسی لمحے دنیا فیصلہ کن طویل تیسری عالمی جنگ کی جانب بڑھ جائے گی۔

قرائن بتاتے ہیں کہ دنیا پر چین نے سبقت حاصل کرنی ہی کرنی ہے لہذا ہمارے فوجی جنرلز کے دونوں گروپس میں بھی جونہی چین نواز گروپ حاوی ہوا تو پھر سے عمران کا طوطی بولنے لگا جائے گا۔

مکرر شدہ۔۔ایک بار کسڈ کالم،، اور اب یہاں۔۔۔انعم

"چھ ضیائی علتیں"

681کالم

،دبئی،15اکتوبر

ضیاءالحق کی چھ باقیات میں ایک یہ مہاجرین بھی تھے۔پہلی پانچ سے بھی آج تک جان نہیں چھوٹی۔ مثلاً نون لیگ،ایم کیو ایم،کلاشنکوف،ہیروئین اور مدرسے۔

"ہم امریکی کالونی"

کالم میٹھا سچ 682 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 16 اکتوبر 2023ء

عالمی سطح کی نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ امریکہ جب بھی ایشیائی دنیا میں کسی جنگ کا کوئی پنگا لیتا ہے تو دو برس قبل پاکستان میں رجیم چینج کر دیتا ہے تا کہ ایک آمر سے بآسانی مطالبات منوا سکے بجائے کہ بھانت بھانت کی بولیوں والے سیاسی بونوں سے گفتگو میں الجھ کر وقت ضائع کرتا پھرے۔

اگر آپ کو یقین نہ آئے تو پاکستان میں پیش آنے والے بعد از قیام واقعات پر ہی غور کر لیں۔ پہلی والی لولی لنگڑی جمہوریت کا دھڑن تختہ ایوب کو لا کر کیا گیا اور دو برس بعد ہی امریکہ ویت نام جنگ چھیڑ بیٹھا۔ پاکستان سیٹو سنٹو کا رکن بنا اور اڈہ ڈھا کہ ٹھہرا۔ پھر اگلا پنگا روس سے لینے کے لئے بھٹو کی آمریت نما جمہوریت ہی سہی اس پر بھی دو برس پہلے کا نا جرنیل بٹھا دیا۔ ازاں بعد امریکہ نے افغانستان میں اترنا تھا تو دو سال پہلے ہی مشرف کو لے آیا۔ اب فلسطین کا ٹنٹا ختم کر کے مسجد اقصیٰ پر اسرائیل کا قبضہ کروانا ہے تو عمران کی عجیب و غریب مذہبی جمہوریت ہی سہی اس کو بھی پچھلے سال چلتا کر کے اپنے ہتھیں بندھی غلام بٹھا دیئے ہیں۔ بلکہ ملکی تاریخ کا بے غیرت ترین غنڈا چوتھی بار وزیر اعظم بننے کا سوچ رہا ہے۔

ہمارے ملک کی جڑیں براستہ جی ایچ کیو پینٹا گان تک جاتی ہیں اور ہم ہیں کہ کبھی نواز حرامی اور کبھی عمران جہنمی کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ جب کہ اصل ذمے دار کا نام بھی لینے سے ڈرتے ہیں۔ واقعی

ہماری قوم ادھارے دانشوروں کے نرغے میں ہے جہاں سے ترقی کسی بھی جانب سے داخل نہیں ہو پاتی۔

"اسلام کی ہمہ گیری"

کالم میٹھا سچ 683 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 16 اکتوبر 2023ء

افضل ملک

کئی سال پہلے، میری موجودگی میں، غامدی صاحب نے "ھالی ڈے ھوٹل" میں 300 لوگوں کے سامنے کہا تھا۔ کہ۔ وہ 35 سال کی تحقیق کے بعد، پورے شرح صدر سے، یہ اعتراف کرتے ہی، کہ اسلام کا نہ کوئی واضع سیاسی نظام ہے، نہ معاشی اور نہ معاشرتی نظام۔ یہ تینوں، مقامی حالات و واقعات کے تابع ھوتے ہیں۔ اسلام صرف "حقوق اللہ" اور "حقوق العباد" کا مجموعہ ہے اسکا کیا مطلب اور تشریح ہے۔ دوست رائے دیں اور رہنمائی فرمائیں؟

ڈاکٹر

غامدی صاحب نے درست کہا تھا ورنہ عرب، سپین، ترکی، فارس اور ہندوستان کی مختلف معاشرت میں کیسے ایک جیسا مذہبی نظام سینکڑوں برس چلتا؟ قرآن کریم کے اندر ہی اسے ہر معاشرے میں عمل کے قابل بنا کر ہدایات وضع کر دی گئی ہوئی ہیں اور اس کے اپنے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کو مطلوبہ جگہ پر نافذ کر لینے کی تمام سبیل اور سہولت موجود ہے۔

"ٹھرکی لوگ"

کالم میٹھا سچ 684 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 17 اکتوبر 2023ء

لیکن محترمہ شہنیلہ رانی حقیقت یہی ہے کہ ہمارے ٹھرکی معاشرے میں عورت کی وال پر رش اس کے عورت ہونے کی وجہ ہی سے لگتا ہے اس کی ذہانت متانت کی وجہ سے ہر گز نہیں۔

میں نے اس بات کا تجربہ بھی کر کے دیکھ لیا ہے۔ اپنی سوچ کو سچ کرنے کی خاطر ایک بار جعلی نسوانی اکاؤنٹ بنایا اور ڈی پی پر کسی ایسی لڑکی کا ادھورا چہرہ لگا دیا جس کی میرے پاس کوئی دو ڈھائی سو تصویریں بھی تھیں اور ساتھ میں گھٹیا سی پوسٹ بھی لگا دی۔ تین دن میں پانچ سو سے زائد فرینڈ ریکوئسٹ آ گئیں۔ بلکہ میرے ایک خاصے سوبر پروفیسر دوست تو میری ہی چھیڑ خوانی پر اس قدر مرمٹے کہ درجنوں بار اسے (یعنی مجھے) چائے ڈنر اور شاپنگ کی دعوتیں دیتے رہے۔ اس طرح میں نے ان کا ٹھرک پن بھی رنگے ہاتھوں پکڑا جب گلبرگ لاہور میں ان کے لئے منال پر ڈنر کے لئے گیا (بلکہ گئی)۔

آج کل بھی میری وال بہترین اور پاپولر فلسفے کے باوجود چٹیل میدان ہے اور انکی (دراصل میری ہی) وال پھوکے فائرز اور "ہائے آج میری طبیعت اداس ہے" جیسی گھٹیا جھوٹی سٹوریز کے باوجود رش لے رہی ہے۔ عموماً میں وہاں ایک دو گھنٹے میں ڈیڑھ سو سے اوپر لائیکس اور "دل" وصول کر لیتا (لیتی) ہوں۔

اپنے اسی تجربے کے باعث تین خواتین کو عقل کی باتیں کرتے دیکھ کر مرد بھی ثابت کر چکا ہوں۔ دو نے میرے چیلنج ہر مجھے بلاک کر رکھا ہے اور تین عورتوں (حقیقتاً مردوں) نے جواب دینا ہی مناسب نہیں سمجھا۔ شاید بے شمار رش کے باعث ان کو میرے چیلنج ہی نہیں پہنچے۔

"ہم تیس فیصد"

کالم میٹھا سچ 685 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 18 اکتوبر 2023ء

پاکستان میں شرح خواندگی 30 فیصد، سڑکیں 30 فیصد، فصلیں 30 فیصد اور خوشحالی بھی 30 فیصد ہے لہٰذا انسانیت بھی 30 فیصد ہے۔

ڈاکٹر سلطان محمود

"نوکری پر بحالی مبارک"

کالم میٹھا سچ 686 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 20 اکتوبر 2023ء

ہمارے ایک کینیڈین دوست ہمارے ایک پچھلے کالم 682 "ہم امریکی کالونی" پر طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دانشور تو اب میدان میں آئے ہیں اور دبئی میں بیٹھ کر قوم کی راہنمائی کر رہے ہیں"۔ ہم نے دست بستہ عرض کی ہے کہ یہ دانشوری نہیں بلکہ پاکستانی سیاسی معاملات کی قلابازیوں کا پچھلے ستر برس کا ایک ریویو آف لٹریچر تھا۔

یہی رویو بین السطور تاریخ کا احاطہ کرتے ہوئے یہ بھی ظاہر کر رہا ہے کہ پاکستانی فوج کے جنرلز کو مبارک ہو کہ انہیں امریکہ نے دوبارہ ملازم رکھ لیا ہے اور جس مقصد کے لئے پاکستانی عوام کا پچھلے تین چار برس سے خون نچوڑا گیا تھا وہ بھی واضح ہو گیا ہے۔ لہٰذا قوم کو مبارک ہو کہ ڈالروں کی بارش سے اب ان کے دن پھرنے والے ہیں۔ اب ان کو مہنگائی کم کر کے پچھلے تین مارشل لاؤں کی طرح یہی باور کرایا جائے گا کہ سیاستدان ہوتے ہی نااہل ہیں اور جنرلز جب بھی آتے ہیں اپنے ساتھ بیشمار ڈالرز اور امریکی حمایت اور پیار لے کر آتے ہیں۔

اب کی بار پاکستانی عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے موڈیلٹی یا انتظامی خاکہ تبدیل کیا گیا ہے اور وجودہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل عاصم اب کی بار پوشیدہ ایڈمنسٹریٹر رہیں گے لیکن کردار وہی ادا کریں گے جو ایوب، ضیاء اور مشرف نے امریکہ کے لئے ادا کیا تھا نیز سابقہ آزمودہ غدار اور

لٹیرے سیاستدانوں ہی سے کام لینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے لہٰذا عمران جیسے بولڈ شخص کو سائیڈ لائن رکھنے کا فیصلہ کر کے مفاد پرست نواز شریف کو واپس بلا لیا گیا ہے۔

اب اگر اللہ نے ہمارے سمیت ہمارے قارئین، دوستوں خصوصاً کرونیز کو مزید دس سال کی عمریں عطا کر دیں تو تیسری عالمی جنگ کے ختم ہوتے ہی انشاء اللہ ہم اسی سوشل میڈیا پر آپ کو یہی "دانشورانہ" تجزیہ پھر سے یاد کرائیں گے۔ تب تک کافی حد تک امکان ہے کہ ہمارا محب وطن سیاسی رہنماء عمران خان اور چھپا ہوا یہودی سہولت کار پٹواری نواز شریف دونوں مر چکے ہوں گے اور ان کی جگہ ٹیریان اور ملالہ سمیت ان کی ناجائز اولادیں پاکستانی سیاست میں بلاول، حمزہ اور مونس الٰہی کے ساتھ مل کر سرگرمی سے مصنوعی جمہوریت کا کھیل کھیل رہے ہوں گے۔

یہ ڈی جی سو فیصد جھوٹ بول رہا ہے اسلئے حضرت علی کے بقول اس سے ڈرو جو سامنے بیٹھ کر جھوٹ بولے۔

حقیقت میں امریکہ نے پاکستان کو پھر ملازمت میں واپس لے لیا ہے تیسری عالمی جنگ کے لئے پیشگی اڈے حاصل کرنے کے لئے۔ اور یہ وہ بات ہے جس کو ایسے ڈی جی کبھی بھی نہ مانیں گے۔ لیکن سال دو گزر لینے دیں تو یہ سب کچھ آشکار ہو کر ان کے پول کھول دے گا۔

امریکہ نے پچاس کی دہائی میں سب سے پہلے ویت نام میں گھسنے کے لئے دو سال قبل پاکستانی سیاستدانوں کی حکومت ختم کر کے ایوب کو دی، پھر 1979ء میں سوویت یونین توڑنے کے لئے دو سال قبل جمہوری حکومت ختم کر کے ضیاء کانے کو دی۔ تیسری بار افغانستان میں بیٹھنے کے لئے

نواز شریف کو 1999ء میں فارغ کرنے کے ٹھیک دو سال بعد نائن الیون کراتے ہی افغانستان جا بیٹھا۔ اور اب تیسری عالمی جنگ کی پیش بندی کے طور پر عمران کو ڈیڑھ سال قبل فارغ کیا اور ابھی دیکھنا اگلے چھ ماہ بعد جب دو برس مکمل ہو جائیں گے تو فلسطین ختم کر کے بیت المقدّس پر اسرائیلی قبضے کے بعد جونہی ایران کی جانب پلٹے گا تو اسے پھر ہماری ہماری زمین چاہئے ہو گی۔

امریکہ جانتا ہے کہ چاہے جعلی جمہوریت ہی ہو لیکن ایک آرمی چیف کو قابو میں رکھنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اس بار صرف موڈیلٹی بدلی ہے خفیہ مارشل لاء لگا کر۔

ہماری فوج کو نئی نوکری مبارک ہو۔ کم از کم اتنے ڈالر تو آئیں گے ہی جس سے جرنیلوں کا پیٹ بھرے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے نواز شریف سے بڑا بے غیرت سیاستدانوں کی فرنٹ لائن میں کوئی موجود ہی نہیں۔

"منہ ٹیڑھا کر کے انگریزی بولنے والوں کا المیہ"

کالم میٹھا سچ 687 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 23 اکتوبر 2023ء

پچھلے سال والی پہلی الومینائی میں بھی محسوس کیا تھا اور اب کے بار بھی نظر آ رہا ہے کہ کچھ اہم اساتذہ غیر حاضر تھے اور شاید اب بھی ہوں گے۔ وجہ شاید اساتذہ کی سیاسی دھڑے بندیاں ہوں گی۔ اگر واقعی ایسا ہے تو کیا ہم اس علت سے جان چھڑا سکتے ہیں؟

پچھلی الیومینائی میں غیر حاضر پا کر میں اپنے محترم اساتذہ میں سے صرف پروفیسر بخت بیدار خان صاحب کو ہی ان کے گھر جا کر مل پایا تو پتا چلا کہ انہیں اس گیدر نگ کا پتا بھی نہیں تھا۔

ایسے ہے پروفیسر خالد گوندل، پروفیسر ظفر عالم، ڈاکٹر ثریا، اور پہلے کئی بیجز کے یہیں سے فارغ التحصیل دیگر کئی اساتذہ بھی نظر نہیں آئے۔ مثال کے طور پر پروفیسر سرور، پروفیسر مرزا اسلم بیگ وغیرہ۔ کچھ پنجاب و سندھ حکومتوں کے ریٹائرڈ ڈائریکٹر جنرلز یا ڈائیریکٹرز بھی غائب تھے۔ جیسے نواز سعید اور اسرار چوہدری ایسے ہی دوسری یونیورسٹیوں میں خدمات سر انجام دینے والے چند پروفیسرز اور ڈی جیز مثلاً پروفیسر صفدر انجم اور ڈاکٹر سخاوت علی۔

خیر یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے بہت سوں کو دعوت نامہ بھیجا گیا ہو گا لیکن ہر ایک کے لئے آنا ممکن نہیں ہوتا مگر ہمیں یقین ہے کہ ایسے بڑے پروگرامز کے لئے چونکہ وائس چانسلر کی رضا بھی

لی جاتی ہے لہٰذا عین ممکن ہو کہ وہیں سے سیاست کا آغاز ہو گیا ہو جو کہ موجودہ ڈین بابر بلال صاحب کی وسعت نظری و وسعت قلبی کا بھی ایک امتحان ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ ویسے بھی منفی سیاستوں نے ہمارے ملک کا کباڑا کر رکھا ہے خصوصاً اس کا پیشہ ورانہ اداروں میں گھس آنا تو ظلم عظیم ہے۔

ابھی چونکہ اس خوبصورت تقریب میں چند روز باقی ہیں تو کیا میں منتظمین سے درخواست کر سکتا ہوں کہ مخالف دھڑوں سے ذاتی ملاقاتیں کر کے انہیں باعزت طریقے سے اس محفل میں شامل کر لیں؟

میں چونکہ خود پاکستان میں موجود نہیں اور دبئی میں ہونے والی عالمی ماحولیاتی کاپ 28 کی تیاریوں میں مصروف ہوں اس لئے مناسب جانا کہ بذریعہ تحریر ہی اپنی عرضی ڈال دوں۔

ڈاکٹر سلطان محمود

"عمران کا سیاسی مستقبل"

کالم میٹھا سچ 688 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 28 اکتوبر 2023ء

قیوم نظامی

حالات حاضرہ کا اہم سوال

عمران خان کا سیاسی مستقبل کیا ہے جزباتی نہیں عقلی جواب دیجیے۔

ڈاکٹر

محترم نظامی صاحب پاکستان کی موجودہ تمام نسلوں کی شعوری تربیت کبھی بھی آزادانہ و منصفانہ ماحول میں نہیں ہوئی لیکن ترقی و آزادی کی خواہش کبھی بھی نہیں مری لہٰذا غلامانہ سوچوں میں سے اگر کہیں کہیں شخصی یا ذاتی سطح پر بالغانہ سوچ نے پلٹا کھایا بھی ہے تو مخصوص ہاتھ عقلی اندھوں کی چابی یوں گھماتے ہیں کہ اکثریتی سوچ بھی خوفزدہ ہو کر وقتی طور پر خاموش ہو جاتی ہے۔

عوام کی ذہنی آزادی کی چنگاری قریبی تاریخ میں صرف تین شخصیات کی سوچ کے گرد ہی گھومی مگر تینوں کو خاموش کر دیا گیا۔ قایداعظم اور بھٹو کو تو دنیا ہی سے چلتا کر دیا گیا لیکن عمران کا دور ذرا

سوشل میڈیا کے باعث مختلف نکلا ہے جس کے باعث اس کی غیر حقیقی بونے دانشوروں کے شدید مفاداتی پروپیگنڈے کے باوجود روح کو دبانا مشکل تر ہو رہا ہے۔

آپ کے سوال کا محتاط ترین جواب یہی ہے کہ عمران کی آواز دبے گی نہیں۔ ہاں وقتی طور پر فصلی بٹیروں اور خود ساختہ بونے دانشوروں کی بھنبھناہٹ میں مدھم ضرور کر دی جائے گی لیکن عمران کو جسمانی طور پر ختم کر دیئے جانے کے باوجود یہ قائدانہ نظریہ ہے جو مفاد پرست جعلی مفکرین کے مٹتے ہی کسی نہ کسی شکل میں دوبارہ جنم لے گا۔

"نظام کی اوقات"

کالم میٹھا سچ 689 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، یکم نومبر 2023ء

نگران وزیر اعظم کاکڑ نے تاخیر سے آنے کی شکایت پر ایک بچے کو بد تمیز کہہ دیا۔ ذرا اندازہ کریں کہ لمز جیسی یونیورسٹی کے انتہائی کنٹرولڈ حالات میں اگر وزیر اعظم محفوظ نہیں تو کسی ریڑھی بازار میں تو اس کے چیتھڑے ہی اڑیں گے۔

آنے والی نسلیں بد تمیز نہیں کاکڑ جی ان کو صرف ایک شخص نے وہ شعور دیا ہے جو قائد اعظم اور بھٹو کے بعد ملک کا اور آنے والی نسلوں کا واحد سچا اور ایماندار سیاسی رہنماء عمران خان ہے۔ ذہن میں رکھیں کہ قایدِ اعظم سچے اور ایماندار تھے، بھٹو سچے رہے ہوں گے مگر بد قسمتی سے ایماندار ہر گز نہ تھے مگر عمران نا صرف سچا ہے بلکہ ایماندار بھی ہے لہٰذا قایدِ اعظم ثانی ٹھہرا اگر میرے دوستوں کو شکایت ہے کہ اس نے کیا کچھ نہیں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کسی کو بھی کچھ کر دکھانے کی نیت سے تو لاتی ہی نہیں ورنہ اگر کوئی عمران جیسا کچھ واقعی کر دیتا تو اب تک وہ اپنا وجود ہی کھو چکی ہوتی۔

"پر وقار ادھوری خود کلامی"

کالم میٹھا سچ 690 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، یکم نومبر 2023ء

کنیز

گوگل پر خواب کی تعبیر ریسرچ رپورٹ دیکھی پہلے نمبر پر سانپ دیکھنا تھا کہ لوگ دشمن کو زیادہ دیکھتے ہیں جبکہ زیادہ تر پاکستانی خواب میں رشتے داروں کو دیکھتے ہیں سلطان صاحب کہیں پاکستانی رشتے دار بھی سانپ تو نہیں۔

ڈاکٹر

کنیز بتول کھوکھر

ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ قدرتی طور پر بننے والے رشتے زہریلے ہوتے ہیں جو کہ اکثر نکلتے بھی ایسے ہی ہیں تبھی دینی تعلیمات میں ان کو برداشت کئے جانے کا حکم موجود ہے۔ ہم جب دین کو کچھ نہیں کہہ سکتے تو پھر احتجاجاً خود سے رشتے مرتب کرنے لگ جاتے ہیں۔ جب ان میں بھی کوئی ایک آدھ ہی بمشکل ہماری توقع پر پورا اترتا ہے تو ہمیں پھر بھی یہ یقین نہیں ہوتا کہ کیا ہم بھی اس کی توقع پر پورا اترے؟ اسی ادھیڑ بن میں زندگی تمام ہونے کو آتی ہے تو پھر ہم ہی دکھی ہو کر کبھی شاعری شروع کر لیتے ہیں اور کبھی ان پر لطیفوں و تمسخرات کی بارش کر دیتے ہیں۔ یاد رکھیں لطیفے ہمیشہ

طاقتور کے خلاف بنتے ہیں یعنی وہ جو آپ کے ذہن پر چھا کر آپ کو تسخیر کر لیتا ہے۔ اگر کبھی ٹھنڈے دل سے اور غیر جانبداری سے سوچنے بیٹھیں تو انکشاف ہو گا کہ یہ سبھی کچھ ہماری ان غلط توقعات کا نتیجہ ہے جس میں ہم ہر ایک کو اپنے مقابل گردان کر تقابل کر رہے ہوتے ہیں اور کبھی ان حقوق و فرائض ہر غور ہی نہیں کرتے جن کی بجاآوری میں ہم خود بھی قابل نفرت حد تک کوتاہی برت رہے ہوتے ہیں۔

ویسے تو ہم پیارے نبیوں، قابل احترام صحابہ اور اعلیٰ ظرف بزرگوں کی بہت مثالیں دیتے ہیں لیکن درحقیقت دل میں اپنے آپ کو ان امثال سے باہر ہی رکھتے ہیں اسی لئے ہمیں ہر کوئی زہریلا اور قابل نفرین نظر آتا ہے سوائے اپنے آپ کے۔ کیا یہ مثالیں بذات خود ثابت کر دیتی ہیں کہ ہم اچھے اور دوسرے برے تھے یا ہیں؟ اور اگر ایسا ثابت ہو بھی جائے تو یاد رکھیں کہ ہم بھی دوسروں جیسے ہی ہیں اور کسی بھی رشتے کو احکام خداوندی کے مطابق نبھانے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔

کبھی کسی نبی، صحابی یا نیک بزرگ نے اپنے آپ کو برتر کہا اور دوسرے کو کمی کمین سمجھا؟ مکمل غور کرنے کی دعوت ہے "پروقار ادھوری خود کلامی" کی کہیں بھی گنجائش نہیں۔

"مرد کی آنکھ میں شرم"

کالم میٹھا سچ 691 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، یکم نومبر 2023ء

بشریٰ احمد لکھتی ہیں کہ

پاس کی گلی سے کوئی بیس اکیس سالہ لڑکی گھبرائی ہوئی سی نکلتی ہے۔ اس کا سارا وجود کالے عبایہ میں لپٹا ہوا ہے۔ چہرے پہ کالے رنگ کے حجاب نے سایہ کیا ہوا ہے جس سے اس کی دودھیا رنگت اور نمایاں ہو رہی ہے۔ بالوں کی کچھ سرکش لٹیں حجاب کی قید و بند سے آزاد ہو کر باغی ہو چکی ہیں۔ گلی کی نکڑ سے نکل کر وہ سواری کے انتظار میں فٹ پاتھ کے کونے میں کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس نے ہاتھ میں کچھ کتابیں تھامی ہوئی ہیں جس سے لگتا ہے کہ شائد کالج کی طالبہ ہے۔

جیسے ہی وہ آ کر کھڑی ہوتی ہے گلی کے کچھ آوارہ بھنورے اس کے گرد منڈلانے لگتے ہیں۔ کانوں سے تیز کاروں کے بریکوں کی آواز ٹکراتی ہے۔ موٹر سائیکلوں کو جھٹکے لگنے شروع ہوتے ہیں اور تو اور سائیکل سوار بھی ماشاللہ کہتے ہوئے آؤ پیچھے بیٹھ جاو جیسے کلمات دھراتے ہوئے اس کے پاس سے گزرتے ہیں تو اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ایک تاڑو صاحب اس کے قریب آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور نہایت گستاخانہ نگاہوں سے اس کے عبایہ میں سمٹے وجود کے پیچ و خم ٹٹولنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ نگاہوں کی تیزی اس کے حفاظتی حصار کو ختم کر کے اسے سب کے سامنے بے لباس کر دے گی۔

پاکستان میں یہ کہانی صرف ایک لڑکی کی نہیں بلکہ ہر لڑکی کی ہے جسے اس مردوں کے معاشرے میں باہر نکلنا پڑتا ہے۔ اب چاہے وہ برقعے میں ہو یا حجاب میں، چادر میں یا ڈوپٹے میں، اسے مردانہ ہوسناک نگاہوں کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور "شہزادی ہمارے ساتھ چلی گی" "ماشا اللہ" "بچی چیک کریار" "پیس بڑا ٹائٹ ہے" جیسے جملے اس کی روزمرہ زندگی میں شامل ہو چکے ہیں۔ اور مرد جب یہ جملے بولتے ہیں تو ایک لمحے کو بھی انہیں یہ خیال نہیں آتا کہ یہ سب ہراسمنٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ پاکستان میں ہر لمحے ہراسمنٹ کے سائے میں جوان ہوتی ہماری بچیاں ایک مسلسل خوف کا شکار رہتی ہیں۔ بہت ساری لڑکیاں کالا تنبو نما عبایہ مذہب کی محبت میں نہیں پہنتیں بلکہ ان سب جانور نما انسانوں سے اپنے آپ کو بچانے کیلیے پہنتی ہیں جو ہر بس سٹاپ اور چوک میں کھڑے اپنی نگاہوں سے ان کو بھنھوڑنے کیلئے تیار کھڑے ہیں۔

ویگن میں آگے بیٹھی لڑکی جتنا مرضی سمٹ کر بیٹھے لیکن ڈرائیور کی گئیر پر کسی پنجابی فحش گانے پر تھرکتی ہوئی انگلیاں ساتھ بیٹھی زنانی کی رانوں سے مس ہونے کو بے قرار ہیں۔ ایسے میں زور سے بریک لگانا اور وین کو چوتھے گئیر میں لا کر اچانک چھوڑ دینا ڈرائیور صاحب کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ بسوں کی حالت بھی کچھ کم مختلف نہیں۔ بس کا اگلا کمپارٹمنٹ صرف عورتوں کیلیے مخصوص ہوتا ہے اس میں اکثریت مردوں کی پائی جاتی ہے۔ اور وہ جیسے ہی موقع پاتے ہیں عورتوں کو ہاتھ لگانا شروع

کر دیتے ہیں۔ کبھی بازو ٹکرائیں گے کبھی گندے جملے کسیں گے۔ غرض کہ کسی بھی عورت کا آسانی سے سفر کرنا محال کر دیتے ہیں۔

یہ تاڑو ماڑو ہماری تہذیب اور ثقافت کا حصہ بن چکے ہیں جن سے پیچھا چھڑانا آسان نہیں۔ کوئی بھی عورت پاکستان میں کسی بھی بازار، گلی یا رش والے علاقے سے گزرے۔ اور مرد حضرات رستہ چلتے انہیں ناٹو لیں۔ کہنی یا کندھا مار کر نہ گزریں یہ کیسے ممکن ہے۔ ایسے کئی تاڑو اور ٹھرکی آپکو پان سوڈے کی دکانوں پر، گلی کے نکڑ پر اور عام سڑکوں پر گھومتے ملیں گے۔ ان تمام باتوں سے ایک چیز صاف سامنے آتی ہے کہ پردہ، نقاب، برقعہ، حجاب ایسا کچھ نہیں جو کہ عورت کو کسی بھی مرد کے گندے ارادے سے محفوظ رکھ سکے۔ ہمارے معاشرے میں عورت کو ایک آبجیکٹ سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا جاتا۔ عورت کی بحیثیت عورت عزت نہیں کی جاتی اسے انسان نہیں سمجھا جاتا۔ ایسے میں ماؤں کو اپنے بیٹوں کی ٹریننگ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ انہیں اپنے بیٹوں کو اس بات کا احساس دلانا چاہئے کہ عورت کسی سے کم نہیں ہے۔ عورت کی عزت کرنا ان کی تہذیب کی کتاب کا پہلا سبق ہونا چاہیے۔ چاہے عورت دس لبادوں میں لپٹی ہو اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی سے نہیں بچ سکتی۔ چاہے کتنے حجاب چہرے پر لپیٹ لے لیکن مسلمان معاشروں بلخصوص پاکستان میں اپنے آپ کو ہوس زدہ نگاہوں سے نہیں بچا سکتی۔ برقعے میں ہو یا نا ہو، اٹھائی جاتی ہے۔ ریپ کی جاتی ہے۔ اس کے چہرے پہ تیزاب پھینکا جاتا ہے۔ ماردی جاتی ہے۔ عورت کو پردے کی نہیں بلکہ مردوں کو اپنی آنکھوں میں شرم پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ عورت اور مرد کو جتنا ایک دوسرے سے دور رکھا جائے گا معاشرے میں برائیاں بڑھیں گی۔ کیونکہ مرد کبھی بھی ان کے وجود کے عادی نہیں ہو سکیں گے اور ان کا رویہ عورت کی طرف کبھی نہیں بدلے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد کی

مردانگی کو ایک ڈھرلے والی تعلیم یافتہ لڑکی کو دیکھتے ہی خطرہ پیش آجاتا ہے۔ وہ اپنے آپ سے ڈر جاتا ہے۔ اور ایسے میں عورت کیلیے پردہ، حجاب اور چادر اور چار دیواری کا نعرہ بلند کرنے لگ جاتا ہے۔ حالانکہ عورت کو چار دیواری کی نہیں بلکہ مردوں کو نگاہیں جھکانے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر

اس تحریر میں کافی سارے حقائق بھی ہیں لیکن انہیں پاکستانی یا ایشیائی کلچر سے ہی جوڑ دینا زیادتی ہے۔ آخر میں آپ نے حل تو بالکل ہی غلط پیش کیا ہے بھلا ایسی نگاہوں کا خود سے شکار ماں معاشرے سے بدلہ لینے کی کوشش نہیں کرے گی اپنے بیٹے کے ذریعے ؟

اس ہوسناکی کا حل اہل مغرب، چین، جاپان اور امارات وغیرہ نے قانونی طور پر کامیابی سے سخت اور فوری سزا کی شکل میں دے کر پیش کیا ہے۔ نتیجتاً عورت نیم برہنہ ہو کر انتہائی بے باکی سے سڑکوں بازاروں میں نظر آتی ہے بلکہ روز بروز تقریباً ننگی ہوتی چلی جارہی ہے مگر اپنی مرضی کی حد تک محفوظ بھی ہے۔ یہی ایشیائی مشٹنڈے وہاں کیوں گھوری نہیں ڈالتے جہاں بہر حال پندرہ سیکنڈ تک عورت کو کھا جانے والی نظر سے قانوناً گھورا جا بھی سکتا ہے۔

تو محترمہ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور مرد کی آنکھ میں شرم یاماں کی تربیت میں کمی ڈھونڈنے کی بجائے قانون اور اس پر مکمل عملداری کی بات کریں۔ شکریہ۔

"دشمن سوشل میڈیا پر بھی"

کالم میٹھا سچ 692 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 2 نومبر 2023ء

دونیہ شاہ

وائسرائے ہند مولانا ابو الکلام آزاد سے ملاقات کرنے انکے گھر آتا ہے، اور اسکے ساتھ ترجمان بھی آتا ہے، جو انگریزی کا ترجمہ کر کے مولانا آزاد کو سناتا ہے، اور مولانا کی گفتگو کا ترجمہ کر کے اسکو سناتا ہے، ہوا کچھ یوں کہ ترجمان انگریزی کا ترجمہ کچھ درست نہ کر سکا جس پر مولانا آزاد نے اس سے کہا یہ اسطرح نہیں، اسطرح ہے۔

گفتگو کے اختتام پر وائسرائے ہند نے مولانا سے فرمایا آپکو انگریزی آتی ہے تو انگریزی میں گفتگو کیوں نہیں کی؟

مولانا آزاد نے بڑا عجیب جواب دیا۔ فرمایا آپ پانچ سو میل دور سے آکر اپنی زبان نہیں چھوڑتے ، میں اپنے ہی گھر میں کیسے اپنی زبان چھوڑ دوں۔

یہ اقتباس ان لوگوں کے لیئے سبق ہے جو انگریزی کے دو لفظ سیکھ کر بہت فخر محسوس کرتے ہیں۔

یہ تھا اصل مسلمان لیڈر نہ کہ محمد علی جناح جو انگریز کا اپنا تربیت یافتہ بندہ تھا جس کے کمال ہوشیاری سے ہزار سال سے اکٹھے رہنے والی ایک ہندوستانی قوم کو محض مذہب کا تڑکا لگا کر دو قومیں میں بدل دیا اور سادہ لوح ان پڑھ مسلمان باتوں میں آکر اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار لی۔

آج پاکستانی نوجوان نسل اپنی شناخت ڈھونڈتی پھر رہی ہے کہ وہ عرب ہیں ایرانی ہیں ترک ہیں افغانی ہیں کیا ہیں

اصل بات یہ ہے کہ آپ ہندوستانی تھے ہندوستانی ہیں اور ہندوستانی رہیں گے۔

ڈاکٹر

یہ کافی حد تک بکواس پوسٹ ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس پوسٹ میں درج خیالات جھوٹے ہیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ آخر کار اس پردے کا سرکنا ہے جو کسی ہندو دھرم کے پیروکار کا جنسیت اور دیگر حقائق کے پردے میں چھپ کر پاکستان کی ویلی عوام کو مزید غیر مستحکم کرنا تھا۔

اگر مسٹر دونیاشاہ کے اندر سچائی ہوتی تو اسے شروع ہی سے اشکارہ نہ کرنا بدترین منافقت تھی۔

یہ درست ہے کہ انگریز نے گورے کی برصغیر پر ہمیشہ گرفت قائم رکھنے کے لئے پاکستان کے نام سے خطہ ارضی بھارت سے جدا کر لیا لیکن اگر اس سازش میں اتنی ہی جان تھی تو دونیاشاہ جیسے لوگ بھی تو اسی جناح کے آج بھی پیروکار ہی ٹھہریں گے۔ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو طوائف کی طرح جسم بیچتے ہیں یا پھر ننگا جسم دکھا کر سادہ لوح پاکستانیوں کا ایمان خراب کرتے ہیں۔ حالانکہ پاکستانی

مسلمانوں کو ان کے اپنے حال پر ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ پھر بھی برباد ہی ہو جائیں گے لیکن پھر بھی ان پر کتیائیں چھوڑنا بذات خود کافر کی کمزوری اور کمزور جڑیں رکھنے کی علامت ہے۔

برائے فرید زاہد

یہ پوسٹ متعصبانہ ہے۔ کیونکہ لنز کے گریجویٹس کے سامنے تو جماعت اسلامی کے لوگ بھی شاید نہ ٹھہر سکیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو کیا ہم انہی طلباء کو غیر مسلم کہہ کر جان چھڑا لیں گے ؟

"ناکام عشق کا انعام"

کالم میٹھا سچ 693 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 2 نومبر 2023ء

محترمہ جیسے آپ نے ہر خوشی میں مجھے شامل کرنے میں اولیت دے رکھی ہے تو میں بھی کیوں نہ اس پیار اور احترام کو قائم نہ رکھوں۔

ابھی علی الصبح تین بجے میاں وقار صاحب بازی لے گئے اور انہوں نے وہ کارنامہ کر دکھایا جس کا وہ دعویٰ کرتے تھے۔ یعنی انہوں نے پوری ثابت قدمی سے چغتائی ای لائبریری کے اعصاب پر سوار ہو کر میری وہ چوبیس میں سے چھ کتابیں سکین کروا کر ان کی اس لائبریری کا حصہ بنا دی ہیں جہاں ملک بھر کے سینکڑوں علم کے پیاسے روزانہ کی بنیاد پر جوق در جوق انتہائی پر سکون اور آرام دہ ماحول میں بیٹھ کر، بشمول دو دفعہ روزانہ چائے کی تواضع کے، یوں سارا سارا دن اپنے امتحانات کی مفت میں تیاری کرتے ہیں کہ جو انہیں ان کے اپنے تعلیمی ادارے بھی مہیا نہیں کرتے۔

انشاء اللہ میاں وقار الاسلام صاحب باقی کی اٹھارہ کتب کو بھی سکین کرا کے اس مظلوم قوم کے سنجیدہ طالب علموں کی وہ خدمت سر انجام دینے میں بھی ضرور کامیاب ہو جائیں گے اور غریب و نادار عوام کی خدمت میں میرا بھی ایک حقیر سا حصہ شامل ہو جائے گا جس پر خدائے عزوجل اس حقیر نذرانے کو قبول فرماتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ آخرت میں مجھے لازماً سرخرو فرمائیں گے۔

اس سرخروئی میں پہلی تو خود اللہ کی دی ہوئی وہ توفیق ہے جو شاید وہ چنے ہوئے لوگوں کو ہی عطا کرتا ہو گا۔ پھر بھی اگر علم کی ترسیل میں مجھ سے کوئی کوتاہی سرزد ہو گئی ہو گی تو میرا یہ بھی ایمان ہے کہ رب کریم میرے تمام گناہ کبیرہ و صغیرہ اس بنیاد پر تو لازماً معاف فرمادیں گے جو اسی دن سے میرے دماغ اور نیت سے چپکی ہوئی ایک حدیث مبارکہ ہے جو میں نے اپنے پیارے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک ہدایت سے اخذ کی تھی کہ علم نافع کا پھیلا دینا ہر مسلمان پر فرض کر دیا گیا ہے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کی پھر شاید ہی کوئی ایسا لمحہ گزرا ہو گا کہ جب مجھے رب کریم نے اگلی سانس ودیعت کہ ہو اور میں نے نبی پاک کے اس حکم کی تعمیل میں وہ لمحہ موجود خرچ نہ کیا ہو۔

محترمہ آپ نے ایک ایسے نادان شخص سے پاکیزہ دوستی کا رشتہ استوار کیا ہے جس کو آج سمجھ آئی ہے کہ اسے رب عظیم نے ان دو جبلی نعمتوں سے کیوں محروم کر دیا جو ہر انسان کی بنیادی ضروریات متصور ہوتی ہیں۔ یعنی نیند اور سیکس۔

اللہ نے مجھ سے پھر پور جوانی میں ہی میری پہلی نعمت یعنی میٹھی نیند چھینی جس سے خواب غفلت والا حصہ کاٹ کر اصل نیند کا محض چار گھنٹے روزانہ کا دورانیہ کر دیا۔ پوری قوم جب خواب غفلت میں ڈوبی خراٹے لیتی تھی تو میں جاگ جاگ کر حکم ربی کی اس اطاعت میں کھو جاتا تھا جس میں بقول بزرگان دین مجھے عبادت الہیہ میں مشغول ہونا چاہئے تھا۔ آج اس لمحے بھی یہی صورتحال ہے۔ یوں پاکستان کے ایک عمومی شہری کے مقابل میں تین گنا کارآمد ہو گیا اور یوں ایک اوسط پاکستانی کے تین دن کا کام میں پچھلے چالیس برسوں سے محض ایک ہی دن میں کرتا رہا۔ کیونکہ ایک سروے

نے بتایا تھا کہ ایک اوسط تعلیم یافتہ پاکستانی اپنی زندگی کا صرف تیس فیصد حصہ ہی کارآمد بنا پاتا ہے۔ میٹھی نیند جیسی نعمت کا چھن جانا آج مجھے یہ احساس دلا رہا ہے کہ ہم کسی بیماری کو دعوت دیئے بغیر بھی چار گھنٹے کی بھرپور نیند لے سکتے ہیں۔

اگلی جو نعمت مجھ سے چھین لی گئی اس کا ذکر شاید میں کہیں اور نہ کر سکوں۔ اور میری ذات میں اس کمی کا آپ سمیت بہت ہی کم دوستوں کو علم ہے۔ اس لئے مجھ سے میری بیوی کا زندہ سلامت ہوتے ہوئے چھن جانے میں بھی شاید اللہ کریم کی یہی حکمت کار فرما ہو گی کہ جو وقت میں نے اس کو دینا تھا وہ بھی میں نے ترسیل علم میں خرچ کر دیا۔

آج میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اپنی بیوی کو معاف کرتے ہوئے اس سے اپنی اس کوتاہی کی تہہ دل سے معافی مانگنی چاہئے کہ مجھ سے جو وقت حاصل کرنا اس کا حق تھا بد قسمتی سے وہ فرض میں نبھا نہ پایا۔ شاید دوسرے انسانوں کو روشنی دینے کے لئے اللہ نے میرے دل کو جلا دینا ہی مناسب سمجھا ہو۔

اس حقیقت کا بھی مجھے آج ہی ادراک ہو رہا ہے کہ پچھلے بیس برس سے میں نے بار بار من پسند کنواری لڑکیاں، سنگل مدرز، مطلقہ یا بیوہ خواتین کی جانب سے دوسری شادی کی بھرپور حوصلہ افزائی ملنے کے باوجود بھی کیوں جان بوجھ کر اپنے دل کو ویران رکھا ہے؟ اس کے پیچھے بھی پھر میرا مشن ہی رہا ہو گا؟

بے حد حسن پرست ہونے کے باوجود میں کم از کم پچھلے دس برس سے کسی پیاری سی عورت کے لئے بھی تڑپتا رہا ہوں چاہے وہ بیوی ہو یا گرل فرینڈ لیکن کوئی ایک بھی مجھے نہ مل سکی۔ اس جنسی غلبے کی

شدت کو کم کرنے کے لئے جو میں موبائل پر علمی تحریریں بکھیرنے میں ذہن کو لے جاتا تھا وہ آج ان طبعزاد کتب کی شکل میں سامنے ہے۔ اور اگر میرے پہلو میں کوئی ایسی سکون آور عورت نہیں رہی تو اس امتحان نے بھی مجھ پر بہت جبر کیا ہے۔

مگر میری پیاری دوست اب میں تھک گیا ہوں اور مزید علم نہ تو حاصل کرنا چاہتا ہوں اور نہ اسے پھیلانے کی خاطر دل کا مزید خون کرنا چاہتا ہوں۔ اب مجھے مزید تشنگی نہیں بلکہ بھرپور سیرابی چاہئیے۔

یہ ہڈ بیتی میں کچھ حصے خذف کر کے سوشل میڈیا پر لکھنا چاہتا ہوں مگر گومگو کی کیفیت میں ہوں۔ کیا کروں؟

"فارٹی الیون"

کالم میٹھا سچ 694 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی 4 نومبر 2023ء

نائن الیون (9/11) کے بعد فارٹی الیون (40/11) بھی ایک طرح کا buzzword ہے۔

نائن الیون تو گیارہ ستمبر کو کہتے ہیں جس دن امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ ہوا تھا لیکن فارٹی الیون ایک جنسی رغبت کا نام ہے جس میں ہم یہ بتانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مرد و عورت گیارہ گیارہ منٹ کی چالیس ہم بستریوں کے بعد ایک دوسرے سے تقریباً مکمل بد ظن ہو جاتے ہیں۔

مذاہب یا معاشرے میں شادی

بچے والدین کے جڑے رہنے کی وجہ

زناء پر مرد کی آمادگی

"نیٹ زیرو کاربن بجٹ"

کالم میٹھا سچ 695 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 6 نومبر 2023ء

صنعتی انقلاب کے بعد سے 2023ء تک دنیا کا مجموعی درجہ حرارت ڈیڑھ ڈگری سنٹی گریڈ کے قریب تک بڑھ چکا ہے اور مکمل ڈیڑھ ڈگری تک پہنچنے میں محض پانچ برس رہ گئے ہیں جبکہ ناکامی کی صورت میں انسان کے پاس دو ڈگری تک پہنچنے میں محض تیس سال ہی بچے ہیں اور پھر خاکم بدہن تباہی ہی تباہی۔

دو ڈگری تک اگر عالمی حدت پہنچ گئی تو شدید گرم موسم کی لہریں، طوفان، سیلاب اور خشکا بے انسان کی وسیع بربادی کا باعث بن جائیں گی۔ قطبین کی برف پگھلنے سے سمندری سطح بڑھ جائے گی اور ساحلی علاقوں میں سیلاب سے شدید بربادی تو ایک طرف دنیا کے بیشمار علاقے سطح آب سے نیچے چلے جائیں گے۔ موسمیاتی تبدیلیوں سے زراعت برباد ہونے سے انسانی خوراک کی کمی اور اس پر جھگڑے شروع ہو جائیں گے۔ اگلا خطرہ ملیریا اور ڈینگی وائرس کے پھیلاؤ کی صورت میں درپیش ہو گا کیونکہ گرم مرطوب موسم مچھر کی پرورش کے لئے بہت معاون ہے۔ یہ سب عوامل مل کر ہمیشہ انسان کی معاشی اور اور تنظیمی صلاحیت کو متاثر کرتے ہیں اور صحت و تعلیم کے علاوہ سیاسی و مذہبی مسائل بھی پیدا کرتے ہیں۔

عالمی سطح کے نیچر کلائمیٹ چینج میگزین کے کل کے شمارے میں کرہ ارض کے بڑھتے درجہ حرارت بارے کچھ ایسے انکشافات کئے گئے ہیں جو انسانوں کے سروں پر لٹکتی ماحولیاتی تلوار کے خطرات کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ یہ اندازے برطانیہ کی لیڈ یونیورسٹی اور امپیریل کالج نے مل کر دنیا کے پچاس ماحولیاتی سائنسدانوں کی تحقیقات پر مشتمل رپورٹ میں پیش کئے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق اگر انسان کے ہاتھ میں پچاس فیصد بھی امکان رہ گیا ہے کہ وہ زمین کا درجہ حرارت بڑھنے سے روک لے تو وہ محض دو سو پچاس گیگا ٹن (ارب میٹرک ٹن) سالانہ ہی مزید کاربن ڈائی آکسائیڈ فضا میں چھوڑ سکتا ہے۔ جبکہ اس وقت عالمی سطح پر چالیس گیگا ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہو کر فضا میں بکھر رہی ہے۔

دراصل عالمی حدت بڑھنے سے تبھی رکے گی اگر کاربن ڈائی آکسائیڈ نیز دیگر گرین ہاؤس گیسوں کی آلودگی رکے گی۔ چونکہ اس تعریف کو ہی نیٹ زیرو کہتے ہیں اس لئے بیشمار عالمی تنظیموں نیز ممالک بلکہ شہروں تک نے نیٹ زیرو کے تخیل کو اپنا لیا ہے جبکہ ہمارے جیسے ممالک ابھی بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔

اس فضائی آلودگی میں کاربن ڈائی آکسائیڈ میں وہ والے سلفیٹس بھی جمع ہو رہے ہیں جو گاڑیوں، بھٹیوں اور عمارات کو ٹھنڈا کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے ماحولیات کی عالمی تنظیموں نے ائیر کوالٹی انڈیکس کو کم رکھنے کے لئے سخت قانون سازی اور اس پر سو فیصد عملدرامد کی سفارش بھی کی ہے۔

ابھی تک یقینی حد تک یہ علم نہیں کہ نیٹ زیرو پر پہنچ کر بھی عالمی حدت رک جائے گی۔ بلکہ نیٹ زیرو تک پہنچنے کے بعد بھی اگر صنعتی فضلے پر قابو نہ پایا جاسکا تو کاربن بجٹ مزید سکڑ جائے گا۔ عالمی حدت کے اس سارے معاملے پر قابو پانے کے لئے نیز عالمی موسمیاتی تبدیلیوں کو روکنے کے لئے کم سے کم گرین ہاؤس گیسوں کے ساتھ ساتھ صنعتی فضلوں پر بھی ڈرامائی کمی لانی پڑے گی۔

گو کہ کرہ ارض کے مجموعی درجہ حرارت کو ڈیڑھ ڈگری تک بڑھنے پر محدود رکھے جانے کی امید کم ہی ہے لیکن پھر بھی ہمیں ہاتھ کھڑے نہیں کر دینے چاہئیں بلکہ آگے بڑھ کر دو ڈگری سنٹی گریڈ تک پہنچنے سے دنیا کو روکنا ہو گا جس کے لئے 1,350 سے 1,220 گیگا ٹن تک لانے میں مزید تیس برس کی گنجائش مل سکتی ہے بشرطیکہ بالعموم ساری دنیا اور بالخصوص صنعتی ممالک سختی سے اپنی قومی پالیسیوں پر عمل کریں۔ مزید برآں دنیا میں پچیس فیصد آکسیجن پیدا کرنے والے اکیلے ایمیزون کے جنگلات کو مزید کٹنے سے روکنا ہو گا۔

راقم نے بیالیس برس تک جن سترہ ممالک میں غذائی تحفظ کے شعبے میں کام کیا ہے ان میں امریکن و یورپی ممالک سے قطع نظر محض پاکستان اور گلف کے پڑھے لکھے لوگوں کی جانب سے ماحولیات کے مضمون سے نظر اندازی بلکہ الٹا تمسخر اڑانے سے یہ اندازہ لگایا ہے کی ہم جیسی آدھی دنیا کے تعاون کے بغیر عالمی ماہرین ماحولیات جتنی چاہے چیخ و پکار کر لیں یا عالمی رپورٹیں جتنی چاہے وارننگ جاری کرتی رہیں ان کی تمام کوششیں ادھوری رہ جائیں گی لہٰذا ہمیں انسانیت کی خاطر ماحولیات کے علم کا شعور بیدار کرنے میں خاصی محنت کرنی پڑے گی۔

تبصرے

عظیم صاحب:

ڈاکٹر صاحب آپ کے کالم کا آخری پیرا بہت جاندار ہے اور یہی اس کا مغز بھی ہے۔ اللہ ہمیں پڑھے لکھے بے حس اور بے ضمیروں سے محفوظ رکھے۔ آمین

ڈاکٹر سلطان محمود:

اس کا مطلب ہے کہ میرا مغز بھی میرے جسم کے آخری حصے یعنی گٹوں میں ہے ۔

عظیم صاحب:

جی جی دنیا کے نقشے پر جو پوزیشن ہوزی لینڈ کی ہے وہی آپ کے مغز کی ہے۔ بلکہ اور لوگوں نے تو پاوں تلے روندھ لیا اپنے مغزوں کو۔

اختر اعوان

Very nice Dr. Sb. It's great effort for climate change, keep it up rather involve the community.

زاہدہ رانا

آپ کا بہت دور اندیش کالم بھی پڑھا ہے میں نے۔

"جھوٹ کی نرسریاں"

کالم میٹھا سچ 696 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 6 نومبر 2023ء

محترم قیوم نظامی صاحب نے لکھا ہے کہ اتفاق کیجئے یا اختلاف بڑے جلسے اور جلوس پاکستان اور عوام کے مفاد میں نہیں ان پر مکمل پابندی عائد ہونی چاہیے۔ میں نے ادب سے عرض کی ہے کہ سر میں نے تو بڑی بڑی سائنس کانفرنسوں تک میں جانا چھوڑ دیا ہے کیونکہ سائنسدان تک جھوٹ اور چوری کی ریسرچ کو عدم دلچسپی والے طلباء کے اکٹھ کے سامنے کر رہے ہوتے ہیں۔

دبئی میں منتقل ہونے کے بعد یہاں کی کانفرنسز اور وسیع میٹنگز میں جا کر دیکھنے سے اسی کاروباری ذہنیت کا مظاہرہ ہی دیکھا ہے جو پاکستان کی نسبت تھوڑا ہی زیادہ سٹیٹ آف دی آرٹ ہوتی ہیں۔ لیکن صاف نظر آتا ہے کہ فیصلہ پیسے ہی نے کرنا ہے۔

میں نے موٹیویشن کی محافل میں بھی جانا چھوڑ دیا ہے جہاں زبانی اور غیر عملی گھوڑے دوڑائے جا رہے ہوتے ہیں اور قاسم علی شاہ جیسے لوگ بھی عیدوں پر بک رہے ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں این جی اوز والے جھوٹ کا سہارا لے کر فنڈ اکٹھا کرنے کے چکر میں ہوتے ہیں اور خوبصورت منہ جو ٹیڑھا کر کے انگریزی نکل کر لوگوں کو بے وقوف بنایا جا رہا ہوتا ہے۔ مختلف ایکسپوز میں تو انڈسٹری جتنا خرچہ کر کے سٹال لگاتی ہے اس سے آدھا بھی منافع نہیں لے پاتی۔

ٹی وی اور ریڈیو پروگرامز میں بھی میں اب دعوت کے باوجود نہیں جاتا کیونکہ وہاں یا تو میک اپ کی چمک دکھائی جارہی ہوتی ہے یا اینکرز اور ادیب اپنی ریٹنگ کے لئے سیاسی جماعتوں سے رقم پکڑے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور تو اور ادبی محفلوں میں بھی بدظن ہی ہو کر واپس آئے کہ جہاں شاعروں ادیبوں نے اپنی اپنی گروہ بندیاں کر رکھی ہیں۔

جیسا آپ نے پوچھا ہے سیاسی جلسے جلوس بارے تو وہ چاہے بریانی اور کیش دے کر ہزاروں لوگ اکٹھے کر لیں لیکن بھٹو سمیت پچھلے تمام انتخابات میں کبھی بھی بیلٹ پیپر نے فیصلہ نہیں کیا۔ ہمیشہ چناؤ والا دکھاوا کر کے نتائج کہیں اور مرتب کئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں اپنی مرضی سے جس آخری سیاسی جلسے میں گیا تھا وہ مرے زمانہ طالب علمی کے دور 1977ء میں پی این اے کے چند جلسے تھے یا پھر 1984ء اور 1987ء میں چند مذہبی و سیاسی اکابرین کے محدود جلسے تھے۔ پچھلے برس جماعت اسلامی سمیت چودہ بڑی سیاسی جماعتوں میں مجھے تاکید کر کے "قومی مشاورتی کانفرنس" میں بلایا گیا لیکن بعد میں نتائج نومئی والے سٹیج ہو گئے۔ اگر عمران کے پی سی ہوٹل وغیرہ کے کچھ جلسوں میں شرکت کی تو وہاں بھی مافیاز ہی کی بھرمار نظر آئی۔ نتیجہ وہاں بھی عمران کی ہر دلعزیزی کا جیل یاترا کی صورت میں ہی نکلا۔ اب تو مسجد تک میں منبر رسول پر بیٹھ کر جھوٹ بولا جاتا ہے لہٰذا کہاں جانا اور کیوں جانا والے سوال دماغ میں گردش کرتے رہتے ہیں۔

میں نے تو پچاس برس بعد دو برس قبل اخبار تک بند کرا دیئے تھے کیونکہ وہاں بیشمار کالمز کو بھی پڑھتا کوئی نہیں تھا خبریں تو خیر ویسے ہی ادھوری ہوتی ہیں۔ اتنے اخبارات اور کتب چھپنے کے باوجود نیز سینکڑوں ٹی وی چینلز سمیت عام پاکستانی کی شنوائی کہیں نہیں اور نہ آواز کہیں پر ہے۔ میں نے اپنا

یوٹیوب چینل بھی بنا کر عوامی آگاہی والا ٹھرک پورا کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں پیسہ کمانے والے ٹیکنیکل مافیا نے چھلانگ لگا کر میرا پیسہ کھانا شروع کر دیا۔ اور میں یہ دیکھ کر تو بہت حیران ہوا کہ کسی ڈاکٹر عفان یا عرفان نے میرے شعبہ مضمون میں ایسی ڈرامہ گیری کی کہ احمق عوام ادھر قطار لگا کر کھڑی ہو گئی۔ مگر میں چینل کے عشق سے بھی کانوں کو ہاتھ لگا کر تب باہر آیا جب ارشد شریف اور عمران ریاض کا حشر دیکھا۔

میں نے پاکستانی کالم پڑھنے تو چھوڑے ہی تھے پاکستانی مصنفین کی کتابیں بھی پڑھنا گناہ سمجھنے لگ گیا ہوں۔ کیونکہ کچھ ایسے شاعروں اور ادیبوں سے ٹاکرہ ہو گیا جنہوں نے رقم خرچ کر کے کتابیں چھپوا رکھی تھیں اور جب مجھ سے سامنا ہوا تو اپنی ہی نگارشات کی وضاحت نہ کر پائے۔ وہ آج بھی فیس بک پر غلط اور پھوکی تحریر لکھتے ہیں تو مجھ سے جھگڑا ہو جاتا ہے۔

معاف کیجئے گا سر اگر آپ کو یاد ہو تو میں نے آپ کو اپنے دفتر میں بھی مدعو کیا تھا مگر لگی بندھی سوچ کے علاوہ ذہن میں ابلتے سوالات کو ایک مناسب سی پزیرائی بھی حاصل نہیں ہو پائی تھی۔ اس سے میں حقیقتاً مایوس ہو گیا تھا اور آپ کی دعوت کے باوجود آپ کی تحریک میں شمولیت سے معذرت کر لی تھی۔

ایسے تمام واقعات اور تضادات نے ہر پاکستانی کو مایوسی میں غرق کر دیا ہے اور پوری قوم کو بانجھ بنا کر مافیاز کی اجارہ داری قائم کر دی ہے جس کی وجہ سے عام شخص بھی اجتماعیت کی بجائے انفرادیت پر مرکوز رہنے پر ہی عافیت سمجھتا ہے۔

تبصرے

قیوم نظامی

محترم آپ نے صاف دلی اور نیک نیتی کے ساتھ اپنی روداد بیان کی ہے میں آپ کو سلام پیش کرتا ہوں آپ کے خیال میں ہمارے مسائل کا حل کیا ہے سلامت اور شاداب رہیں۔

ڈاکٹر

سر ہمارے تمام مسائل کا حل میٹرک تک لازم تعلیم اور سچے جمہوری عمل میں ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے والا چوہا پیدا کرنا اور پھر اسے پنپنے دینا کار دارد ہے۔

"جنگوں کے مدارج"

کالم میٹھا سچ 697 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 11 نومبر 2023ء

انسانی تہذیب کے آنے سے قبل ہی انسان اپنی بقا کے لئے وحشی جانوروں سے لے کر اپنے سے طاقتور انسان تک سے لڑائی بھڑائی اور جنگجویانہ خیالات رکھتا رہا ہے بلکہ مذاہب نے بھی جہاد وغیرہ کی ترغیب بھی اسی لئے دی ہو گی کہ اپنے نظریات وغیرہ کو نا صرف بچا کر رکھا جائے بلکہ جنگ میں پہل کر کے انہیں بڑھاوا بھی دیا جا سکے۔

ہر جنگ کے درپردہ مقاصد میں غلبہ حاصل کر لینے کے بعد وہاں کے وسائل پر قبضہ ہی کیا جاتا ہے یا پھر اسلامی ادوار میں اگر کچھ رواداری بھی دکھائی گئی ہے تو پھر بھی ذرائع دولت پر حکمرانی پھر بھی قائم کی جاتی رہی ہے۔ بھلے سے جنگیں نظریات پر لڑی جائیں یا اپنی معیشت مضبوط بنانے کے لئے لیکن انسان نے ازل ہی سے معیشت کو اپنا نظریہ بنائے رکھا ہے۔ برطانیہ، امریکہ، سپین، پرتگال، روس اور ہالینڈ نے یہی کچھ کیا ہے پچھلے تین سو برس میں۔

ملٹری کی زبان میں جنگیں لڑنے کے طریقوں میں وقتاً فوقتاً حکمتیں تبدیل کرتے رہنے، اسلحے کی ہلاک

فرسٹ جنریشن وارز

جب تک انسان کے درمیان جنگ تلواروں، نیزوں، تیروں وغیرہ سے ہوتی رہی فرسٹ جنریشن کہلائی۔ جب دوبدو لڑائی ہوتی تھی، زور بازو کے اس دور میں عددی برتری ہی فوقیت کا باعث تھی جس کے پاس جتنی زیادہ افرادی قوت ہوتی، اس کی کامیابی کے امکانات اتنے ہی زیادہ ہوتے۔ اس دور کی جنگوں کو فرسٹ جنریشن وار کہا گیا ہے۔

سیکنڈ جنریشن وارز

سیکنڈ جنریشن وار آرٹلری کے زور پر لڑی گئی یعنی اب بہترین فوج ہی کامیابی کی ضمانت نہ رہی بلکہ اسلحہ اور ہتھیار کو مرکزی اہمیت حاصل ہو گئی جس کے پاس جتنے جدید ہتھیار ہوتے، اس کی فتح یابی کے امکانات اتنے ہی بڑھ جاتے۔ کمان اور منجنیق سے فاصلے پہ موجود دشمن کو ہدف بنانے کا تصور تو صدیوں پرانہ ہے لیکن بارود کی ایجاد نے اس عمل کو مزید سہل بنا دیا اور نئی جہتیں بخشیں یہیں سے آغاز ہوا سیکنڈ جنریشن کا۔

تھرڈ جنریشن وارز

دوسری جنگ عظیم کے زمانے کو تھرڈ جنریشن وار کہا گیا ہے کیونکہ اس میں جنگ کا دائرہ کار بری افواج سے بحریہ اور فضائیہ تک پھیل گیا۔ ٹینک، آبدوز اور ہوائی جہاز نے میدان جنگ کو اور وسیع طربنا دیا نتیجہتاً جنگ کی ہولناکیاں مزید ہو گئیں اور یہی دور تھرڈ جنریشن وار کہلاتا ہے۔

فورتھ جنریشن وار کا تعلق محض جاسوسی سے نہیں بلکہ تیز رفتار مہلک ہتھیاروں، ایک محاذ کی بجائے کئی محاذوں والی جنگ، گوریلا اور نجی ملیشیا والے طریقہ کار کو کہتے ہیں۔ جاسوسی تو فرسٹ جنریشن

وار میں بھی ہوتی تھی۔ سرد جنگوں کے زمانے کو فورتھ جنریشن وار کا نام دیا گیا ہے جب کوئی ریاست دوسری ریاست کے مدمقابل نہ تھی، اعلان جنگ نہیں ہوتا تھا، فوجیں ایک دوسرے کیخلاف صف آراء نہیں ہوتی تھیں بلکہ جدوجہد آزادی یا بغاوت کے نام پر گوریلا جنگیں لڑی جاتی تھی۔

ففتھ جنریشن وارز

فورتھ جنریشن وار میں جن غیر ریاستی عناصر کو استعمال کیا گیا وہ پوری دنیا کیلئے خطرہ بن گئے - اب ان غیر ریاستی عناصر نے جو جنگ مسلط کی ہے اسے ففتھ جنریشن وار کا نام دیا گیا ہے۔ ففتھ جنریشن وار کا تصور تو بہت پرانا ہے اور امریکہ کے عسکری ماہرین نے سرد جنگ کے خاتمے کے بعد ہی یہ اصطلاح متعارف کروادی تھی مگر اب اس کی گونج دوبارہ اس لئے سنائی دے رہی ہے کہ سوشل میڈیا کی صورت میں ایک دودھاری تلوار موجود ہے جس پر ریاست کی اجارہ داری بہت محدود ہے
۔

ہائبرڈ وار فیئر - خاموش جنگ چھیڑنے کا نیا ہتھیار

امریکی دانشور اور مصنف نوم چومسکی نے اپنی تصنیف میڈیا کنٹرول میں اس طریقہ واردات سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے جسے آج ففتھ جنریشن وار کہا جارہا ہے۔ اس طریقہ واردات کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ایسی اصطلاحات اور نعرے متعارف کروائے جائیں جو نا صرف مبہم اور غیر واضح ہوں بلکہ کوئی ان سے اختلاف کرنے کی جسارت نہ کر سکے۔ مثال کے طور پر امریکہ نے گیارہ ستمبر کے بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ کی اصلاح پیش کی۔ یہ ایسی موم کی ناک ہے جسے اپنی مرضی سے

کسی طرف بھی موڑا جا سکتا ہے اور دوسری طرف آپ کے بدترین دشمن بھی اس کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح نیشنل سکیورٹی یا قومی سلامتی جیسی بیشمار اصطلاحات ہیں جن کے نام پر سب کو ہانکا جا سکتا ہے- یہ جہت یعنی ففتھ جنریشن کھل کے سامنے آچکی تھی، پہلی عرب اسپرنگ اور جزیرۃ العرب میں موجود بادشاہتیں اس ہی کا شاخسانہ ہیں۔ ہائبرڈ وار فیئر ایک ایسی جنگ جو بڑی اور چھوٹی قوتیں اپنے مفادات کے لئے مخالف ریاستوں میں اپنے اہداف کے حصول کے لیے شاطرانہ چالوں اور جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کر کے لڑتی ہیں، کم لاگت کی اس جنگ میں بغیر انسانی جانوں کے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ماضی میں اس جنگ کا دائرہ مختصر ہوا کرتا تھا اور ہدف بھی محدود مفادات کے حصول تک تھا لیکن بدلتے وقت کے ساتھ اور جدید ٹیکنالوجی کی موجودگی میں اس کا دائرہ وسیع تر ہو گیا ہے، آج کی دنیا میں اپنے مقررہ ہدف کو نئی حکمت عملی سے تباہ کرنا اہم ترین موضوع بنا ہوا ہے۔

سازشی نظریوں کو عملی سازش بنا کر اُس ریاست کے لوگ، اداروں اور اثاثوں کو کمزور کر کے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کے ساتھ مذہبی، لسانی، علاقائی اور سماجی اختلافات کو ہوا دے کر پر تشدد اور گوریلا کارروائیوں کو دہشت گردی تک لے جانے کا نام "ہائبرڈ وار فیئر" ہے۔

اس مقصد کے لئے روایتی میڈیا سے بڑھ کر سوشل میڈیا کو ہائبرڈ جنگ کا اہم ترین آلہ سمجھا جاتا ہے، مختلف سماجی ویب سائٹس، سوشل میڈیا گروپس اور مختلف ایپلیکیشنز کے ذریعے ان نازک معاملات کو چھیڑا جاتا ہے جس سے اُن ممالک کے عوام میں انتشار، بے چینی، بے یقینی اور افراتفری پھیلائی جا سکے۔

ففتھ جنریشن وار اور ہائبرڈ وار پر ماہرین کے تحریر شدہ مواد سے پتہ چلتا ہے کہ اس مقصد کے لئے مختلف اقسام کے میڈیا کو ہتھیار بنا کر خفیہ فنڈنگ کی جاتی ہے، روایتی اور نئے میڈیا کے اہم اینکرز اور میزبانوں کو بھی خریدا جاتا ہے جس کے مختلف طریقے ہوتے ہیں اور یہ ہتھیار سب سے زیادہ کارگر ثابت ہوتے ہیں۔

اس جنگ میں حریف ریاست کے اطراف اپنے اتحادیوں سے ملکی سرحدوں پر بھی دباؤ بڑھانے کی حکمت عملی استعمال کی جاتی ہے، اس عمل میں معاشی اور اقتصادی صورت حال بھی بتدریج متاثر ہوتی جاتی ہے۔

یہ بھی کم لاگت جدید جنگ کا حصہ ہے کہ اپنے دشمن کی طاقت ختم کرنے کے لئے اسے داخلی طور پر کمزور کیا جائے، منفی سفارت کاری، دہشتگردی، سیاسی انتشار، اداروں کو کمزور کر کے اور عوام کی فلاح کے لئے قائم اداروں میں کرپشن کو فروغ دے کر دشمن ملک کی معیشت کو متاثر کرنا اس قسم کی جنگ کا بنیادی ہتھیار ہے۔

ہائبرڈ وار فیئر میں پالیسی سازوں اور پالیسی ساز اداروں تک رسائی حاصل کر کے ان پر اثر انداز ہوا جاتا ہے اور اپنے ایجنڈے کے مطابق قانون سازی تک کرالی جاتی ہے، اُس ملک کی غیر سماجی تنظیموں کو بظاہر انسانی حقوق، خواتین کے حقوق، اقلیتوں کے حقوق اور کمزور اور مظلوم طبقے کو براہ راست یا موقع کی نزاکت سے درپردہ اپنے بین الاقوامی فلاحی اداروں کے ذریعے فنڈز فراہم کر کے اپنے ایجنڈوں پر کام کرایا جاتا ہے۔

حکومت میں شامل سیاسی جماعتوں کے ارکان پر تحقیق کر کے ان میں کرپشن کو فروغ دیا جاتا ہے، ان کی ملک سے جذباتی محبت کو کمزور بنانے پر بھی کام کیا جاتا ہے، ممالک میں قوموں کی تاریخ اگر فتوحات، انصاف، جدوجہد اور مضبوط حکمرانی پر مبنی ہوتی ہیں تو اس میں تحریف کر کے ان کے نصاب اور کتابوں میں تبدیلی کی مہم چلائی جاتی ہے اور مخالف کو کمزور اور مظلوم ظاہر کر کے ان کے ہیروز کو ظالم اور بے ایمان بتایا جاتا ہے۔

سب سے زیادہ کام نوجوان طبقے پر کیا جاتا ہے، ینگ لیڈرز اور یوتھ کا نام لے کر تنظیمیں بنا کر انہیں اپنے ایجنڈے کے تحت بھاری رقوم فراہم کی جاتی ہیں، اس کے تحت ان نوجوانوں کو پرکشش تربیتی کورس، مشاہرے اور اپنے پس منظر کے ممالک میں بلایا جاتا ہے اور ذہن سازی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور 'فالواپ' کے نام پر ان کو اس سلسلے سے منسلک رکھا جاتا ہے۔

یہی سسلسلہ اساتذہ، سیاسی کارکن و رہنماؤں، سرکاری افسران اور مزدور تنظیموں کے ارکان کے ساتھ جاری رکھا جاتا ہے، ہدف بنائے جانے والے ملک میں حکومت مخالف عسکری تنظیموں کو بھی اپنے ایجنڈے کے تحت استعمال کرتے ہوئے ان کی حمایت کی جاتی ہے، چھوٹے چھوٹے مسائل کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے، اداروں اور حکومتوں کی کمزوری سے بھرپور فائدہ اٹھا کر سوشل میڈیا کو بہترین آلہ بنایا جاتا ہے۔

موبائل، ٹیب، انٹرنیٹ، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ کو اہم ترین ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، یعنی دنیا کی بڑی طاقتیں اپنی جدید جنگیں کمیونیکیشن کے آلات پر لڑ رہی ہیں

ہدف بنائی جانے والی ریاست میں لسانی، علاقائی، سیاسی اور سب سے اہم مذہبی اختلافات کو ہوا دی جاتی ہے اور اس سے جنم لینے والی تحریکوں کو پر تشدد تحریک میں ڈھالا جاتا ہے تاکہ ان ملکوں کو معاشرتی ناانصافیوں کے شیڈول میں ڈال کر گرے لسٹ میں ڈال دیا جائے اور معاشی طور پر مزید کمزور کر کے اپنے مفادات سمیٹے جا سکیں۔

موبائل، ٹیب، انٹرنیٹ، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ کو ان معاملات کے لئے اہم ترین ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، یعنی دنیا کی بڑی طاقتیں اپنی جدید جنگیں کمیونیکیشن کے آلات پر لڑ رہی ہیں۔

ہائبرڈ وار فیئر کی اصطلاح کم لاگت کی جنگ میں حریف ممالک کے اپنے اثاثے ہی اُن سے ہتھیار کے طور پر استعمال کرا لیے جاتے ہیں، جس کا انہیں احساس بھی نہیں ہو پاتا اور معاشرے میں بے چینی، خوف اور بے یقینی کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔

ففتھ جنریشن وار کے تحت سب سے پہلے دشمن کی معیشت کو نشانہ بنایا جاتا ہے اُسے چھوٹی بڑی جنگوں میں الجھا کر معیشت تباہ کر دی جاتی ہے اور ساتھ ہی عوام کے دلوں میں زبان اور رنگ و نسل کی بنیاد پر حکومت اور افواج کے خلاف نفرت پیدا کی جاتی ہے۔ جس میں سلیپر سیلز کا ایک منظم جال بچھا کر مختلف قسم کی این جی اوز اور فلاحی اداروں کے ذریعے اُن مزموم اہداف کو پورا کیا جاتا ہے جو اس جنگ میں معاونت ادا کرتے ہیں۔ جن کا بنیادی مقصد ایسے ایجنٹس تیار کرنا ہوتا ہے جو عوام میں سے ہوں اور عوام کے درمیان مایوسی اور افراتفری پھلاتے رہیں۔ سوویت یونین کا انہدام اسی طرزِ جنگ کا عملی نمونہ ہیں۔ مصر۔ لبیا، عراق، شام میں حکومتوں کی تبدلی اس کا نمونہ

ہے۔ سعودی عرب میں تبدیلیاں، سینماوں ہاوس کا قیام، کیسینو، اور غورتوں ک آزادی اس کا عملی نمونہ ہیں

"کوئی اصلی بچا ہی نہیں"

کالم میٹھا سچ 698 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 12 نومبر 2023ء

کنیز

حضرات حضرات

جس نام کے ساتھ کھوکھر لکھا ہو اس کی ذات بھی پوچھ لیا کریں کھوکھر کہلوانا فیشن بن گیا ہے ویسے کھوکھر بننے کا کوئی ایک فائدہ؟

ڈاکٹر

اوصاف ہی کرتے ہیں مراتب کا تعین۔۔۔

انساں کا کوئی نام، کوئی ذات نہیں ہے۔۔۔

خود سے کچھ بھی بن جانا مکمل فضول حرکت ہے نیز اگر کسی کی خواہش ہے کہ گھٹیا سے اچھا بنا جائے یا کہلوایا جائے تو وہ اپنے اعمال درست کرے نہ کی "اکھوں انھی تے ناں نور پری" بن بیٹھے۔

جو اپنے آپ کو اصلی سمجھتے ہیں وہ بھی مکمل طور پر جعلی ہیں۔ گورے کے کتے نہلا کر، اپنے ہی بھائیوں کی جاسوسی کر کے نیز دھن دولت کے بدلے اپنا ایمان بیچ کر ہی گورے نے انہیں بھیک کے طور پر زمینیں الاٹ کیں، وظیفے دیئے، انگلستان کی سیر کرائی اور ہمارے دین میں فرقے بنائے، اپنے حکمرانوں کے خلاف غداری کروائی۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو پاکستان میں بسنے والے تمام نواب، سردار، چوہدری، کھوکھر، ملک، ٹوانے وغیرہ جعلی ہیں۔ نیز تمام سنی، وہابی، شیعہ، دیوبندی، سید، کاظمی، جعفری اور تمام پیر وغیرہ بھی دو نمبر اور جعلی ہیں۔ کسی کے بھی آباواجداد عرب سے نہیں آئے یہ سب گٹے جوڑ کر کہانیاں گڑھی گئی ہیں۔

اور ایسے تمام لوگوں کی نسل در نسل روزی حرام ہے تاوقتیکہ وہ سب تیاگ کر اصلیت کی جانب نہیں لوٹتے۔

ہاں صرف وہ لوگ اصلی ہیں جن کے بڑوں نے گورے سے سزائیں پائیں، پھانسیاں لیں، زمینیں نہیں لیں اور محنت کی اور پھر آہستہ آہستہ ترقی کی۔ جنہیں جلن کے مارے سب جعلی لوگ کمی کمین کہتے ہیں۔

یا پھر وہ لوگ اصلی ہیں جو باپ دادا اور خاندان پر نہیں اتراتے، خوب محنت کرتے ہیں، ڈگریاں نہیں خریدتے اور کسی کام میں بھی دو نمبری نہیں کرتے۔ حتیٰ کی سوشل میڈیا پر چوری کی پوسٹیں بھی اپنے نام سے نہیں لگاتے اور ادھر ادھر سے کسی کے خیالات جمع کر کے کتابیں نہیں لکھتے۔

ایسے گنتی کریں تو شاید ہی کوئی اصلی شخصیت ملے۔ لہٰذا ایسے اصلی لوگ اللہ کی عبادت کریں تو مقبول ہو گی، عمرے حج کریں تو ثواب کے حقدار ہوں گے ورنہ جعلی لوگوں کی نمازیں ٹکریں ہیں اور حج عمرے سیر سپاٹا ہیں۔

"ساہیوال کول پاور پلانٹ اور سموگ"

کالم میٹھا سچ 699 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 14 نومبر 2023ء

برائے مہربانی پہلے سموگ اور کوئلے کے پلانٹس کا آپس کے جوڑ کا کانسیپٹ سمجھیں۔

سموگ کا تعلق فصلوں کی باقیات صرف ان دنوں میں جلانے سے ہے جب اوپری فضا ٹھنڈی ہونے کے باعث کہرے (فوگ) کی چادر سی تن جاتی ہے اور جوں جوں سردی بڑھتی ہے تو یہ چادر دبیز ہو کر نیچے کی جانب کھسکتی ہے۔ ایسے میں آگ لگانے سے دھواں ٹریپ ہو جاتا ہے (فوگ + سموک = سموگ) اوپر نہیں اٹھ سکتا لہٰذا ہواؤں کی سست رفتاری سے آلودگی dilute ہونے کی بجائے suspend ہو کر کثیف ہو جاتی ہے اور انسانوں، جانوروں اور درختوں کے سانس لینے میں دشواری کے ساتھ ساتھ زہریلی گیسیں، گرد اور جراثیم زندہ اجسام میں بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ اسی آلودگی میں ٹریفک، پاور پلانٹس، سٹیل اور دیگر صنعتوں کا بغیر چھنا ہوا دھواں بھی شامل ہو جاتا ہے۔

اب آتے ہیں کول پاور پلانٹ کی آلودگی کی جانب۔ اگر کوئلے سے سیمی سپر کریٹیکل ٹیکنالوجی کے بغیر بجلی بن رہی ہو جس کی لاگت کل پلانٹ کی لاگت سے تین گنا ہوتی ہے تو اس طرح تین

خطرناک ترین کیمیکلز اور عناصر کوئلے سے نکل کر فضا میں چھا جاتے ہیں۔ یعنی کاربن اور نائیٹروجن کے ڈائی اور مونو مرکبات، سلفر، نائٹرک آکسائیڈ کے علاوہ گرد کے دس پانچ اور ایک مائیکرون کے ذرات فضا میں 60 فٹ اونچی چمنی کے ذریعے ہوا کی رفتار کے مطابق پانچ سو کلومیٹر دور تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے قرب و جوار میں انیس بیس کے فرق سے ایک جیسی تباہی آتی ہے یعنی سلفیورک ایسڈ کی تیزابی بارش سارے متاثرہ علاقوں پر برستی ہے جو انسانوں اور جانوروں کے پھیپھڑوں میں سوراخ کرنے کے ساتھ ساتھ لوہے کی چادر سے بنی چھتوں تک میں سوراخ کر دیتی ہے۔ لیکن اگر چمنی 60 فٹ سے کم ہو جو اکثر فیکٹریوں کی 40 فٹ تک ہوتی ہے تو پھر یہی ساری تباہی دور جانے کی بجائے زیادہ کثافت کے باعث اڑوس پڑوس کو زیادہ اور دور کے علاقوں کو کم برباد کرتی ہے۔ میں نے خود پنڈ دادنخان میں 300 میگاواٹ کول پاور پلانٹ کی سپارکو سے پانچ سو کلومیٹر قطر کی Air Dispersion Modelling کے علاوہ ایلیویٹڈ ایکسپریس وے کے سوا گیارہ کے سوا گیارہ کلومیٹر کی پانچ کلومیٹر قطر اور ٹاؤن شپ انڈسٹریل زون کی تین کلومیٹر قطر کی سٹڈی کروائی ہوئی ہے جس کی رپورٹس میرے پاس موجود ہیں اور میں کوئلے کے علاوہ گرد اور ٹریفک کی آلودگی کی جنچ کی رپورٹیں بھی دکھا سکتا ہوں۔

اگر ہوا کی رفتار تیز ہو اور فضا میں کہرا کافی اونچائی پر ہو تو آلودگی کی شرح کم رہتی ہے اور سموگ کا باعث کم بنتی ہے۔

اب رہی بات ساہیوال کول پاور پلانٹ کی۔ اس کے ڈیزائن میں سیمی سپر کریٹیکل ٹیکنالوجی شامل کی گئی تھی اور وہ کام کر رہی ہے کہ نہیں اس کا برہنہ آنکھ سے بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ چمنی

سے نکلنے والا دھواں کالے کی بجائے سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ ساہیوال پلانٹ میں فضائی آلودگی سے قطع نظر چار قسم کی قباحتیں درپیش ہوئیں۔ پہلی تو یہ کہ جن چینی کمپنیوں سے بجلی کی بنیاد پر 25 سالہ معاہدے کئے گئے ان کے بجلی کے ٹیرف میں BOT پلانٹ لگنے کے فوراً بعد خاصی کمی کر دی گئی لہٰذا ہماری حکومت کی جانب سے اس دھوکہ دہی پر اس ٹیکنالوجی پر کمپنیوں نے خرچہ کرنا بند کر دیا لیکن قرض میں ان کی قیمت شامل رہی۔ دوم 690 ہیکٹر (1700 ایکڑز) کی انتہائی کارآمد زرعی زمین برباد ہوئی۔ اور تیسرا نقصان یہ ہوا کہ پلانٹ میں جنوبی افریقہ کا درآمدی کوئلہ استعمال ہوتا ہے لوکل نہیں جس کے لئے کراچی سے ساہیوال تک سپلائی چین بنانی پڑی اور چوتھا بالکل بنیادی بربادی والا نکتہ یہ ہے کہ اس کھربوں قرضے والے پلانٹ کی قطعاً ضرورت نہ تھی سرے سے۔ کیونکہ اس سے کہیں زیادہ سستی توانائی پانی اور شمسی ہے۔ یہ سارا منصوبہ چند لوگوں کے فائدے کے لئے بنایا گیا تھا اور اس کی منطق کم از کم میں تو ابھی تک سمجھنے سے قاصر ہوں۔

میری گذارشات میں سے کوئی سیاسی پہلو نہ نکالا جائے مگر آپ جیسا یا کوئی اور محب وطن اس کی افادیت کم از کم مجھے ضرور بتائے تو میں ہمیشہ احسان مند رہوں گا۔

ڈاکٹر سلطان محمود

"میرا کا کا سوہنا"

کالم میٹھا سچ 700 از ڈاکٹر سلطان محمود

دبئی، 15 نومبر 2023ء

آپی جی ایک بات پوچھوں کہ جس کے جواب کا مجھے پہلے ہی سے پتا ہے۔

کیا ایک عام قاری کہ طرح آپ نے کبھی خود اپنی کتاب بھی پڑھی ہے؟

یقیناً نہیں کیونکہ آپ سمجھتی ہیں کہ میں نے خود ہی تو لکھی ہے تو سمجھیں پڑھی پڑھائی ہے۔

اگر آپ نے اپنی کتاب خود ہی نہیں پڑھی تو دوسرے کیوں پڑھیں؟

وہ زمانے لد گئے جب قاری پیدا ہوا کرتے تھے، کتاب خریدتے بھی تھے، ادھار لے کر گول بھی کر جاتے تھے نیز لائبریری سے چوری بھی کر لیا کرتے تھے۔ اب تو صرف لکھاری پیدا ہو رہے ہیں۔

بو علی سینا، اقبال اور پائیلو کوئلو اس لئے لکھتے تھے کہ نیٹ کی سہولت نہ تھی۔ اب ان سے زیادہ سیانی چیٹ جی پی ٹی فور ہے۔

جانوروں کی کھال پر لکھنے والوں کو جونہی پرنٹنگ پریس کا سہارا ملا تو پھر ایک بھی مخطوطہ معرض وجود میں نہ آیا۔ اس لئے جب پانچ انچ کے آئی فون میں کروڑوں کتابیں سما سکتی ہیں تو سوائے حوالہ لینے کے کوئی کتاب کھولے بھی بھلا کیوں؟

پھر دادو اور لاہور کیسے تھے یا ٹمبکٹو اور بیروت کیسے تھے کسی کو جاننے کی اب حاجت ہی نہیں رہی۔

پھر چرچل کا بچپن، شیلا کی جوانی یا مارلن منرو کا بڑھاپا کیسا تھا کوئی کیوں جاننا چاہے گا؟

تزک بابری جھوٹی تھی، تاریخ ابن خلدون سچی تھی یا میری آپ بیتی سچ جھوٹ کا مجموعہ تھی، کوئی ان میں کیوں ڈبکیاں لگائے گا؟

اور اگر مصنوعی ذہانت بھری محفل میں بیٹھے بٹھائے تین سیکنڈ میں پچیس ہزار الفاظ پر مشتمل چالیس کروڑ کتب و مجلوں کو کھنگال کر ذاتی سوال کا انتہائی متعلقہ جواب اور وہ بھی مفت میں پیش کر دے تو پھر کوئی احمق ہی ہو گا جو سالہا سال لائبریریوں کی دھول چاٹ کر پھر بھی ادھورا اور غیر متعلقہ جواب لاکھوں روپے اور قیمتی زندگی کے برسہابرس معاشرے سے کٹ کر اور اجاڑ کر ڈھونڈ کر لائے گا۔

جو کتابیں کبھی قاری کو ماضی اور مستقبل کی سیر کرایا کرتی تھیں اب وہی کتابیں اپنے ہی لکھنے والے کو زمانے سے اس قدر پیچھے کر دیتی ہیں کہ اس کے خیالات ماضی میں دفن ہو کر رہ جاتے ہیں اور وہ اپنی وجہ تسمیہ ہی بھول جاتا ہے۔

کتاب لکھ کر چھپوانے میں لاکھوں روپے لگ جائیں اور اس بوسیدہ معلومات والی کتاب سے ہونے والی کل کمائی ہو محض دو سو روپے تو ایسے مصنف کو بیچ چوراہے کوئی گولی مارنا بھی پسند نہیں کرے گا اور دنیا کے تجارت پیشہ لوگ اسے ویسے ہی سینکڑوں خیرات میں دے کر کتاب بھی واپس کر دیں گے۔

یہ ہے میرا تجربے پر مبنی حسن ظن 24 کتابیں لکھنے کے بعد دو سو روپے کمانے کا جب کہ ایک کتاب پانچ سو کی تعداد میں چھپی اور دو کتابیں ہزار ہزار کی تعداد میں ہارڈ فارم اختیار کرنے کے باوجود باقی 22 عدد پی ڈی ایف کی مفت، تیز ترین اور قابل قبول پناہوں میں آج بھی زندہ ہیں۔ جبکہ ہارڈ فارم کتب اٹھا اٹھا کر ہاتھ بھی زخمی کرانے پڑے نیز وہ صفحہ ہستی سے مٹ ہی جاتیں اگر چغتائی لائبریری انہیں سکین نہ کر دیتی۔

اور پھر میں اپنے اس مرحوم پروفیسر کی ہزاروں کتب والی لائبریری کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا جس کے مرتے ہی کباڑیوں کی چاندی ہو گئی اور جس پاسپورٹ، نکاح نامے، اسناد و میڈلز کو بیوہ جانی نے اپنے ہاتھوں تلف کرتے افسردہ و پریشان ہونا تھا ان کو قتل کر کے ٹھکانے لگانے میں میں نے ان کی شیطانی مدد کی۔

کسی دوست نے کیا خوب لکھا ہے کہ مرد عورت کو حاملہ کرتا ہے اور بچہ جنم لے لیتا ہے لیکن خوبصورت عورتیں بھی مردوں کو حاملہ کر دیتی ہیں اور پھر وہ شعر، افسانے، ناول اور کتابیں جنم دیتا رہتا ہے۔

ہور لکھو کتاباں ایہہ سمجھ کے کہ جیڑا کاکا میں جمیا اے اوڈا سوہنا ہور کسے کولوں نئیں سی جمنا۔